يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ

فصل الخطاب

لمقدمۃ

اہل الکتاب

از افاضات

حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیش لفظ

فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب

اِس کتاب کے فاضل مؤلف نخبۃ المتکلمین زبدۃ المؤلفین حاجی الحرمین حضرت مولوی حکیم نُورالدّین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ اِس کی وجہ تالیف یہ بیان فرماتے ہیں :—

" مَیں جب حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مَیں نے آپؑ سے پُوچھا کہ آپ کی مُریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں "

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نُورالدّینؓ صفحہ ۱۴۷ - ۱۴۸ شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ)

آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ ارشاد ہُوا اُس وقت مجھ کو نہ تو عیسائی مذہب سے واقفیت تھی اور نہ ہی عیسائیوں کے اعتراضات کا مجھے علم تھا۔ مزید براں جموں میں مجھے بہت ہی کم فرصت ہوتی تھی۔ جب مَیں قادیان سے یہ حکم لے کر اپنے وطن بھیرہ

پہنچا تو وہاں میرا ایک ہم مکتب حافظ قرآن مسجد کا امام میرے سامنے تقدیر کا مسئلہ لے بیٹھا - اور اُس نے اس شوخی سے اس مسئلہ پر بحث کی کہ مجھے اُسے علیحدگی میں کہنا پڑا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عیسائی ہو گئے ہیں - اُس نے جواب دیا کہ عیسائی ہو گئے ہیں تو حرج ہی کیا ہے - مَیں نے کہا - اپنے گرو سے ذرا مجھ کو بھی ملاؤ - چنانچہ وہ مجھے پنڈ دادنخاں ایک انگریز پادری کی کوٹھی پر لے گیا - مگر اُس پادری نے باوجود میری کوشش اور حافظ صاحب کے زور لگانے کے بحث سے گریز کیا اور کہا کہ مَیں زبانی گفتگو نہیں کرونگا ہاں بعد میں اعتراضات لکھ کر بھجوا دونگا - مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ جب تک ان کے اعتراضات ہمارے پاس نہ پہنچیں اور ہماری طرف سے اُن کا جواب نہ ہولے اُس وقت تک آپ بپتسمہ نہ لیں - پھر حافظ صاحب آپ کے مطالبہ پر کہ اگر کوئی اور بھی اُن کی طرح عیسائیوں کے زیر اثر ہے تو اُس کے پاس لے چلیں آپ کو اسٹیشن ماسٹر کے پاس لے گئے - اسٹیشن ماسٹر نے تو بڑی دلیری سے کہا مذہب عیسائی کا مقابلہ تو کسی مذہب سے ہو ہی نہیں سکتا - مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ یہ تو پھنس گئے ہیں - اور وہ حافظ صاحب سے پہلے کہ پادری صاحب خاموش ہو گئے اور گفتگو نہیں کی حیران ہو گیا -

آخر اُس پادری نے ایک بڑا طومار اعتراضوں کا لکھ کر بھیجا - مَیں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بتاؤ یہ کوئی ایک دن کا کام ہے ؛ انہوں نے کہا - نہیں - مَیں نے کہا تم ہی مدّت مقرر کرو - حافظ صاحب نے کہا کہ ایک برس تک کتاب چھپ کر ہمارے پاس پہنچ جائے -

مَیں جموں آیا - اُس زمانہ میں زلزلے بہت آئے تھے - راجہ پونچھ کا بیٹا زلزلوں کے سبب پاگل ہو گیا - اُس نے جموں کے راجہ کو لکھا کہ ہم کو ایک اعلیٰ درجہ کے طبیب کی ضرورت ہے - چنانچہ میں وہاں گیا - مجھکو شہر سے باہر ایک تنہا مکان دیا گیا - بس

ایک مریض کا دیکھنا اور تمام دن تنہائی۔ میں وہاں بائیبل اور قرآن شریف پڑھنے لگا۔ ان تمام اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر بائیبل پر نشان کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد قرآن شریف پڑھتا رہا اور نشان کرتا رہا۔ اس کے بعد کتاب لکھنی شروع کی۔ اور چار جلد کی ایک کتاب (فصل الخطاب) لکھی۔

ادھر کتاب تیار ہوئی اُدھر راجہ کا لڑکا اچھا ہوگیا۔ اب روپیہ کی فکر تھی کہ کتاب چھپے۔ راجہ پونچھ نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ جب جموں آیا تو راجہ صاحب جموں نے پوچھا کیا دیا۔ میں نے وہ تمام روپیہ اُن کے آگے رکھ دیا۔ وہ بہت ناراض ہوئے کہ بہت تھوڑا روپیہ دیا۔ چنانچہ اُسی وقت حکم دیا کہ ان کو سال بھر کی تنخواہ اور انعام ہماری سرکار سے ملے۔ میں نے وہ روپیہ اور وہ جلدیں دِلّی بھیج دیں۔ وہاں سے چھپ کر آئیں۔ تو حافظ صاحب اور مثل اُن کے دوسرے لوگوں کو بھیجدیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم سچے دل سے اب مسلمان ہوگئے باقی ضرورت نہیں۔" (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

اس کتاب میں جس حکیمانہ انداز اور خوش اسلوبی سے عیسائیت کی تردید اور دین اسلام اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مجید پر اعتراضات کے تسلّی بخش جواب دیکر اُن کی حقیقت اور صداقت کو آفتاب نیمروز کی مانند واضح کیا گیا ہے اس کتاب کی خوبیوں اور محاسن سے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کتاب (فصل الخطاب) اور اس کے مؤلف کی دوسری تصنیف "تصدیق براہین احمدیہ" سے متعلق جو تعریفی کلمات اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں بزبان عربی تحریر فرمائے ہیں اُن کے ترجمہ کا پیش کرنا ہی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام مؤلف کتاب ہذا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے

" ایسی کتابیں تصنیف کی ہیں جو بہت سے مفید مطالب اور بہت سے نکات پر مشتمل ہیں۔ جن کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے پُر ہیں۔ اور ان کے الفاظ نہایت دلربا خوبصورت اور عمدہ ہیں۔ جو غور سے پڑھنے والوں کو پاکیزہ شربت پلاتی ہیں۔ اور اس کی کتابوں کی مثال اُس ریشم کی مانند ہے جو مُشک سے معطّر ہو۔ اور مزید براں اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی گئی ہو۔ پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنایا گیا ہو۔

آپ کی تصنیفات کیا بلحاظ مضامین کی جامعیت اور تنوع کے اور کیا بلحاظ جاذب قلوب دلائل و براہین کی قوت کے دوسرے لوگوں کی تصانیف پر فوقیت لے گئی ہیں۔ مبارک ہو اُس شخص کو جو انہیں حاصل کرے۔ اور دوسروں کو اُن کی حقیقت سے آگاہ کرے اور انہیں بنظرِ غائر پڑھے۔ وہ انکی مانند کوئی مددگار نہیں پائیگا۔ اور جو شخص چاہے کہ قرآن مجید کے عقدوں کو حل کرے اور خدا تعالیٰ کی کتاب کے اسرار پر واقف ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان کتابوں کی پوری توجہ سے ورق گردانی کرے اور اس پر دوام اختیار کرے کیونکہ یہ کتب کفیل ہیں اس امر کی جو ایک ذہین طالب علم کا مقصود ہوتا ہے۔ ان کے ریحان کی خوشبو دلوں کو فریفتہ کرتی ہے۔ ان کی شاخوں میں کثرت سے میوے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ وہ اس باغ کی طرح ہیں

جس کے خوشے جھکے ہوئے ہیں۔ اور اس میں کوئی لغو بات سُنائی نہیں دیتی۔ اور پاک لوگوں کے لئے وہ مقامِ راحت یا بھانی ہے۔ اُن میں سے ایک کا نام فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب ہے۔ اور دوسری کا نام تصدیق براہین احمدیہ ہے۔ ان میں باوجود متانتِ الفاظ اور لطافت (مبانی) مضامین کے قیمتی معانی پُرو دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ وہ مؤلفین کے لئے اُسوۂ حسنہ ہو گئی ہیں۔ علمائے کلام خواہش رکھتے ہیں کہ وہ انہیں کتابوں کی طرز پر لکھیں۔ اور بڑے بڑے علماء نے ان کتابوں کی مدح سرائی کی ہے .... اور مؤلف فاضل نے ان کتابوں میں قرآن شریف کے نکات کی تفسیر کے لئے پوری کوشش کی ہے اور اپنی تحقیق میں روایت و درایت کے متفق کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔ پس آفرین ہے اُس کی عالی ہمّت کے لئے اور اُسکے روشن پسندیدہ افکار کے لئے۔

وہ مسلمانوں کا فخر ہے۔ اور اسے قرآن کے دقائق کے انتخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے۔ بلاشک وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منوّر ہے اور شان مردمی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے منوّر ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب بلند ہمّت مرد ہے۔ اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں۔ اور یہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۴-۵۸۵)

دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اِس پُرازمعارف و حقائق مبارک کتاب کو لے کر نہ صرف خود غور سے پڑھیں بلکہ دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں تا وہ نُورِ ایمان سے منوّر ہوں اور مخالفین اسلام عیسائیوں کا علیٰ وجہ البصیرت مقابلہ کر سکیں۔

اے ہمارے علیم و بصیر و قادر خدا! تُو اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع اور باعثِ ہدایت بنا۔ آمین

۲۰ر دسمبر ۱۹۶۳ء

(مطبع ضیاء الاسلام ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فہرست مضامین "فصل الخطاب" جلد اوّل

—(مترجمہ مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری فاضل)—

تمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۝ۙ[1] وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُخَاطَبِ بِیَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۝ اما بعد خاکسار اَلْعَائِذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ کَاسْمِہٖ اَبُوْ اُسَامَۃَ نُوْرُ الدِّیْنِ اٰمِیْن۔ عرض پرداز ہے۔ فقیر بتقریب رخصت جموں سے اپنے وطن بھیرہ ضلع شاہ پور میں پہنچا۔ میرے چند احباب نے کئی اعتراض ایک پادری صاحب کی طرف سے پیش کئے۔ اور مجھ سے کہا۔ ہم لوگ اِن اعتراضات کو دیکھ کر حیران ہیں۔ اور مضطرب و پریشان۔ میں نے اُن سے کہا۔ اگر پادری صاحب کہیں قریب ہیں تو زبانی مباحثے سے جلد تصفیہ ہو سکتا ہے۔ مگر اُن سب کا منشا یہی پایا۔ کہ تحریر کا جواب تحریر ہی چاہیئے۔ مجھے جلد تر جمّوں دار الریاست ملک کشمیر میں واپس آنا پڑا۔ اور وہاں سے حسب الحکم پونچھ ریاست کو چلا گیا۔ وقتاً فوقتاً

---

[1] سراہیئے اللہ کو جس نے نہیں رکھی اولاد اور نہ کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں اور نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر اور اُسکی بڑائی کو بڑا جانکر اور رحمت کاملہ اور سلام نازل ہو اُن رسول پر جو خطاب کئے گئے کہ اے نبی ہم نے تجھکو بھیجا بتانیوالا اور خوشی سُنانیوالا اور ڈرانے والا۔ اور بُلانیوالا اللہ کی طرف اور اسکے حکم سے اور چراغ روشن ۱۲

جواب لکھتا رہا۔ مگر کوہستانی سفر میں کُتب کی دِقّت رہی۔ اِدھر احباب نے مسوّدات کے چھپوانے کی تاکید کی۔ فرصت کہاں تھی جو ترتیب دیتا۔ یا مکرر نظر کرتا مطبع بھی نزدیک نہیں تھا جو کاپی دیکھتا۔ الغرض جیسی ترتیب جلدی میں بن پڑی انکو چھپوا کر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اور مَیں اپنی کم مایگی کا معترف ہوں۔ چونکہ یہ میری پہلی تصنیف مناظرے میں ہو۔ اگر اس میں کچھ تساہل ہو۔ تو مہربان ناظرین مجھپر یہ احسان کریں کہ اطلاع دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ غلطی پر مُصِر نہ ہونگا۔ رجوع کرنا میرے نزدیک بہت سہل ہے۔ مَیں نے جو لکھا ہو نیک نیّتی سے اپنے خیالات کے مطابق لکھا ہو۔ مَیں نے الزامی جوابات بھی اس کتاب میں ضرور دئے ہیں۔ جنپر میرے نوجوان مُحسن مولوی عبدالکریم کسی قدر خوش نہیں تھے۔ الا مجھے دو امر باعثِ تحریر الزامی جوابات کے ہُوئے۔

اوّل۔ مسیح نے فرمایا۔ الزام مت لگاؤ۔ تمپر الزام لگایا جاویگا۔ عیب مت لگاؤ۔ جس طرح تم عیب لگاتے ہو۔ اسی طرح تمپر عیب لگایا جاویگا۔ متی ۷ باب ۲۔ پس ہمارا الزامی جواب پادریوں کے الزام کے بعد مسیحؑ کی تصدیق ہے۔ اگر ہم الزام کے بدلے الزام نہ لگاتے تو آپ کی تصدیق نہ ہوتی۔

دوم۔ الزامی جواب میں یہ فائدہ ہوتا ہو کہ جب مخالف کو الزامی جواب ملتا ہو۔ اُس وقت مخالف معترض کا دِل اسلئے کہ اُسپر الزام قائم ہوا۔ جواب کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اُسکا دِل جواب لینے کو مستعد اور طیار بن جاتا ہو۔ پھر جب حقیقی جواب ملا۔ غالباً اُس کا قلب بشرطیکہ راستی پسند ہو اس جواب کو قبول کرلیتا ہے۔ علاوہ بریں مسیح کی عادت تھی الزامی جواب ضرور دیتے تھے۔ شاید پادری اونکے طرز تعلیم کو پسند کریں۔ اسلئے ہم نے بھی الزامی جوابوں سے دریغ نہ کیا۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

حصۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات و علامات نبوّت محمدؐ بن عبداللہ بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

آیت اور علامتِ نبوّت سے وہ آیت اور علامتِ نبوّت مراد ہے جو نبوّت کو لازمی اور نبوّت سے غیر منفک ہو۔ خاکسار نے عنوان میں بجائے لفظ آیت اور علامت کے جو مفرد ہیں۔ آیات اور علامات جمع کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ میری غرض اس میں یہ ہے۔ کہ جو جو نشان نبوت مختلف انبیاء علیہم السلام میں پائے جاتے ہیں۔ وہ تمام نشانات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک جا موجود ہیں۔ ایک ہی علامتِ نبوّت جسے لوگ معجزہ کہتے ہیں۔ آپ کے لئے نہیں تھی بلکہ معجزات مع دیگر علامات آپ میں موجود تھے۔ بعض لوگوں نے آیت کے معنی معجزے کے لئے ہیں۔ مگر یاد رہے یہ معنی اصلی معنی آیت یا نشان یا علامت کی ایک شاخ ہیں۔ کیونکہ اکیلا معجزہ یقینی دلیل نبوت کی نہیں ہو سکتا۔

اوّل۔ اس لئے کہ توریت استثنا ۱۳ باب ۱-۵ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا تم کو کوئی نشان یا معجزہ دکھلائے۔ اور وہ بات جو اُس نے دکھلائی واقع کے مطابق ہو۔ پھر وہ نبی معجزات دکھلانے والا اگر ایسے معبودوں کی طرف بلائے جنھیں تم نے نہیں جانا۔ اور کہے آؤ انکی بندگی کریں۔ تو ایسے نبی کے کہنے پر کان مت دھرلیں

کیونکہ وہ آزمائش ہے۔ اور ایسا نبی قتل کیا جاویگا۔

پادری صاحبان! غور کرو۔ کتاب استثنا سے معلوم ہوتا ہو کہ نمبر۱ کاذب اور جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ نمبر۲ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نبی ایسے غیر معبودوں کی طرف بلائے جنہیں بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ وہ جھوٹا ہے۔

نمبر۳۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جھوٹا نبی معجزات دکھانیوالا مارا جائیگا۔

لطیفہ۔ بتاؤ تو سہی۔ یہود کبھی ابن مریم اور اُس روح کو جو تثلیث کی متمم اور اقنوم ثالث ہے خدا جانتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس جب بقول آپ لوگوں کے مسیحؑ نے خدا بیٹا اور خدا رُوح القدس کی عبادت کے لئے بُلایا۔ اور بنی اسرائیل کو ایسے معبودوں کی طرف کھینچنا چاہا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ تو بے ریب اگرچہ اُنہوں نے معجزات دکھلائے۔ تب بھی بقول عیسائیوں کے بطور استثنا ۱۳ باب ۱-۵۔ سچے نہ تھے۔ بلکہ اگر مسیح نے ایسے خدا باپ کی طرف بُلایا بھی جو محدود رحم میں مجسم ہوا۔ اور یہود کے ہاتھ سے پیٹا گیا۔ تو بھی وہ بنی اسرائیل کا جانا ہوا خدا نہیں تھا۔ جس کی طرف مسیح نے بُلایا۔ پھر طرّہ یہ کہ مسیح بقول عیسائیوں کے مار ڈالے گئے۔ اور یہ بھی جھوٹے نبی کی پہچان تھی۔ دیکھو استثنا ۱۳ باب ۱-۵۔

پر قربان جائیے اس نبی پر۔ اُس خاتم الانبیاء پر۔ اُس رسول پر جس نے بنی اسرائیل کو اُسی خدا کی طرف بُلایا جسے وہ جانتے تھے۔ اور اُسی معبود کی عبادت کی طرف اُنکو جھکانا چاہا جس کی عبادت کی طرف اُنکے آباواجداد نے جھکانا چاہا تھا۔ شک ہو تو پڑھو آیت:۔

[1] أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ سورۂ بقر۔ سیپارۂ اول۔ رکوع ۱۶۔

۱؎ کیا تم حاضر تھے جس وقت پہنچی یعقوب کو موت۔ جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کیا پوجو گے میرے پیچھے۔ بولی ہم عبادت کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادوں کے رب کی۔ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہیں۔۱۲

بلکہ حضرت مسیح کے ذمے سے بھی غیر معبودوں کی پرستش کا الزام اُٹھایا اور فرمایا۔

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶ رکوع ۱۰۔

اور مسیح کے عدم قتل کی نسبت دعویٰ کیا۔ جس کا ثبوت ہماری اسی کتاب میں مختلف جگہ ملیگا۔ اور جس کی صداقت پر مسیح کی صداقت موقوف ہے۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۔ سورۂ نساء سیپارہ ۶ رکوع ۲۔

مگر یاد رہے۔ عیسائیوں کے نزدیک مسیح نے بنی اسرائیل کو اُن کے جانے ہوئے خدا کی طرف نہیں بُلایا۔ اور پھر مسیح بقول عیسائیوں کے مارے گئے۔ جس سے صاف جانا جاتا ہے کہ وہ جھوٹے تھے۔ پس اے عیسائی صاحبان میری عرض یہ ہے۔

تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۳۔ رکوع ۱۵

عیسائی صاحبان تمہارے طور پر تو حضرت مسیح کی صداقت ممکن ہی نہ تھی۔ اور توراۃ کتاب استثنا سے بقول تمہارے مسیح کی صاف تکذیب ہوتی تھی۔ پر دیکھو اسلام کا

ا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ مقرر جس نے شریک کیا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اُس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ۱۲

۲ اور نہ اُس کو مارا ہے اور نہ مصلوب کیا۔ لیکن اُن کو اشتباہ ہوا۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہے میں پڑے ہیں۔ کچھ اُن کو اسکی خبر نہیں مگر اٹکل پر چلنا اور اُسکو مارا نہیں بیشک ۱۲

۳ اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں۔ مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراویں اُس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے۔ ۱۲

احسان عام جس نے مسیح سے الزام کو دُور کیا۔ اور مسیح کی تصدیق کر دی۔ اور حضرت محمدؐ کی نبوت اور صداقت اور انکا معجزہ یہ ہی کہ ایک طرف توحید کی تعلیم کی۔ اور شرک سے جو ایسے معبودوں کی طرف بُلانا ہی۔ جن کو بنی اسرائیل نہیں جانتے منع فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا[1]۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔ رکوع ۱۴۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا[2]۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔ رکوع ۳۔

اور دُوسری طرف اپنے بچاؤ پہ عام مجالس میں قرآن کی یہ آیت سُنائی۔ اور صاف بتایا۔ میں مارا نہ جاؤں گا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[3]۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶۔ رکوع ۱۳۔

ایک میرے دوست پادری صاحب نے مجھکو فرمایا۔ کہ محمدؐ صاحب بھی زہر سے مارے گئے۔ اُنکی گرامی خدمت میں عرض ہی۔ حضورؐ زہر کب دیئے گئے اور اُنکی وفات کب ہُوئی۔ پھر یہ کہ جس کو زہر دیا جاوے اُسے مقتول کہتے ہیں یا مسموم۔ علاوہ بریں حدیثیں تو ہمارے نزدیک حُجت نہیں پھر اُن کے بھروسے کیوں قتل کا خیال پیدا ہُوا۔

دوم۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ میں لکھا ہی۔ جو ایمان لائیں گے، وہ میرے نام سے دیو نکالیں گے۔ اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اُٹھائیں گے۔ مُہلک چیزیں پئیں گے۔ اور اُنکو

---

[1] اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اُس کا شریک ٹھیرائے۔ اور اس سے نیچے بخشتا ہے جس کو چاہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھیرایا۔ وہ دُور پڑا بھُول کر ۱۲

[2] اور عبادت کرو اللہ کی۔ اور ساجھی نہ کرو ساتھ اُس کے کچھ ۱۲

[3] اے رسول پہنچا جو تجھکو اُترا تیرے رب سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو تُو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام۔ اور اللہ تجھکو بچالیگا لوگوں سے ۱۲

نقصان نہ ہوگا۔ بیماروں کو ہاتھ رکھکر چنگا کرینگے۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷۔

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر ایک عیسائی مؤمن معجزات دکھاتا ہے۔ پس معجزہ نبوّت کے لئے لازمی دلیل نہ ہوا۔ جب جناب مسیحؑ نے یہ کرشمے عامۂ مؤمنین کیلئے نشان ٹھہرائے۔ تو صرف معجزات خاصۂ نبوت نہ ٹھہرے۔ سچ ہے حقیقت میں معجزات عمدہ تعلیمات ہی ہیں۔

غور کرو

عیسائی صاحبان تم میں سے بھی کوئی صاحب ایمان ہی۔ اگر ہی تو مرقس ۱۶ باب ۱۷ پر ذرا اسے پرکھ لے۔ اگر کہو ان کرامات اور معجزات کی مسیحؑ کے وقت ضرورت تھی۔ اب اُن کی ضرورت نہیں۔ تو پھر انصاف سے کہو۔ محمدؐ صاحب کے وقت اُنکی ضرورت کیوں مانتے ہو۔ تم کو کس امر نے مجبور کیا۔ کہ تم اپنی بے ایمانی کو جو مرقس ۱۶ باب ۱۷ سے ثابت ہوتی ہی عدم ضرورت سے چھپا لو۔ اور محمدؐ صاحب کے واسطے معجزات کی ضرورت تجویز کرو۔

مجھے اس وقت سر ولیم میور کے اس قول پر ہنسی آتی ہے۔ "اگر محمد صاحب معجزات دکھلاتے تو لوگ ضرور اُنپر ایمان لاتے۔" میور صاحب کو یاد نہیں رہا کہ فرعون نے کیسے کیسے معجزات دیکھے اور اُس کا دل سخت ہی رہا۔ مسیح کے وقت اُنکے دشمنوں نے کیسے کیسے معجزات دیکھے۔ (اگر ثابت ہوں) مگر ذرا بھی اُن پر دھیان رکھنے والے نہ ہوئے۔ یا کیا فرعون اور مسیحؑ کے مخالفوں نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا۔ میور صاحب کا فرمانا اِس زمانے میں نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے آگے داد کے قابل ہے۔

تقریر بالا کے لحاظ سے حسب توراۃ اور انجیل ثابت ہوگیا کہ صرف معجزات مثبت نبوّت نہیں ہوسکتے۔ حضرت مرزا غلام احمدؐ نے براہین میں لکھا ہے۔

جس معجزے کو عقل شناخت کرکے اُس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے، وہ ان معجزات سے ہزارہا درجے افضل ہی جو بطور قصہ مدّ منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں

اور اس کے دو باعث ہیں۔

اوّل۔ منقولی معجزات صدہا سال کے بعد ہمارے لئے مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے۔ اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث ان معجزات کو وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو مرئیات کو اور مشاہدات کو حاصل ہوتا ہے۔

دوم۔ جن لوگوں نے ایسے معجزات مشاہدہ کیئے جو تصرف عقلی سے بالاتر ہیں انکے لئے بھی وہ معجزات تسلّی تام کا موجب نہیں ٹھہر سکتے۔ بہت سے عجائبات شعبدہ باز بھی دکھاتے ہیں۔ مخالف کو کیونکر ثابت کر دکھاویں کہ موسوی عجائبات اور عیسوی کرشمجات دست بازیوں سے منزّہ تھے۔

بلکہ

یوحنا ۵ باب ۲-۵ میں ایک صحت بخش حوض کا ذکر لکھا ہے۔ مسیح بھی وہاں اکثر جاتے تھے۔ پس کیا تعجب ہے۔ مسیح نے ایسی قوم میں جو حوض کے پانی کو تمام امراض کا شافی سمجھتی تھی۔ اُسی حوض کے پانی سے کوئی کمال اوڑایا ہو۔

ایسے تماشوں کے دکھانے میں عرصہ بھی قلیل ہوتا ہے جس میں غور اور فکر کا موقع ملے۔ انتہے۔ میں کہتا ہوں مسیحی معجزات پر مَیں نے رسالۂ الطال الُوہیت مسیح میں تحقیقی اور انجیلی مذاق پر مفصّل کلام کیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ منقولی معجزات کافی شہادت نہیں ہو سکتے۔ جب صرف معجزات اور اکیلے کرشمے صحیح نشان نبوت کا نہ ٹھہرے اور یہ بات عقل و نقل سے ثابت ہو گئی۔ تو مجھے ضرور ٹھہرا۔ کہ قبل از بیان معجزات آپ کی پاک تعلیم کو نہایت جانچ کی نگاہ سے بقدر ضرورت دکھادوں۔

مگر ہر منصف تسلیم کریگا کہ اگر کسی شخص کی تعلیم کی عمدگی ثابت کرنا ہو۔ تو پہلے اُس معلّم کے افعال اور کردار کو دیکھا جائے۔ واعظ کے عادات اور اطوار۔ اُسکے حالات و کردار اگر ناپسند ہونگے۔ تو اُسکے پسندیدہ اقوال کا سارا دفتر گاؤخورد ہو جاویگا۔ اور اسکے نصائح کی عمارت اُسکے سامنے ہی خاک میں ملجائیگی۔ پھر ایسا واعظ خدا کی طرف سے کیونکر مقرر ہو سکتا ہے۔

نمونے کو دکھانے سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں جس کے باعث دُوسرے کے قلب پر پُورا اثر پڑ سکے۔ بانئ اسلامؐ کی اعلیٰ صداقتوں میں قرآن اور آپکی پاک تعلیم ہے۔ اور اس صداقت کے لئے پہلا مصداق، اس عمارت کا پہلا پتھر آپکی گرامی ذات ہی۔ اگر آپ جبلّت میں اس پاک تعلیم کے قابل نہ بنائے جاتے۔ تو اُسکی خوبی میں تامل ہوتا۔ آپکی تعلیم کیسی پاک اور حکیمانہ ہی! اور کیونکر ہمیں یقین ہوا کہ یہ تعلیم خدا کا قول ہی۔ اسلئے کہ ہمارے فطری قویٰ اور تمام ملکی صفات ایک زبان ہوکر اسکی صداقت کے گواہ ہیں۔ مجھے یہ مزہ نہیں بھول سکتا۔ مَیں ایک دفعہ قرآن پڑھ رہا تھا کسی تذکرے میں بات یہ بات چلی۔ تمام بھلائیوں اور بُرائیوں پر جب ہمارے فطری قویٰ گواہی دیتے ہیں۔ تو انبیاء اور رُسُل کی ضرورت کیا تھی۔ اُسوقت یہ آیت سامنے کھڑی پکار رہی تھی۔ تم نہیں سمجھتے تمہارے نبی کے حق میں الٰہی کلام اور میرا متکلّم کیا کہتا ہے۔

فَذَکِّرْ[1] اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرْ۔ سُورۂ غاشیہ۔ سیپارۂ ۳۰۔ رکوع ۱۳۔

رسولِ خدا محمدؐ رسول اللہ صلعم صرف مذکر ہیں۔ اگر انکا اتباع کروگے تمہارے بھولے بسرے اور کھوئے ہوئے متاع تم کو ملینگے۔ اگر اسی نبی کو یُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ کا خطاب ملا ہے تو پھر جس کتاب کا معلّم ہے وہ کتاب بھی ذکر ہی ہے۔ دیکھو صفت قرآن۔

اِنَّا[2] نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ٥ سُورہ حجر سیپارہ ۱۴۔ رکوع ۱۔

براہموں کے سامنے اثباتِ نبوّت کے واسطے یہ لطیف اشارہ ہے۔

آنحضرت صلعم کا یہ کیا کچھ کم معجزہ ہی کہ آپکی تاریخ خصوصًا ایّام رسالت کے حالات کمال بسط و تفصیل کیساتھ دُنیا میں موجود ہیں۔ اگر کوئی نیک نیّتی سے چھان بین کرے۔ اُس کے لئے اصلی واقعات پر پہنچ جانے کے لئے بہت سامان موجود ہیں۔ قرآن اور قومی روایات اور آپکے مساعی جمیلہ کی یادگار۔ اور آثار۔ بھلا کسی نبی کو یہ بات نصیب ہے۔ حضرت مسیحؑ کی

---

[1] سو تو سمجھا تیرا کام یہی ہے سمجھانا ۱۲

[2] ہم ہی نے اُتارا قرآن کو اور ہم ہی اُس کے نگہبان ہیں ۱۲

نہایت مختصر ۳ سالہ تاریخ جس کو اناجیل اربعہ یا عہد جدید کہتے ہیں۔ موجود ہی۔ اُسمیں پیدائش مسیحؑ پر غور کرو۔ کہیں ابن داؤد ہی۔ (کہیں ابنِ انسان) کہیں ابنِ یوسف ہے۔ کہیں ابن اللہ۔ اگر عام قانونِ قدرت سے یہ پیدائش نرالی ہے۔ تو کیسی تاریک حالت میں ہی۔ (کیا اچھا ہوتا۔ اگر کسی مرد سے پیدا ہو جاتے) مسیحؑ کی موت کی بات سُنیئے۔ حاکم وقت قتل کا خواہاں نہیں۔ خون سے ہاتھ دھوتا ہی۔ متی ۲۷ باب ۲۴ چھوڑنا چاہتا ہے۔ حاکم کی جورو مسیح کی سپارشی ہے۔ متی ۲۷ باب ۱۸ - ۱۹ - ایک دولتمند مسیح کا حامی اور شاگرد حاکم کا مقرب مسیح کی لاش مانگنے والا۔ اور اپنے ہی طور پر قبر میں رکھنے والا۔ قبر پر مٹی کی مُہر۔ بے ایمان یہود کو سبت کا دھندا پڑا ہے۔ صوبے دار مسیح کا معتقد۔ بھلا یقین نہیں ہوسکتا ہی۔ کہ اُس بے گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کی شرارت سے محفوظ رکھا۔

وید کے ملہم (اگر ویدوں کو الہامی کہیں) کون تھے، کیسے تھے، کہاں تھے۔ اُنکا چال چلن کیا تھا۔ کب ہوئے۔ کوئی کہتا ہے وید برہما کے چار مُنہ سے نکلا۔ تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے (گو اُنکا کہنا صرف ایک شخص کی تقلید پر ہے) وید جنپر نازل ہوا ابتدائی زمانے کے چند آدمی تھے۔ پھر اُنکے حالات سے پوچھو۔ تو چُپ۔ متشخّص ہونے میں بھی کلام ہی۔ یہی حال زرتشت، اور گرو صاحب کا ہی۔ ایک سفرنامہ آپکا خوش اعتقادوں کے پاس ہی۔ جس میں قاضی نظام الدین یا رکن الدین کے سامنے مکّے کا گرو صاحب کے پاؤں کی طرف پھر جانا لکھا ہی۔ حالانکہ اس نام کے قاضی کبھی مکّے میں نہیں ہوئے۔

مُنصف آدمی کو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور عادات پر غور کرنے سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہی کہ آپکا دِلی ارادہ کیا تھا۔ مقصود بالذات کیا امر تھا۔ آپکے افعال اور اقوال سے بقدر مُشترک اتنا تو ثابت ہے کہ آپ دیوانے اور کم عقل نہ تھے۔ بھلا اتنا بڑا کام (عرب جیسے ملک سے بُت پرستی کا استیصال) کیا ایک کم عقل کا کام ہی۔ خُدا کے لئے ذرا یرمیا ۲ باب ۱۰ کو پڑھ لو کیا کہتا ہے۔ قیدار میں جاکر خُوب سوچو اور دیکھو۔ ایسی بات

کہیں ہوئی۔جیسی یہ بات ہے۔کیا کسی قوم نے اپنے آکھوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں بدل ڈالا۔معلوم ہوتا ہے کہ یرمیا کے زمانے تک یہودی تعلیم کا اثر عرب پر نہیں پڑا۔اور کچھ نہیں پڑا۔ پادریو! نبی کی ضرورت تھی یا نہ تھی۔

جانتے ہو قیدار کون ہیں۔قیدار اسمٰعیل بن ابراہیم کا بیٹا ہے۔یہاں اُسی کی قوم کی نسبت فرماتا ہے۔بتاؤ عرب کی ایسی بُت پرست قوم کو کس نے خُدا پرست بنایا۔کیا کسی مرگی زدہ مجنون نے۔سُبحان اللہ کسطرح فطرت کا خالق فطرت کیطرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

قُلْ[1] اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط سُورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲ رکوع ۱۲

جنگل اور بیابان سے نکلکر بدوں سامان و اسباب اپنے دیکھتے دیکھتے ایک شخص صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کو اپنا ہمخیال بنا گیا۔ہزاروں ہزار مخلوق کو اپنے اوپر جان و مال سے فدا کر گیا۔نہ کسی نے تیس روپے پر پکڑوایا۔نہ کسی نے اُسے ملعون کہکر انکار کیا۔سوچو۔متی ۲۶ باب ۱۶ و ۴۷

پادری صاحبان! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرگی کے مبتلا اور دیوانے تھے۔اور پھر اتنی دُنیا پر ایسا قابو پا گئے۔تو سچ سمجھو بڑا معجزہ کر دکھایا۔

معجزے کے کیا معنی۔دوسرے کو عاجز کر دینے والا۔اِتنی دُنیا کے رُسوم و عادات کو بدل دینا۔اور عرب کی متفرق جماعت کو ایک اسلام کے رشتے میں منسلک کر دینا۔اور سب کو اُس کا مصدّق بنا دینا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

وَاذْكُرُوْا[2] نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۴۔ رکوع ۱۔

---

[1] تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو۔کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو اور ایک ایک۔پھر دھیان کرو۔اس تمہارے صاحب (رفیق) کو کچھ سودا نہیں ہے ۱۲

[2] اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپسمیں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی ۱۲

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ سورہ انفال۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۳۔

معجزے کے معنی کسی نے خرق عادت کے لئے ہیں۔ ناظرین عیسائیو! کہیں عادت میں یہ نظیر دیکھتے ہو۔ جو آنحضرت صلعم نے قائم کرہ دکھائی۔ ذرا ہادیوں کی تاریخ قدیم وجدید ٹٹول لو۔ اگر نہ پاؤ۔ تو سمجھو ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے (جسے تم دیوانہ مرگی زدہ کہتے ہو) یہ کام اعجاز اور خرق عادت نہیں تو اور کیا ہے۔ تمام مخالف اور جنگجو قومیں باوجود قومی اتفاق اور حمائت رؤسا و اُمراء کے ایک طرف ہوں اور مختلف قوموں کے مختلف بلاد کے غریب و مساکین ایک طرف ہوں۔ پھر اُسی کی کامیابی ہو۔ جسے تم کمال جنون سے مجنون کہتے ہو۔ یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

مَیں عنقریب معجزے اور خرق عادت کے لفظ پر بحث کرونگا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال عقل ثابت ہوگا۔ تو پھر منصف کو غور کرنے کا موقع ملیگا۔

وہ شخص جس نے چالیس برس تک کامل سچائی۔ راستی۔ وفاداری۔ ملک کی خیر خواہی پر زندگی بسر کی۔ وہ اپنی آخری عمر میں ایک سراسر جھوٹے سلسلے کی تحریک کریگا۔ وہ آخر عمر میں بے ایمانی کو اور صریح دغا کو اختیار کریگا۔ حالانکہ اُس کو اس مکاری میں بجز اسکے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کہ کروڑوں آدمیوں کو صرف خدا کی محبت اور اسکی اطاعت اور اسکی فرمانبرداری میں نہ فانی خواہشوں میں اپنا ہمخیال بنا گیا۔ سچ ہے۔ اپنا ہمخیال بنا لینا بھی بڑی خوشی اور کامیابی ہے۔

مَیں آپ کے مختصر سوانح عمری لکھتا ہوں۔

آپ قریش کے خاندان (جو تمام قبائل عرب میں مکرم اور معظم ہے اور جسکی عظمت کے سامنے تمام وحشی قومیں عرب کی ممکن نہ تھا کہ مکے کی سرزمین میں کبھی کشت و خون کرسکیں۔ بلکہ مکے کو امن کی جگہ اور حرم کہتے تھے) بنو ہاشم کے گھرانے عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر میں آمنہ کے

۱؎ اور ان کے دل میں الفت ڈالی۔ اگر تو خرچ کرتا۔ جو سارے ملک میں ہے تمام نہ الفت دے سکتا اُنکے دل میں لیکن اللہ نے الفت دی اُنکے درمیان ۱۲

شکم سے پیدا ہوئے۔

مشرکین عرب میں آپ کے والد کا نام عبداللہ اور آپکی والدہ کا نام آمنہ بھی کچھ کم معجزہ نہیں۔ غور تو کرو۔ یہ نام کیسے لطیف اور آپکی تعلیم سے کیسے مناسب ہیں۔ آپکے نجیب الطرفین ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔

آپکی پیدائش کی پہلی برکت یہ ہے کہ ابیسینیا کے حبشی بادشاہ ہمیشہ حجاز پر چڑھائیاں کرتے تھے۔ اور اُن کے دانت مکّے پر لگے رہتے تھے۔ منجی قوم منجی ملک ایسے پیدا ہوئے۔ کہ جس سال وجود باجود نے ظہور پایا خارجی دشمنوں کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ ہمارے بادشاہ ماجوج جزائر کے رہنے والے۔ حزقیل ۳۹ باب ۶ آیت۔ جن کا تسلّط ہزار سال ہجرت کے بعد موافق مکاشفات یوحنّا ضرور تھا۔ ۲۰ باب ۷ و ۸ آیت۔ جزائر برطانیہ سے یہاں پہنچے۔ یہ الٰہی چھاؤنی اُن سے محفوظ رہی۔ عزیز شہر کا گھیرنا بھی دُور ہی رہا۔ (کیا یہ امداد یہ نصرت الٰہی بُت پرستی کی حفاظت کے لئے تھی۔)

رسالتمآب کا پیدا ہونا عرب کے لئے کیسی خوش قسمتی ہوئی۔ کوئی بادشاہ اُن پر متسلّط ہونیوالا نہ رہا۔ آزاد ہوگئے۔ تعجب ہے۔ ٹرکی سلطان جو برائے نام اُن کے بادشاہ ہیں۔ وہ بھی خادم الحرمین ہونا فخر سمجھے۔ دیکھو آپکا وجود باجود عرب کے لئے کیسا نشان نبوت ہے،۔

دُنیا میں کوئی شخص قوم کا آزادی بخش اگر ایسا ہوا ہو۔ تو اسکی نظیر پیش کرو۔ اگر تمام مخلوق میں ایسے وجود باجود کے پیش کرنے سے عاجز ہو۔ تو ہمارے ہادی کا فعل یقیناً معجزہ اور خرق عادت سمجھو۔ جس نے اپنے سامنے پوری کامیابی کو دیکھ لیا۔ آپ کا تمام ملک آپکی تمام قوم آزاد ہوکر آپکی فرمانبردار اور مکرم اور دُنیا پر ممتاز بن گئی۔ مسیح کی کامیابی جیسی ہوئی۔ اُس پر اناجیل کی شہادت کو دیکھ لو۔ وید کے ملہم (اگر ملہم ہیں) دشمنوں کی تباہی اور اپنے فتوحات ہی مانگتے رہے۔ اُن کی الہامی دُعاؤں کی برکت آریہ ورت پر اُلٹی ہی پڑی۔ غور کرو۔ ایسا ناکامیابی کا الہام کدھر سے ہوا۔

موسیٰ کا خیال مت کرو۔ اوّل[1] تو وہ آنحضرت صلعم کے مثیل ہیں۔ دوم[2] موسیٰ نے اپنی قوم کو بیابان ہی میں چھوڑا۔ منزل مقصود تک نہ پہنچا۔ بلکہ موسیٰ آپ بھی ملک موعود میں نہ پہنچے۔ محروم ہی رہے۔ تورات استثنا ۳۲ باب ۵۲ آیت۔

میرے اس مضمون کو قرآن سے تصدیق کرنا ہو تو پڑھو ابتدائے نعمت پر قرآن فرماتا ہے۔

اَلَمْ[1] تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔ سورۂ فیل۔ سیپارۂ ۳۰ رکوع ۳۰

اور آخری نعمت پوری کامیابی پر جو سچائی کا معیار ہے۔ فرمایا۔

اَلْيَوْمَ[2] يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ سورۂ مائدہ سیپارہ ۶ رکوع ۵

اے قوم کے حامیو۔ قوموں کے مصلحین کے قدر کرنیوالو۔ اے قوم کو عروج کیطرف بلانے والوں کے قدردانو۔ اُس منجی قوم۔ حامی قوم۔ فخرِ ملک کے خرق عادت پر قربان ہو جاؤ۔ آؤ۔ اُسی کا اتباع کریں۔ اُسی کا طرز اختیار کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپنے یتیمی میں پرورش پائی۔ ابتداءً عبدالمطلب کے پاس جو آپکے دادا تھے۔ پھر اپنے چچا ابوطالب کے گھر۔ تمام مؤرخ اِس بات پر متفق ہیں کہ حضور کے اعلیٰ درجہ کے چال چلن سے چچا اور بھتیجے میں پرلے درجہ کی محبّت ہو گئی تھی۔ اور آپ تمام شہر میں ہر دلعزیز بن گئے تھے۔

ابوطالب سیر یا سفر میں آپکو علیحدہ نہ کرسکے۔ بلکہ ساتھ ہی لے گئے۔ حالانکہ آپ کا سن اُس وقت نو۹ برس کا تھا۔ (دیکھو ابوالفداء)

یہ بات فراموشی کے قابل نہیں کیونکہ عیسائی کہتے ہیں آپنے یہود سے

---

[1] تُو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے ربنے ہاتھی والوں سے۔ کیا نہ کر دیا اُن کا داؤ غلط ۱۲

[2] آج نا اُمید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر مَیں نے احسان ۱۲

تعلیم پائی۔ کیا نو برس میں ایسی تعلیم۔ اور یہودیوں یا عیسائیوں میں ابتک الٰہی علم ہی کیسا ہے۔ ایسا ہے کہ اب تک یہود نے مسیحؑ کو بھی نہ جانا۔ اور عیسائیوں نے کبھی اللہ کو اللہ مجسّم یقین کیا کبھی مریم کی تصویر پر گوٹے کناری کے کپڑے چڑھائے۔ یہی علم ہیں۔

اس سفر میں بحیرہ نام راہب نے اپنی فراست سے ابوطالب کو کہا۔ یہ لڑکا ایک نہایت ہی درجے کا عظیم الشان ہونے والا ہے اور پرلے درجے کا روشن دماغ ہے۔ حسنِ اخلاق اور فیاضی میں بینظیر ہونے کے علاوہ یہ بے ریب قوم کو نجات دینے والا ہوگا۔ اِسکی سخت حفاظت کیجیو[۵۱]۔

ہوازن کی خطرناک لڑائی میں جو نو برس تک رہی۔ آپنے اپنے آپکو چودہ[۱۴] پندرہ برس کی عمر میں بڑا ہی لائق اور قوم کا محافظ ثابت کیا[۵۲]۔ آپ کی لیاقت اور راستی اور سچی شرافت اور سادہ چال چلن کے باعث آپ کو قوم کی طرف سے امین کا خطاب[۵۳] ملا۔

پچیس[۲۵] برس کی عمر میں خدیجہ نام ایک قریشیہ دولتمند بی بی کی جانب سے آپ تجارت کے طور پر بلادِ شام کو تشریف لے گئے۔ یہ سفر بھی چند روز اور تجارت میں گذرا۔

یاد رہے کُل دو ہی سفر حضور نے کیئے ہیں۔

سفر میں ایسی وفاداری اور لیاقت اور دیانت اور امانت کو عمل میں لائے کہ اُن بی بی نے اسکے شکریے میں آخر آپکے ساتھ بڑی دھوم دھام سے شادی کی۔

تمام نامی اور گرامی رؤسائے حجاز طرفین سے اس شادی میں جمع ہوئے۔ اور بڑے لطیف اور پُر زور فصاحت و بلاغت کے خطبے پڑھے گئے۔ یہ خطب ابن ہشام اور زرقانی اور ابن اثیر نے بیان کیئے ہیں۔

پھر آپنے پچاس[۵۰] برس سے زیادہ عمر تک اِسی ایک بی بی خدیجہؓ کے ساتھ زندگی بسر کی جس کے ساتھ آپکا پچیس[۲۵] برس کی عمر میں نکاح ہوُا۔ اور وہ بی بی نکاح کے وقت چالیس[۴۰] برس کی

---

[۵۱] ابن ہشام ۱۱۴ - ابن الاثیر جلد۲ ۴۶ - طبری ۲۴۵ [۵۲] ابن ہشام ۱۱۷ [۵۳] ابن ہشام ۱۱۷ - طبری جلد۲ ۳۸۰ -

عمر کی تھیں۔ اور اس خوبی سے اس تعلّق کو پورا کیا کہ وہ بلا تامل حضور کی دعوتِ اسلام پر پہلے ہی روز ایمان لائیں۔

میں خدیجہؓ کی شہادت سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ جو انہوں نے آپ کے ابتدائی دعویٰ نبوت میں دی ہے۔

حضور علیہ السّلام نے جب ندائے الٰہی سُنی اور دیکھا کہ تمام دُنیا اس وعظ کی مخالف ہو گی جب آپ نے فرمایا۔ خدیجہ مجھے اپنی جان پر خوف بن گیا۔ تو وہ کہتی ہیں۔

اَبْشِرْ[1] فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ بخاری تفسیر سورہ اقرأ۔

غور کرو۔ پچپن سالہ بی بی آپکی ہم قوم جو پندرہ سال سے آپکے بیاہ میں ہے کیا گواہی دیتی ہے۔ خدیجہؓ کی گواہی ایسے وقت میں جبکہ آپ غمگین اور مضطرب تھے۔ غور کے قابل ہے۔ اگر آپ میں یہ صفات نہ ہوتے۔ تو خدیجہؓ کا بیان اُسوقت ہرگز تسلّی کا موجب نہ ہوتا۔

حضور کی قوم میں کوئی دینی کتاب کوئی قانون نہ تھا۔ کوئی سلطنت نہ تھی۔ حضور نے نبوت سے پہلے ایک عجیب تحریک کی۔ جسکو دیکھ کر اور سُنکر انسانیت والے انسان عش عش کر جاویں۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب بنو اسد بنو زہرہ تیم بن مرہ کے درمیان ایک معاہدے کی تحریک فرمائی۔ اور معاہدہ یہ تھا۔ کہ کمزور اور مظلوم پر ظلم نہ ہو۔ اور انکی حفاظت کی جاوے۔ ابن اثیر۔ جلد ۲ صفحہ ۲۹۔

کعبے کی مرمت میں کونے کے پتھر حجر اسود کے رکھنے پر تمام قبائل حجاز میں اس بات پر نفاق شروع ہوا کہ اس کونے کے پتھر کو کون شخص اُٹھا کر رکھے۔ قریب تھا تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو۔ اس حقیقی کونے کے پتھر نے جسکی پیشینگوئی کیلئے تصویری زبان میں دانیال ۲ باب ۳۴ متی ۲۱ باب ۴۲ یسعیاہ ۲۸ باب ۱۶ میں مذکور ہے۔ (وہ پتھر قدیم سے عرب کے مقام مکّۂ معظمہ کے کونے میں

---

[1] خوش ہو پس خدا کی قسم کبھی تجھے اللہ ذلیل نہ کریگا۔ تو بیشک صلہ رحمی کرتا۔ اور سچ بولتا ہے۔ اور دُکھ والے کا دُکھ برداشت کرتا اور مفلس کو دیتا اور مہمان نوازی کرتا اور بھلے کاموں میں وقتاً فوقتاً مدد دیتا ہے۔

دھرا تھا) اُس کا ایسا فیصلہ کیا کہ قوم پر ثابت کر دیا۔ میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام و نجات ہے۔ مجمل قصہ یُوں ہے۔ جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہُوا کہ اس پتھر کو کون رکھے تو اُن لوگوں نے یُوں ٹھانی۔ جو پہلے دروازے سے اندر آوے۔ وُہی اس کا رکھنے والا ٹھہرے۔ اتنے میں حضور آ نکلے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور پتھر اُس میں رکھ کر حکم دیا کہ تمام قومیں بالاتفاق اِس چادر کو اُٹھالیں۔ اِس سچے سبب اور سچے کونے کے پتھر نے اِس آفتِ قتل و قتال سے قوم کو آرام بخشا۔ یہ واقعہ آپ کی پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں ہُوا۔

ایک نہایت عجیب واقعہ سُنائے بغیر ابتدائے ایام نبوت کے حال سے مَیں خاموش نہیں رہ سکتا۔

عثمان بن ہویرہ ایک عرب عیسائی ہوگیا۔ اُس دشمنِ قوم نے قسطنطنیہ کے دربار میں قیصر روم سے جاکر وعدہ کیا کہ حجاز کا ملک مَیں آپ کے قبضے میں کرائے دیتا ہوں۔ پھر اُس شیطان نے یہاں مکّہ معظمہ میں اپنا منشا پُورا کرنے کے لئے کارروائی شروع کی۔ مگر اُس دشمنِ ملک کا راز صرف حضور کی عاقبت اندیشی سے کُھل گیا۔ اور اُس شیطان دشمنِ قوم کو اس خسران کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کہ خائب و خاسر ہلاک ہُوا۔ کاٹسن دی پرسول جلد ۱ صفحہ ۲۳۵۔ میور جلد ۲ صفحہ ۴۴۔

سوالات ہرقل قیصر رُوم	جوابات ابوسفیان
	جبکہ ابوسفیان آپ کا سخت منکر تھا۔
۱۔ محمدؐ قوم کا کیسا ہے۔ (انبیا اشراف ہوتے ہیں۔	۱۔ قوم کا بڑا اشریف اور نجیب الطرفین ہے۔
۲۔ تمہاری قوم (قریش) میں کبھی کسی نے ان سے آگے بھی اِس طرح نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ (دعویٰ عادت نہ ہو)	۲۔ ایسا دعویٰ ہماری قوم میں کسی نے کبھی نہیں کیا۔
۳۔ اِسکے بزرگوں میں کوئی ایسا بادشاہ گذرا ہے جس کی بادشاہت جاتی رہی ہو۔ (بادشاہت کا خیال ہو)	۳۔ ایسا کوئی بادشاہ اُس کے آبا و اجداد میں نہیں گذرا۔

سوال	جواب
۴- امیر لوگ علی العموم اس کے فرماں بردار ہوتے ہیں یا غریب	۴- غالباً غریب اور مساکین لوگ اس کے تابع ہوتے ہیں۔ (اکثر اتباع انبیا غربا ہوئے)
۵- دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں	۵- دن بدن بڑھتے ہیں۔
۶- کوئی آدمی محمدؐ کے دین میں داخل ہو کر ان دنوں مرتد ہوتا ہے یا نہیں۔	۶- کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ محمدؐ کے دین کو برا جان کر اُسے کوئی نہیں چھوڑتا۔
۷- اس دعوے سے پہلے یہ شخص جھوٹ کا عادی تھا یا نہیں۔	۷- اس کو ہم لوگ ہمیشہ سچا اور راست گو یقین کرتے تھے۔
۸- کیا لڑائی میں عہد شکنی کرتا ہے یا نہیں۔	۸- آجتک اُسنے عہد شکنی نہیں کی آگے دیکھیے کیا کرتا ہے۔
۹-۱۰- تمہارے اور اُسکے درمیان لڑائی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو کون فتحیاب ہوتا ہے۔	۹-۱۰- کبھی وہ فتح پاتا ہے۔ اور کبھی ہم غالب آتے ہیں۔
۱۱- تم کو کیا حکم کرتا ہے۔	۱۱- اللہ کی بندگی کرو۔ ذرہ بھی شرک نہ کرو۔ مُشرکوں کی تقلید مت کرو۔ اور حکم کرتا ہے نماز پڑھنے سچ بولنے اور گناہوں سے بچنے اور صلۂ رحمی کا۔
اِن جوابات کے بعد ہرقل نے کہا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ وہ سچا نبی ہے۔ یہی باتیں انبیا کے نشان ہیں۔	

جب مکے کے رؤسا نے جمع ہو کر آپکے مُربی چچا ابو طالب سے کہا کہ وہ آنحضرت صلعم کو نئے دین کے وعظ سے روکے یا اُس کی حفاظت سے دست کش ہو۔

ابو طالب نے بھی قومی غیظ و غضب کو پسند نہ کیا۔ اور چاہا کہ آنحضرت صلعم توحید کے وعظ سے رُک جاویں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ اے چچا! اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے اور ماہتاب کو بائیں لائیں۔ اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں۔ تو یقیناً یقیناً میں باز نہ رہونگا۔ جب تک دینِ الٰہی ظاہر نہ ہو۔ یا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

ایک بار اہلِ مکہ نے جمع ہو کر کہا۔ اگر تجھے دولت کی خواہش ہے۔ تو ہم مال جمع کر دیتے ہیں۔ اگر

ریاست کا خیال ہے۔ تو ہم تجھے رئیس بنانے کو طیار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو آپ نے سورہ حٰم تیرے ...
جس میں لکھا تھا۔

قُلْ[1] اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔

اور یہ بھی فرمایا۔

مَآ[2] اَطْلُبُ اَمْوَالَكُمْ وَلَا الشَّرَفَ فِيْكُمْ وَلَا الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ۔

اور قرآن میں بار بار فرمایا۔

مَا[3] سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ سورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔

بنو صعصعہ کے قبیلے سے ایک شخص نے مکے میں جب آپ کو سخت تکالیف لاحق تھے۔ کہا اگر ہم تیرے معین و مددگار ہوں۔ تو اپنے پیچھے ہم کو جانشین بنائیگا۔

تو آپ نے فرمایا۔

اَلْاَمْرُ[4] اِلَى اللّٰهِ حَيْثُ شَاءَ۔ ابن ہشام جلد اوّل۔ صفحہ ۱۴۳۔

اِسپر وہ آدمی بگڑا۔ مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔

مسیلمہ یمامہ کا رہنے والا جسکو اکثر اسلامی کتابوں میں مسیلمہ کذاب کہتے ہیں۔ اور کذاب اسلئے کہ وہ بھی مدعی نبوت ہوا۔ مگر وہ ابوبکرؓ کے زمانے میں قتل کیا گیا۔

اور توراۃ اور نبیوں کی کتابوں میں لکھا تھا کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا۔ یہ شخص بہت سے

---

[1] تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم۔ حکم آتا ہے مجھکو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے۔ سو سیدھے رہو اُس کی طرف۔ اور اُس سے گناہ بخشواؤ۔ اور خرابی ہے شرک والوں کی ۱۲

[2] میں تمہارے مال نہیں مانگتا۔ تم پر بزرگی نہیں چاہتا۔ تم پر بادشاہ ہونا مجھے مطلوب نہیں ۱۲

[3] جو میں نے تم سے مانگا کچھ نیگ سو تمہیں کو پہنچے۔ میرا نیگ ہے اوسی اللہ پر ۱۲

[4] یہ بات خدا کی طرف سے ہے جہاں چاہے ۱۲

...ساتھ لیکر آیا۔ (لاکھ سے زیادہ لوگ اسکے مطیع تھے) اور کہا اگر آنحضرت صلعم مجھے اپنا جانشین بنادے تو مَیں اُس کا حامی ہوجاتا ہوں۔ پر آپکو کسی کی اعانت سے کیا کام تھا۔ یہی آپ نے جواب دیا۔ اور آپکے ہاتھ میں اُس وقت کھجور کی شاخ تھی۔

[1] لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذِهِ (قِطْعَةَ جَرِيْدٍ) الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ۔ بخاری نصف اوّل جلد ۲ صفحہ ۲۲۸۔

غرض آپ کی تمام اس کارروائی سے ثابت ہوتا ہو کہ آپکو اپنی راستی پر خدا کی امداد پر پورا بھروسا تھا۔ اور کچھ بھی دنیوی لگاؤ نہ تھا۔

انس آپکا خادم کہتا ہو۔ مَیں نے دس برس آپ کی آخر ایام وفات تک خدمت کی۔ مجھے کبھی اپنے کاموں میں نہ فرمایا کہ تُو نے یہ کام کیوں کیا۔ یا کیوں نہ کیا۔ اگر بی بی صاحبان میں سے کوئی بی بی مجھپر کسی ایسے کام پر جو مجھ سے بگڑ جاتا۔ خفا ہوتیں۔ تو آپ فرماتے۔

[2] فُعِلَ مَا قُدِّرَ۔

اور اپنی تعظیم اور تکریم کی نسبت فرماتے ہیں۔

[3] لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہو۔ آپ بیمار تھے۔ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے۔ بیٹھ گئے۔ صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے۔ اُنہیں اشارہ کیا۔ تم سب بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو یہ بات میری خاص تعظیم خیال کی جاوے۔

شرک کی گرفتار قومیں نئی نئی توحید میں داخل ہوئیں۔ ایک نے آکر کہا۔ شاہانِ فارس اور روم کو اُن کی رعایا سجدہ کرتی ہو۔ کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں۔ آپنے فرمایا۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو۔

---

[1] اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ مانگے۔ تو مَیں تجھے نہ دُونگا۔ تو نہ بڑھ نکلیگا خدا کے حکم سے جو تیرے حق میں ہوچکا اور اگر تو نہ مانے اور مُنہ پھیر لے۔ تو ضرور خدا تیری کچیں کاٹے گا۔ ۱۲

[2] وہی ہوا۔ جو مقدر میں تھا۔ ۱۲

[3] ایسے مت کھڑے رہو۔ جیسے اور قوموں میں رواج ہے۔ ۱۲

کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرو۔

وہی قومیں جن کے رگ و ریشے میں شرک رچا ہوا تھا۔ اور جو مافوق الفطرت طاقتیں مقربان بارگاہ حق کی ذات میں یقین کرتی تھیں۔ اُن کو بار بار سُنایا۔

قُلْ[1] لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ۔ سورۃ الانعام۔ سیپارہ ۷، رکوع ۱۱۔

قُلْ[2] لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ سورہ انعام۔ سیپارہ ۷، رکوع ۱۳۔

وَعِنْدَهٗ[3] مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ سورہ انعام۔ سیپارہ ۷۔

ایک شخص نے اتنا ہی کہا۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ تو آپ گھبرائے۔ اور فرمایا۔ اَجَعَلْتَنِىْ لِلّٰهِ نِدًّا۔ کیا تو نے مجھے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ شرک کے گرفتار توحید میں آتے ہیں۔ خدائی بپتسما پاتے ہیں۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (رنگ اللہ کا اور کون اچھا ہے اللہ کے رنگ میں) میں رنگین ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو اپنے ہادی کو نافع و ضار سمجھ بیٹھیں اُن کو حکم ہوتا ہے۔

وَّاَنَّ[4] الْمَسٰجِدَ[5] لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا۔

---

[1] تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔۱۲

[2] تو کہہ اگر میرے پاس ہو جسکی شتابی کرتے ہو۔ تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف۔۱۲

[3] اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی نہیں جانتا اُن کو کوئی اس کے سوا۔۱۲

[4] اور یہ کہ سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ کا ہے۔ سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اُس کو پکارتا۔ لوگ کرنے لگتے ہیں اُسپر ٹھٹھا۔ تو کہہ میں تو یہی پکارتا ہوں۔ اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اُس کا کسی کو۔ تو کہہ میرے ہاتھ میں نہیں تمہارا بُرا۔ اور نہ راہ پر لانا۔ تو کہہ مجھ کو نہ بچاویگا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اسکے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ۔۱۲

[5] اور حدیث میں آیا ہے جُعِلَتْ لِىَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا۔ میرے لئے زمین مسجد بنائی گئی۔ پس مساجد کے معنی زمینیں ہیں۔۱۲ منہ سلمہ

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ۔ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ سورہ جن۔ سیپارہ ۱۹۔ رکوع ۱۱۔

جس نے آکر نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ اِلَیْكَ کہا اُسپر غضب طاری ہوا۔
(سپارشی لاتے ہیں اللہ کو تیری طرف)

موجودہ زمانہ یُوں گزرا۔ حالت مرض موت میں آگے کی طیاری ہوتی ہے۔ اِس میں دیکھو توحید ہی کی طرف کیا توجہ ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ[۱] الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ۔ وَلَا تُطْرُوْنِیْ كَمَآ اَطْرَتِ النَّصٰرٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ۔

صحابہ نے توحید کا ایسا خیال رکھا کہ آپ کی قبر کو بالکل بند کر دیا۔ تاکہ نظر بھی نہ آوے اور سجدہ گاہ نہ بنے۔

ذاتی منافع کا حال سُنو

اپنے اور اپنی تمام قوم بنو ہاشم پر صدقات کو حرام کر دیا۔ مرنے کے ایام میں اتنا پاس نہیں۔ کہ آخر عمر میں بقدر ایام مرض آرام سے کھاتے پیتے۔ اُن دنوں کے لحاظ سے ضروری اور نہایت ضروری سامان حرب زرہ ہوتی ہے۔ وہ بھی چند آثار جو کے دانے کے عوض میں ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ ایک صاع غلہ (آٹھ سیر کے قریب) گھر میں رات کو نہ رہتا حالانکہ آپکی ۹ بیبیاں تھیں۔ کھلی اور سادہ چٹائی پر بستر انتھا۔ کھجور اور پانی پر بسر اوقات تھی۔ باہمہ کثرت عیال اور کنبے کے۔ باوجود اتنی فتوحات کے۔ باوجود اسقدر شاگرد پیشہ کے۔ بیبیوں کے واسطے قرآن کریم میں حکم ہوتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ[۲] قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ

[۱] یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنایا۔ میری بڑائی ایسی نہ کیجیو جیسے نصاریٰ نے مسیح ابن مریم کی کی ہے ۱۲

[۲] اے نبی کہدے اپنی بیبیوں کو اگر تم چاہتی۔ دُنیا کا جینا اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دُوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے ۱۲

أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ سورہ احزاب۔ سیپارہ ۲۱

اگر تعظیم کا خیال ہو۔ تو نظر کرو۔ عباس آپکے چچا صاحب فرماتے ہیں۔
مَا[1] كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا۔

یورپین کی شہادت محمدؐ صاحب کی نسبت

واشنگٹن ارونگ اپنی انگریزی کتاب موسومۂ لائف آف محمدؐ کے صفحہ ۱۹۴ میں لکھتے ہیں کہ اُنکے اوائل زمانے سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اُن کو ایسے ناراست اور عجیب افترا سے جسکا اُنپر الزام لگایا گیا ہی کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا۔ خدیجہؓ کے ازدواج سے تو فی الحال وہ صاحبِ ثروت ہو چکے تھے۔ اور اپنی وحی ادعائی کے اظہار سے تو سالہا سال پیشتر اُنہوں نے صاف کہدیا تھا کہ مجھے اپنے سرمائے کے اضافے کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصولِ جاہ مُراد تھی۔ حالانکہ وُہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل اور امانت میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالیشان قبیلے اور اسکے معزز اور ممتاز شعبے میں سے تھے۔ تو کیا حصولِ منصب مطلوب تھا۔ مگر کئی پشتوں سے تو تولیت کعبہ اور امارتِ حرم خاص اُنھیں کے قبیلے میں تھی۔ اور اُنکو اپنی وقعت اور حالات سے اور بھی عالی مرتبہ ہونیکا یقین تھا لیکن جس دین میں اُنہوں نے نشو و نما کی تھی۔ اُسی کے استیصال کرنے میں تو اُنہوں نے ان سب منافع کی بیخکنی کر دی۔ حالانکہ اسی مذہب پر تو اُنکے قبیلے کی جاہ و عزت کا دار و مدار تھا۔ اسکی بیخکنی کرنے سے ضرور ہوا کہ اُنکے اقربا کی عداوت اور اہلِ شہر کے غیظ و غضب اور تمامی اہلِ ممالک عابدین کعبہ کی دشمنی و عناد پیدا ہو گیا۔ انکی تمشیت خدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صریح نہ تھی جو اُنکے ان مصائب کی اجر جزیل ہوتی اور جسکی طمع کے دھوکے میں پڑتے۔ بلکہ برخلاف اسکے اسکی ابتدا تو اشتباہ و اختفا میں ہوئی۔ برسوں تک تو اُس میں کوئی معتدبہ کامیابی نہ ہوئی۔ جیسے

[1] کوئی بھی صحابہ کرام کو محمدؐ رسول اللہ سے بڑھ کر پیارا نہ تھا۔ اور صحابہ کا طرز یہ تھا کہ جب آپکو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے۔ ۱۲

جیسے انہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وحیوں کو آشکار کیا۔ ویسے ہی اور اُسی قدر لوگوں نے اُن سے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا۔ اور آخر کو بُری بُری طرح سے اذیتیں دیں۔ جس سے اُن کی اور اُن کے رفقا کی ریاستیں برباد ہوگئیں۔ اور چند اُنکے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور اُنہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپے رہنا پڑا۔ اور بالآخر گھر ڈھونڈنے کیلئے ہجرت کرنی پڑی۔ پس کس غرض سے وہ برسوں تک اسی تزویر کی صورت میں اصرار کرتے۔ جس سے اسی طرح سے اُنکی سب دنیوی دولتیں اُنکی زندگی کے ایسے وقت میں کہ اُنکو پھر مجدداً حاصل کرنے کا بھی زمانہ نہیں رہا تھا۔ خاک میں ملجائیں۔ انتھی کلامہ۔

راڈویل دیباچہٴ ترجمہ قرآن شریف کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۶۱ءمیں لکھتے ہیں۔ بلکہ دلیلوں سے ثابت ہو کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے۔ کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بُت پرستی سے چھوڑا دیں! اور یہ کہ نہایت مرتبے کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الٰہی کا جو اُن کی رُوح پر بدرجہٴ غایت مستولی ہورہی تھی۔ اشتہار کریں۔

ڈاکٹر اے اسپرنگر۔ اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں۔ محمدؐ تیز فہم اور نہایت مرتبے کے عالی نظر تھے۔ صاحب رائے اور عالی مذاق تھے۔ گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر بہت کرکے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اُس کے عمدہ فضائل ہیں۔ اُنکے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اُن کو نکلتے ہُوئے آفتاب برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور آواز آب اور پرندوں کے نغمے حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سُنائی دیتے تھے۔ اور سُنسان جنگلوں۔ اور پُرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

گاڈفری ہنگس۔ اپالوجی مطبوعہ ۱۸۲۹ء میں لکھتا ہے۔ محمدؐ کے رویے جانچنے میں

تم کہتے ہو۔ آپ شریر اور مکار تھے۔ ہم کہتے ہیں۔ آپ زمانے کے سقراط تھے۔ جب ہم آپ کو برائیوں سے متصف سُنتے ہیں۔ تو آپ کے رویئے کی طرف نظر کرتے ہیں۔ جو فریقین کے قول سے ابتدائے عمر اور ایام شباب میں رہا ہے۔ ہم پُوچھتے ہیں۔ اس عجیب رویئے سے آپنے کیا مقصد سوچا۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کا مقصد دو حظ نفسانی تھے۔ اوّل عورتوں سے عشرت کرنا۔ دوم استیحاب بلند حوصلگی جس سے یہ غرض ہو کہ ایک شہر کے تاجر بنکر اپنے آپکو بادشاہِ دُنیا بنادیں۔ اس کی طیاری کے لئے آپنے چودہ برس خلق سے کنارہ کیا۔ اور اپنا طور بے عیب رکھا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ دُنیا کی تاریخ میں کوئی بات اِسکے مثل اور بھی پائی جاتی ہے۔ اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی۔ تو یہ عجیب وغریب معاملہ ہو کہ آپنے ۲۵ برس کی عمر میں جو وقت کہ خاص جوشِ جوانی کا خیال کیا جاتا ہو۔ صرف خدیجہؓ ہی سے نکاح کیا۔ جو آپ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ اور گو بموجب قواعد اپنے ملک کے آپ بہت سے نکاح کرسکتے تھے۔ مگر آپ اس قاعدے سے متمتع نہ ہوئے اور تاحین حیات اُس بیوی کے اُسی کیساتھ ۲۷ برس مع عیال کثیر کے نباہ کیا[۱]۔ اگر محمدؐ کا مقصد صرف بلند حوصلگی ہی تھی۔ تو بذریعۂ سازش کے کوشش کر کے اپنے آپکو محافظ کعبہ کیوں نہ کرالیا۔ اس عہدے پر پہلے آپ کے آباء واجداد مامور تھے۔ اور جس شخص کے نام یہ عہدہ ہوتا تھا۔ وہ کُل ریاست بلکہ واقع میں تمام عرب کے اندر اوّل درجے کا رئیس گنا جاتا تھا۔ اگر صرف بلند حوصلگی مقصود تھی۔ تو یہ امر کہ اپنے آپکو یہودیوں کا مسیح بیان کرتے۔ بہتر تھا بہ نسبت اُس طریق کے جو آپنے اختیار کیا یعنی آپکو مسیح کا پیرو ظاہر کیا۔

اِس میں شک نہیں کہ اگر آپؐ اور آپکے جانشین اس رویئے کو اختیار کرتے اور بیت المقدس کو اپنا مسکن بناتے تو کل کمبخت یہودی آپکے زمرے میں داخل ہوجاتے۔ اور عیسائیوں میں سے بھی کم سے کم اسقدر آملتے۔ جسقدر کہ دُوسری صورت کے اختیار کرنے میں شامل ہوئے۔ دفع التلبیسات

[۱] نوٹ۔ جو صفحہ ۲۳ پر درج ہے۔ ۱۲

نوٹ۔ ترپن برس کی عمر کے بعد جب شہوانی قوائے قدرت کم ہو جاتے ہیں۔ آپ نے چند بیوہ اور ایک کنواری بی بی سے شادی کی۔ جن کی کل تعداد نو سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ آپکے ملک میں کوئی عیب نہ تھا۔ اگر جوانی میں کئی بیاہ کر لیتے۔ اور نہ قانونِ قدرت کی ممانعت تھی۔ مگر ان بیاہوں کے بھی چند اسباب تھے۔

اوّل[۱]۔ عام عورتوں کیلئے جو اسلام میں داخل ہوتی تھیں۔ معلّمات کی ضرورت تھی۔

دوم[۲]۔ ان ایّام میں چند غریب عورتوں کی پرورش۔ اگر بدون نکاح حضور متکفل ہوتے۔ تو پادری اور الزام پر کمر باندھتے۔

سوم[۳] بعض ملکی مصلحتیں جو ایسے ملکوں اور ایسی قوموں میں نکاح کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

جو لوگ آپکی تعلیم سے طیار ہوئے وہ کیسے نمونہ تعلیم محمدی کے تھے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السّلام کی تعلیم میں تھے وہ کیسے نمونہ تھے۔

ایک نمونہ وہ ہیں۔ جنکو فرعون کی غلامی سے موسیٰ کے سبب آزادی ملی۔ مصر کے آہنی تنور سے۔ یرمیا ۱۱ باب ۴۔ بہت کچھ مال و اسباب لے کر بڑے سمندر سے خشکی پر نکلے۔ موسیٰ کے ذریعہ منّ و سلویٰ کھایا۔ جب موسیٰ نے حکم دیا (حالانکہ موسیٰ بنی اسرائیل کے لئے خدا سا تھا۔ خروج ۷ باب ۱۰) تو صاف انکار کر گئے۔ دیکھو گنتی ۱۳ باب ۲۳۔ و گنتی ۱۴ باب ۱-۳ قرآن شریف میں بھی اس کا اشارہ ہے۔

[۱] قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا۔
[۲] قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔ سورہ مائدہ رکوع ۴

---

[۱] بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاوینگے جبتک وہ نہ نکل چکیں وہاں سے ۱۲
[۲] بولے اے موسیٰ ہم ہرگز وہاں نہ جاوینگے جبتک وہ اس میں رہیں گے۔ سو تُو جا اور تیرا رب اور دونوں لڑو۔ ہم یہاں ہی بیٹھیں گے ۱۲

ایکؔ نمونہ وہ ہیں۔ جن میں سے کسی نے تیس روپے پر اپنے راستباز اُستاذ کو پکڑوایا۔

دُوسؔرا کلیسا کا وہ پہلا پتھر ہے۔ جسکو آسمان کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ اور وہ ملعون کہکر اپنے مخلص رب سے انکار کر گیا۔ ایک ہیں۔

ہاؔوی کے پہاڑ پر آنے میں آٹھ پہر کی دیر لگی۔ تو بچھڑوں کو اپنا معبود بنالیا۔ دیکھو خروج ۳۲ باب۔ ایک ہیں۔

خاکسار بندے کے سر پر الوہیت کا تاج رکھا ہؤا یقین کرلیا۔ اُسی کے ملعون ہونے میں اپنی نجات سمجھے۔

اِدھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو دیکھیے۔

آپ کے اتباع میں وطن سے نکالے گئے۔ اموال واسباب سے محروم ہو گئے۔ کمال مصیبت کی حالت میں پوری کمزوری کے وقت میں کہتے ہیں۔

لَا[1] نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔

وَلٰكِنَّا[2] نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ۔

(بخاری جلد ۲۔ کتاب المغازی۔ مطبوعۂ مصر صفحہ ۳)

دو انصاری لڑکے جنگ بدر میں جس میں ابتدا کفار کی طرف سے ہوئی تھی۔ عین معرکۂ جنگ میں ایک صحابی سے پوچھتے ہیں۔

يَا[3] عَمِّ اَرِنِیْ اَبَا جَهْلٍ فَاِنِّیْ عَاهَدْتُ اللّٰهَ اِنْ رَاَيْتُهٗ اَنْ اَقْتُلَهٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا

سُمَیّہ عمار بن یاسر کی والدہ کو مکے میں ابوجہل نے سخت سخت ایذائیں دیں۔ اور اتنا ہی چاہا کہ بظاہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرے۔ لیکن اُس نے اپنی جان دیدینا اختیار کیا۔

---

[1] ہم نہیں کہتے جیسے موسٰی کی قوم نے کہا جا تو موسٰی اور تیرا رب اور دونوں لڑو ۱۲

[2] لیکن ہم تیرے داہنے اور تیرے بائیں اور تیرے آگے اور تیرے پیچھے تیرے دشمنوں سے لڑینگے ۱۲

[3] اے چچا مجھے ابوجہل کو دکھا دو۔ کیونکہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ اگر میں اُسے دیکھ پاؤں تو اُسے مار ڈالونگا۔ یا اُس کے آگے مر جاؤنگا۔ کیونکہ وُہ محمدؐ کو گالی دیتا ہے ۱۲

اور ایک کلمہ بے ادبی کا مُنہ سے نکالا۔ اُس عورت کی شرمگاہ میں اُس شقی نے برچھی ماری اور حلق کی راہ سے نکالی۔

ایک طرف بچھڑوں کی پرستش کا نمونہ۔ جو کچھ بنی اسرائیل نے دکھا (تورات دیکھنے والے پر مخفی نہیں) دوسری طرف تمام عیسائیوں نے مسیح جیسے خاکسار بندے کو خدا مان لینے میں (جو کہ عیسائی تعلیم سے مسیح کا نمونہ دکھا رہے ہیں) اس کا مقابلہ ان چند باتوں سے کر لو۔ اور پھر سوچو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں۔ اور موسیٰ و مسیح کے شاگردوں میں کیا فرق ہے۔

آپ کا جب انتقال ہو گیا جسوقت نبیؐ عرب دُنیا سے خدا کے پاس جا پہنچے۔ ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں لکچر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اَلَا[۱] مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔

وَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ۔

وَقَالَ[۲] وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۔ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔ سیپارہ ۴ ۔ رکوع ۶ ۔ قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ۔

آپ کے جانشینوں میں ابوبکرؓ ہیں۔ ایام سلطنت اور خلافت میں ہر روز آپ کا اور آپکے تمام گھر کا مع عیال واطفال کے کل ۲ دو درہم یعنی آٹھ آنے کے قریب خرچ ہے۔ وفات پر پُرانی

---

[۱] خبردار ہو جاؤ جو کوئی محمدؐ کو معبود مانتا ہو وہ جان لے محمدؐ وفات پا چکے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پُوجا کرتا ہو بس جان لے اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے۔ مرتا نہیں۔ اور پھر کہا بیشک تو (اے محمدؐ) مرنے والا ہے اور اگلے بھی مر چکے ۱۲

[۲] اور ابوبکرؓ نے کہا۔ اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے۔ پھر کیا اگر وہ مر جاوے یا قتل کیا جاوے تو پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں پر۔ اور جو کوئی پھر جاویگا اُلٹے پاؤں وہ نہ بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ اور نزدیک ہے کہ اللہ ثواب دیگا شکر کرنے والوں کو۔ پس لوگ چلا اُٹھے روتے ہوئے۔ ۱۲

چادروں میں دفن کیئے گئے۔

اور عمرؓ فاروق ہیں جنہوں نے فارس اور روم و شام اور جزائر کو فتح کیا۔ آپ کے کرتے میں بیسیوں پیوند تھے اور ایک چمڑے کا ٹکڑا بھی۔ انکے سپہ سالار ابو عبیدہؓ جیسے امین اور دنیا کے تارک۔ اور فارس کے حاکم سعدؓ بن ابی وقاص جو مشورۂ خلافت کے وقت عمرؓ کے بعد یا اینکہ اصحاب شوریٰ میں تھے۔ فقیرانہ حالت اور نہایت مسکنت سے گھر میں رہتے تھے۔

آپ کی تعلیم کا حال سنیئے۔ اور کہیں کہیں اور مذاہب سے بھی مقابلہ دیکھیئے۔ محمدؐ صاحب کی پہلی تعلیم اور پہلے روز کا الہام ہے۔

[1] اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔ سورۂ علق سیپارہ ۳۰۔

اِن آیات میں آپکی ترقی اور کامیابی اور کمالات پر جو کچھ لفظ رَبُّكَ اور خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اور رَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور عَلَّمَ الْاِنْسَانَ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ وہ عقل والے آدمی سے مخفی نہیں۔ پھر یہ پیشینگوئی جیسی پوری ہوئی وہ بالکل معجزہ ہے۔

دوسرا[2] الہام جو آپ کو ہوا۔

[2] يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ وَثِيَابَكَ[3] فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ سورۂ مدثر سیپارہ ۲۹۔

اِن آیات میں انذر اور کبّر نہایت غور کے قابل ہے۔ ابتدا ہی میں دشمنوں کو ڈر سنانے

---

[1] پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا۔ بنا آدمی لہو کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم (عزت والا) ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔ ۱۲

[2] اے لحاف میں لپیٹے ہوئے (یہ اشارہ قبل نبوت کی حالت پر ہے) کھڑا ہو پھر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی کو چھوڑ دو۔ اور نہ کر کہ احسان کرے۔ اور بہت چاہے اور اپنے رب کی راہ دیکھ۔ ۱۲

[3] ثیاب کے معنی نفس اور دل کے بھی ہیں۔ محاورہ ہے۔ ثیابی عن ثیابك ای قلبی عن قلبك ۱۲ منہ

اسلام کی پہلی اصل توحید

اور عظمت الٰہی کے بتانے کا حکم ہوتا ہے۔

آپنے (صلعم) اُصول اسلام میں پہلی اصل یہ قرار دی ہے۔ شہادت اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور یہی اقرار اور اسپر یقین اور اسپر عملدرآمد آپکے تمام اصولوں کی اصل ہو اور اس فقرے کا مطلب یہ ہے۔ کامل یقین سے گواہی دینا تمام صفات کاملہ کا موصوف اور تمام بُرائیوں سے پاک اور سچّا اور واقعی معبود صرف ایک ہی ہے جس کا نام اللہ ہو۔ اُس کے سوا دُوسرا کوئی بھی نہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف میں کلمۂ اللہ کو ہر جگہ موصوف کیا ہے۔ اور نیز کہا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ[1]۔ سُورۂ حمعسق۔ سیپارہ ۲۵ رکوع ۱۳

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[2]۔ سُورۂ محمد۔ سیپارۂ ۲۶ -

خدا کی عبادت ایسے طور سے کیجاوے کہ کوئی چیز خدا کے سوا دِل میں، زبان میں، حرکات میں۔ سکنات میں۔ معبود نہ ہو۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا[3]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۵ -

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ[4]۔ سورہ لم یکن سیپارہ ۳۰

یہودی اور عیسائی اس اسلامی اصل کا بظاہر اقرار کرتے ہیں۔ اور حسب کتب مقدسہ خود اسلام کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اُن کے یہاں بھی شرع کا بڑا اور پہلا حکم یہی ہو کہ خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان۔ اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر۔ (متی ۲۲ باب ۳۷ - استثناء ۶ باب ۵)

فائدہ۔ خلوص کا لفظ اور لاتشرک کا لفظ اس سارے سارے ساری کہنے سے

---

[1] اس کے مانند کوئی نہیں اور وہ ہے سُنتا دیکھتا ۱۲

[2] سو تُو جان رکھ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے ۱۲

[3] اور بندگی کرو اللہ کی۔ اور مت ملاؤ ساتھ اُس کے کسی کو ۱۲

[4] اور نہیں حکم کئے گئے۔ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص اُسکے واسطے بندگی ایک طرف ہوکر (یا ابراہیم کی راہ پر)

اعلیٰ درجے پر ہے۔

انصاف کرو۔ عیسائیوں کے صرف لسانی اور کتابی اقرار کی کیا قدر کی جاوے۔ جب وہ اُسکے ساتھ مسیحؑ ابن مریم جیسے خاکسار بندے کے سر پر الُوہیت کا تاج دھر الیقین کرتے ہیں۔ اگر وہ کہیں مسیحؑ کوئی علیحدہ اللہ نہیں۔ بلکہ اُسی اللہ خالق زمین و آسمان جامع صفات کاملہ۔ تمام نقائص سے منزّہ نے جب جسم کو قبول فرمایا۔ تو مسیح ابن اللہ کہلایا۔ ذاتاً وہ ایک ہی ہے۔ تو یہ بڑی سخت نافہمی اور غلطی ہوگی۔ کیوں ؟

عیسائی خدا کو بے حد اور بے انت مانتے ہیں۔ اور اُسے ہر جگہ موجود یقین کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بیحد ہر جگہ ہے تو وہ صرف محدود رِحم مریم میں کیونکر سمایا۔ جب وہ محیط کل ہے تو جسمانی حُدود نے اُس کا کیسے احاطہ کیا۔ اگر ابنِ مریم باعتبار مظہر الُوہیت ہونے کے ابن اللہ اور آلہ مجسم ہے۔ تو پھر کیوں تمام مخلوق مظہر نہیں ہو سکتی۔

اور کیوں ابن اللہ اور آلہ مجسم مانی نہیں جاتی۔ مسیح کھاتا پیتا لڑکپن سے تیس بتیس برس کی عمر تک پہنچا۔ جو کھانے پینے کا محتاج ہوُا۔ وہ تمام مخلوق کا محتاج ہوُا۔ پانی۔ ہوَا۔ چاند۔ سورج مٹی۔ نباتات۔ جمادات سب کی ضرورت اُسے لاحق ہوئی۔ جب محتاج بنا تو خدا صفاتِ کاملہ کا متصف نہ رہا۔ پھر عیسائی کہتے ہیں۔ یہود کے ہاتھ سے پٹا اور انکے ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا آخر ایلی ایلی پکارتے جان دی۔

یہ عذاب اور پھر جامع صفات کاملہ اور الُوہیت کا مستحق۔

عیسائیو۔ جب نظروں سے غائب تھا۔ اُس نے سب کچھ بنایا۔ نوح کے وعظ پر کان نہ رکھنے والوں پر۔ موسیٰؑ کے مخالفوں پر پانی پھیر دیا۔ جب مجسّم ہو کر ظاہر ہوُا۔ پٹا۔ مار کھائی انجیر کے پیڑ کے پاس بھُوکا پہنچا۔ پر اُس نے پھل نہ دیا۔ کیا نظروں سے پوشیدہ رہنا اُس کے لئے بہتر نہ تھا ؟ ظاہر ہو کر کیا کیا۔

بعض عیسائی شتر مُرغ کا طرز اختیار کر کے کہتے ہیں یہ نقائص بلحاظ انسانیت ہیں،

نہ بلحاظ الوہیت ۔ مگر مَیں کہتا ہوں ۔جب ابتداءً ارحم میں رونق افروز ہوئے ۔جسوقت میل جسمانی کی پہلی آن تھی ۔اُس وقت رحم آپکو محیط تھا ۔ یا آپ رحم کو ۔ پھر تم کو اوراوتاروں کے ماننے والوں پر کیا اعتراض ہی ۔ اسکی زیادہ تفصیل بحث الوہیت مسیح میں ہی ۔ بلکہ ہر ایک انسان ایسا دعویٰ کرسکتا ہی کہ مَیں بھی اِلٰہ مجسّم ہوں ۔ جب کسی نے کہا کہ کوئی قدرت دکھاؤ ۔ اور نہ دکھاسکے ۔تو کہدیا یہ نقص بلحاظ انسانیت ہے ۔ نہ بلحاظ الوہیت ۔

کفارہ

کفارے کے مسئلے پر غور کرنے سے صاف صاف عیاں ہی کہ عیسائی اُس قدوس کو متصف بصفات کاملہ اور منزہ رذائل سے اور قادر مطلق نہیں سمجھتے ۔حقیقت کفارہ یہ کہتے ہیں ۔ تمام آدمی گنہگار ہیں ۔ اوّل تو آدم کے گناہ سے اُن کا سرچشمۂ پیدائش مکدر ہوا ۔ پھر خود بھی اُس کی اولاد گناہ کا ارتکاب کرتی رہی ۔ خدا کے عدل نے چاہا ان سب کو گناہ کی سزا دے ۔ اِلّا اُسکے رحم نے دستگیری کی ۔ ابن اللہ نے جو اللہ مجسّم تھا اور حقیقت میں خود خدا تھا ۔ تمام ایمان والوں کے گناہ اپنے سر پر لیئے ۔اور ملعون ہوگیا ۔اور ایماندار نجات پاگئے ۔

غور کرو ۔ اوّل آدم کے گناہ سے اولاد کو گنہگار کرنا بظاہر خدا کی قدوسیت اور عدل اور رحم کے خلاف ہی ۔ اور یہی صفات کاملہ ہیں ۔ (یہ کلمہ خصم کے مسلمات پر ہے)

دوّم معلوم ہوتا ہے ۔حضرت کو مغفرت کی کوئی تدبیر نہ سوجھی ۔اور آپکی غیر محدود طاقت نے اتنا بھی نہ کر دکھلایا ۔ عدل کو قائم رکھکر رحم کو پورا کرتے ۔ عیسائیوں کے خدا نے اپنی ذات پاک کو ملعون کیا اور قدوسیت سے دُور پھینکا ۔ جیسے گناہ سے پاک تھے ۔ ویسے ہی عیسائیوں کے گناہوں سے آلودہ ہوئے ۔ اور پھر بھی رحم پورا نہ ہوا ۔ رحم کی صفت کا ظہور کامل طور پر نہ ہوا کیونکہ خدا کا ملعون ہونا مصلوب ہونا حسب اعتقاد نصاریٰ اس لئے تھا کہ گناہگار نجات بھی پاوے اور عدل بھی قائم رہے ۔

کفارہ

میں پوچھتا ہوں عیسائیوں کے سوا کل قومیں جو مسیح پر ایمان نہیں لائیں انپر بلکہ انسانی قوم کو چھوڑو۔ شیطان کی بتلاؤ۔ اُس پر عدل ہوگا۔ یا رحم ہوگا۔ یا دونوں۔ شیطان پر اگر عدل ہی ہوگا۔ تو رحم کہاں گیا۔ پھر یہاں کیلئے تو یہ تجویز کی کہ ایک گناہ کی سزا ابدی ٹھہرائی۔ اور اپنے لئے یا اپنے بیٹے کیلئے یہ خصوصیت گھڑ لی۔ کہ تین دن سزا پاکر چھوٹ گئے۔

غرض کفارے کا مسئلہ صاف ظاہر کرتا ہو کہ نہ تو خدا قدوس ہے اور نہ رحیم نہ عادل ہے۔ یہ کفارہ تمام بدکاریوں اور بیباکیوں کی جڑ ہے۔ اور توہمات کا سرچشمہ۔

پر قربان جائیے اسلامی کفاروں کے کیسے عقل اور فطرت کے مطابق۔ اور انکی صداقت پر قانون قدرت کی کیسی صاف شہادت ہے۔ اسلامی کفارات کیا ہیں۔ گناہوں کی سزائیں۔ گناہوں پر جرمانے۔ اور گناہ کے پیچھے نیکی۔ کیسا سچ ہو۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ (نیکیاں دُور کر دیتی ہیں بُرائیوں کو) قانون قدرت میں بھی دیکھو۔ قانون قدرت کی خلاف ورزی سے جب سزائیں آتی ہیں۔ تو اس خلاف ورزی کے بعد قانون کی متابعت اور خلاف ورزی کے نقصان پر کچھ خرچ ہی کرنا پڑتا ہے۔

عیسائی عقاید کے موافق اقرار توحید کے ساتھ اقرار تثلیث بھی نہایت ضروری ہو۔ ایک ہی چیز کو من کل الوجوہ واحد بوحدت حقیقیہ ماننا اور پھر اُسے تین کہنا اور عقل کو تمیز کو۔ یا عقل اور تمیز کو اسکا منجانب اللہ مکلف ٹھہرانا خدا کے رحم اور عدل کو باطل کرنا ہے۔

ایک طرف عقل کو تمیز کو اِس مسئلے کے فہم سے قاصر کیا۔ اور پھر اُسے مکلف بنایا۔ گویا خدا نے تکلیف مالا یطاق کا بوجھ اُسکے سر پر رکھا۔ اور یہ بات رحم اور عدل کے خلاف ہے۔

یہودی اللہ تعالیٰ کو جامع صفات کاملہ یقین کرتے ہیں۔ پر اُسکی رُوحانی تربیت کے لیئے ایک ہی یونیورسٹی یروشلم جیسے آریہ ورت ہی کو آریہ لوگ یقین کرتے ہیں۔ اور ایک ہی قوم کیلئے خدا کی فرزندی کو محدود کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں انبیاء اور خدا کی طرف سے مُنذر ایک ہی قوم بنی اسرائیل سے پیدا ہوئے۔ گویا عموم رحمتِ الٰہیہ کے قایل نہیں۔ قربان جائیے قرآن شریف

کے جو فرماتا ہے:-

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ سورۂ فاطر۔ سیپارہ ۲۲ ۔رکوع ۱۵[1]۔

فائدہ۔ اسلامی عقاید میں یہ امر ضروری التسلیم ہے کہ سب انبیاء و رسل پر ایمان لایا جاوے جو قوموں کے نذیر گذرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول ہوکر آئے۔

آریہ مذہب سے مقابلہ

آریہ بھی اپنے اصول کے بیان میں اس اسلامی پہلی اصل میں اسلام کے ساتھ ہیں اور کہتے ہیں۔ اصل اوّل بو پدارتھ (اشیا) ست وِدّیا (علم حقیقی) سے جانے جاتے ہیں۔ ان سب کا آدی مول (ابتدائی اصل) ایشر (خدا) ہے۔ اور انکی دوسری اصل میں موجود ہے۔ ایشر سرب شکتیمان۔ دیالو سرشٹی[2] کرتا ہے۔ اور بے ریب یہ کاملہ صفات ہیں اور اسکی ذات پاک کو نقائص سے منزّہ بھی کہتے ہیں۔

اجنما (لم یلد ولم یولد) اجر (حی) امر (قیوم) انوپیم (لیس کمثلہ) اور اسے اپاسنا یوگ (معبود) بھی بتلاتے ہیں۔ پر ساتھ اس کے وہ اعتقاد کرتے ہیں۔

۱۔ تمام ارواح مع اپنے خواص کے خدا کی مخلوق نہیں۔ اُس کی بنائی ہوئی نہیں۔

۲۔ تمام ذرّات[3] عالم مع اپنے خواص عجیبہ کے خدا کے پیدا کئے ہوئے نہیں۔

۳۔ ہمیشہ کی نجات کا حصول ممکن نہیں۔ ابدی آرام انسانی مخلوق کو کبھی نہ ہوگا۔

۴۔ وید ہی ہاں صرف وید ہی دُنیا میں خدا کی طرف سے آریہ کیلئے خدا نے الہام فرمایا۔ میں کہتا ہوں۔ ذرّاتِ عالم جنہیں پرمانو کہتے ہیں۔ اور ارواح اور ان کے خواص (ودیا) علم سے معلوم ہوئے۔ حسب اصل اور اعتقاد اوّل چاہیئے تھا۔ ان کا خالق اور آدی مول ایشر ہوتا۔ پر آریہ کہتے ہیں ذرّاتِ عالم اور ارواح خدا کی مخلوقیت سے علیحدہ ہیں۔ وہ تو خود بخود ہمیشہ سے ہیں۔ بلکہ اگر وہ نہ ہوتے تو خدا اپنی کوئی صفت کاملہ نہ دکھا سکتا۔ اتفاقات سے

---

[1] اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا ۱۲ [2] خدا قادر مطلق رحیم خالق ۱۲
[3] پرمانوں اجزائے لا یتجزی ۱۲ منہ

خود بخود اُسے اسباب مل گیا۔ تو اسکے صفات نے ترکیب کر دکھلائی۔

دیالُو[1]۔ کرپالُو۔ زبان سے کہتے ہیں پر عدل کے سامنے اُسکے رحم اور کرم کا یہ حال ہے کہ بے سزا دیئے کسی کو نہیں چھوڑتا۔ حالانکہ نیاکاری کا لفظ جسکے معنی عادل کے ہیں۔ جہانتک میں نے پوچھا وید میں نہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے اور مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا[2]۔ سورۂ فرقان۔ سیپارہ ۱۸۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[3]۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ[4]۔ سورۂ اعراف سیپارہ ۸۔ رکوع ۱۴۔

قرآن اور اسلام تمام اشیاء پر خدا کو محیط کہتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا[5]۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

آریہ کی طرح نہیں کہتا کہ ذرّاتِ عالم اور اُنکے خواص اور ارواح اور اُنکے خواص احاطہ قدرت خداوندی اور اُسکے خلق کے احاطے سے باہر ہیں۔

جہاں تک مَیں نے آریوں سے مادۂ عالم کے غیر مخلوق ہونے کے دلائل سُنے اُن کا سر دفتر یہی دلیل ہے۔ علت مادی کے سوا فاعل کچھ نہیں کر سکتا۔

پس اگر یہ مانو اُسکی مخلوق ہیں۔ تو اُس نے اُن کو کس مادے سے بنایا۔

مَیں کہتا ہوں یہ دلیل تب چل سکتی ہے۔ جب خدائی طاقت (ایشر کی شکتی) مخلوق کی سی شکتی[طاقت ۱۲] ہوتی۔ ہم تم بدوں مادہ کچھ نہیں بنا سکتے۔ اسلئے ہم کہدیں خدا بھی بدوں مادّہ کچھ نہیں

---

[1] رحیم و کریم ۱۲

[2] اور نہیں کوئی اس کا ساجھی راج میں اور بنائی ہر چیز اور ٹھیک کیا اُس کو ماپ کر ۱۲

[3] اور تجھ سے پُوچھتے ہیں رُوح کو تو کہہ رُوح ہے میرے رب کے حکم سے ۱۲

[4] سُن لو اُسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا ۱۲

[5] اور اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز ۱۲

بنا سکتا۔ حالانکہ اپنے اصول کے بیان میں آریہ نے اُسے اُنوپیم کہا۔ جس کے معنی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کے ہیں۔

لطیفہ۔ دیانند نے ستیارتھ اور وید بھومکا میں لکھا ہی۔ اگر کوئی سوال کرے۔ پرمیشر کے تو زبان نہیں۔ قلم اور دوات اور ہاتھ نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے وید کس طرح بنائی۔ اور کیسے سُنائی۔ تو اِس کا جواب یہ ہی کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اُسکو اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ سب کچھ بدوں اسباب کے کر سکتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷ سنہ ۱۸۸۵ء۔

پر یہ جواب مادۂ عالم میں بھُول گیا۔

آریہ یہ بھی کہتے ہیں ذرّاتِ عالم سے پہلے کیا بیکار تھا۔ اگر بیکار تھا۔ تو معطل ہوا۔ اگر باکار تھا۔ تو کیا کرتا تھا۔ ہم کہتے ہیں وہ ہمیشہ سے خالق اور ہمیشہ سے متکلم ہے۔ جیسے ہمیشہ سے ذرّاتِ عالم تمہارے نزدیک اُسکے ماتحت رہے ویسے ہی ہمیشہ سے خالق بھی ہی۔

پھر سوال کرتے ہیں۔ اُس نے کس زمانے میں ذرّاتِ عالم کو بنایا۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ زمانہ بھی اُسی کا بنایا ہُوا ہے۔ زمانہ کیا ہے۔ فعل کی مقدار کا نام ہے۔ باری تعالےٰ کے فعل سے ایک مقدار پیدا ہوئی۔ اُسی مقدار کا نام زمانہ ہے۔

مُدّت کی بات ہے مجھپر ایک پنڈت کول نے (یہ شخص کچھ زمانے تک مجھ سے بے تعصب رہا ہے) نہایت ناعاقبت اندیشی کے ساتھ آریہ سماج کی بدصحبت کا خطرناک زہر اُگلا۔ میرا حقیقی حامی اُس کی تلافی کرے۔ آمین۔ نہ میری رضامندی سے بلکہ اپنی ہی رضامندی سے کالکا نام کسی مقام کا مباحثہ دکھایا۔ اُس مباحثے میں ایک طرف آریہ ہیں۔ اور دُوسری طرف کوئی مسلمان مولوی۔ آریہ نے سوال کیا ہی۔ مولوی صاحب! اگر آپ رُوح کا حدوث ثابت کردیں تو ہم آریہ کا دعویٰ تناسخ خود بخود باطل ہو جاتا ہی۔ مولوی صاحب! فرمائیے۔ اگر ارواح قدیم نہیں تو کب حادث ہوئے۔

مجھے اس مباحثے کو دیکھ کر تعجب آیا اور میرا تعجب بیجا نہ تھا۔ مولوی نے اتنا کیوں نہ

حدوث ارواح

نہ کہا۔ ہم لوگ اور تمام دُنیا رُوح کو حادث دیکھتی ہے۔ صریح ہمارا مشاہدہ ہے۔ زمین سے مٹی سے نباتات اُگے اُن سے غلّہ پیدا ہُوا۔ اُس کو حیوانات نے کھایا۔ مثلاً انسان کے نر اور مادہ سے ایک جانب منی پیدا ہوئی۔ منی میں کیا کیا اجزا ہیں۔ اور اس میں کیا کیا چیزیں ہیں۔ یہ مقام اس تحقیق کا محل نہیں۔ دوسری طرف مادہ میں مادہ کے رحم اور خصیۃ الرحم میں بھی اُسی غذا سے کسی قسم کی رطوبت پیدا ہوئی۔ نر اور مادہ کی رُوح اور جسم سے یہ دونوں قسم کے حیوانی مواد نکلے۔ نر اور مادہ کے فطری اور طبعی اتفاق سے رحم میں منی اور چند اجزا جو مادہ سے حاصل ہوئے باہم ملے اور خاص طور پر جمع ہوئے۔ اُس اجتماع سے ایک اور تیسرا انسانی شخص بننا شروع ہوگیا۔ اِس صریح مشاہدے سے واضح ہوتا ہے۔ رُوح کہیں نر یا مادہ کے جسم ہی میں پیدا ہوئی اور یہ بات قریب قریب پھلدار اور پیوندی درختوں میں مشاہدہ ہوتی ہے۔

اِس صریح مشاہدے سے تو رُوح کا حدوث ثابت ہوتا ہے۔ آریہ صاحبان اب قدم رُوح کی دلیل آپ بتائیے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ نباتی اجزا حیوانی جسم میں کچھ ایسا عجیب تغیّر پاتے ہیں کہ انکا ایک حصّہ اس حیوان غذا کھانے والے کے جسم کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اور کچھ حصّہ بول و براز وغیرہ فضول ہو کر الگ ہو جاتا ہے۔ غرض نباتی اجزا حیوان میں پہنچکر حیوانی اجزا بن جاتے ہیں۔

ناظرین یہ مقام اِس بحث کے واسطے اجنبی ہے۔ آپ میری اس تحریر کو دیکھیں جس میں مَیں نے بہت سی احادیث صحیحہ اور آیات صریحۂ قرآنیہ کا اِس مسئلے میں بسط سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اعتقاد وجود رُوح بعد الجسد کے معارض کوئی نص صریح قطعی الدلالت نہیں۔ اِس بحث کو ابن قیم نے بھی کتاب الروح میں لکھا ہے۔ اور وہ خلق رُوح بعد الجسد کا قائل ہُوا ہے۔ اور آیت

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی[1]

---

[1] جب لی تیرے رب نے اولاد آدم سے اُن سے انکی اولاد اور گواہ کیا انکو اُنکی جانوں پر کیا مَیں تمہارا رب نہیں اُنہوں نے کہا بیشک ہم قائل ہیں۔ کبھی کہو قیامت کے دن ہم کو اس کی خبر نہ تھی ۱۲

اَنۡفُسِهِمۡ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ قَالُوۡا بَلٰى۔ شَهِدۡنَا اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ۔ سورۂ اعراف۔ سیپارہ ۹ -

یعنی آدمی کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں سے بنایا۔ اور آدمی میں ایسی عقل اور فطرت رکھی۔ جس سے وہ اپنے رب کا قائل اور اپنے خالق کی ربوبیت کا اقرار ضرور کرتا ہے۔ یہ اسلئے کہ محکمہ جزا و سزا میں ایسا نہ کہدے کہ مجھے تو خبر نہ تھی۔ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ کا ترجمہ۔ اُن سے کیا گیا۔ اسلئے کہ لغت کی کتابوں میں لکھا ہے۔ بین اظهرهم اے وسطهم۔ اور کنت بین اظهرنا۔ اے بیننا۔ اس آیت کا ذکر اسلئے کیا۔ کہ اس آیت شریف سے کوئی رُوح کا قبل الجسد موجود ہونا نہ سمجھ لے۔

آریہ اور نجات

آریہ یہ بھی کہتے ہیں۔ نجات ہاں ابدی نجات کا اُسکے گھر میں کوئی سامان نہیں۔ ارواح چندے (چاہے اسے پچاس کلپ کہیں) بے دست و پا۔ آرام دہ انعامات الٰہیہ سے محروم رہینگی۔ اور یہی نجات ہے۔ دُنیوی عیش و آرام بھی بدکاری کا نتیجہ ہے۔

اوّل[۱] تو اسلئے کہ مرن اور جنم میں آنا ہی عذاب ہے۔ دوم[۲] لوگ بدکار بنے۔ لوگوں نے گناہ کیئے۔ تو ہمارے لئے یہ گھوڑے۔ ہاتھی۔ خچر۔ اُونٹ پیدا ہو گئے۔

یاد رہے قرآن نے انسان کو مختار اور مجبور نہیں کیا۔

تعجب آتا ہے۔ یہ لوگ رُوح کو سُتنتر (مختار) مانتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں رُوح کو نجات کبھی نصیب نہ ہوگی۔ آریہ صاحبان ایک فاعل مختار کو جسے اپنے افعال میں اختیار ہے۔ جس کا وجود تمہارے نزدیک ذاتی ہے۔ کوئی خدا کا دیا ہوا وجود نہیں۔ اُس کا سزا دینے والا خدا دیالُو۔ کرپالُو (رحیم و کریم) ہو سکتا ہے۔ جب کسی مختار نے اپنے اختیار سے کام کیا۔ اور ایک دُوسرے نے اگر اُس مختار کو سزا دی۔ یہ سزا دینے والا منصف ہو سکتا ہے۔

آریہ آؤ کینے اور بغض اور عداوت سے پاک و صاف ہو کر ہماری ایذا سے باز آؤ۔ آؤ سرب شکتیمان (قادر مطلق) الوپم (لیس کمثلہ شئ) دیالو (رحیم) کی عبادت کریں۔ اُسی کے آگے ہاتھ باندھیں۔ اُسی کے آگے سر جھکا دیں۔ اُسی کے آگے گریں۔ اُسی کی استتی (حمد) کریں۔ اُسی سے دُعا مانگیں جس نے نیست سے ہست بنایا۔ اپنے کمال قدرت سے ہاں قدرت ہی سے

آلات اور مادے کے کام لیئے۔ ارواح اور اُنکے خواص ذراتِ عالم اور اُسکے خواص اُسی نے بنائے
اُس ہادی کیلئے دُعا کریں جسنے ہمیں یہ راہ سکھائی۔ سچے دل سے گناہ کا مرتکب قبل نزولِ بلا
اُسکے آگے عذر کرے۔ اپنے گناہ سے رجوع کرے۔ نیکی کی طرف متوجہ ہو۔ اُس کریم رحیم کا عدل و
رحم دونوں ایسے محتاج سائل کی دستگیری کو طیار ہیں۔ وہ ارواح کو نجات دیگا۔ ابدی نجات
بخشے گا۔ اُن کو کامل عیش اور آرام میں لیجائے گا۔

اِس اصل اوّل اسلام کا۔ (جس کا ذکر میں نے کیا ہے اور وہ شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے)۔
نہایت عمدہ ضمیمہ شہادت اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ہے۔

عمدگی کی وجہ یہ ہے۔ ہر ایک قوم کی ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے مُنذِر اور خدا کی نافرمانیوں پر
ڈر سُنانے والے بھیجے۔ مگر قوم کی سابقہ بُت پرستی کی عادت اپنے ہادیوں کی محبت سے ایسی ملی۔ کہ
آخر ہادی ہی معبود بنائے گئے۔ حضرت مسیحؑ جیسا خاکسار بندہ خدا بنایا گیا۔ خوش اعتقادوں نے
کمال جہالت کے زمانے میں معبود یقین کیا۔ اب تھوڑے ہی دنوں سے علوم کے واقف ہوئے
مگر آبائی تقلید نے جکڑ رکھا۔

ایک نہایت ہی ذلیل قوم یہود سے پٹا پر عہدۂ الوہیت سے معزول نہ ہوا۔
سری رامچندر جیسے صدمہ رسیدہ بادشاہ اللہ مجسم اور اوتار بنائے گئے۔ سری کرشن جنکو
ایک تیر کے صدمے نے دُنیا سے جواب دیا۔ پرمیشر سمجھے گئے۔
اگنی اور وایو اور سُورج وغیرہ عنصری اشیا۔ اسلئے کہ وہ اُن اگنی اور وایو اور سُورج کے
ہمنام تھے۔ جنپر وید اُترے پرستش کئے گئے۔ سکھوں کے گرو جو صرف الٰہی عشق کے مست اور
اسی کی مدح سرائی میں سرشار تھے۔ اب اِس زمانے میں حاجت روا اور پرمیشر اور اوتار ہو گئے۔
محمد رسول اللہ پر تعلیم توحید کا خاتمہ ہے جنہوں نے اپنی عبودیت کے اقرار کو توحید الٰہی کے اقرار
کے ساتھ لازمی کر دیا۔ وید میں انجیل میں یہ بات ہوتی۔ اور ان لوگوں کے اصولوں میں ہادی کی نسبت
عبودیت کا اقرار لازمی رہتا۔ تو شاید یہ قومیں قوم عرب کی طرح شرک سے محفوظ رہتیں۔

ایک طرف عرب کی اس خطرناک بُت پرستی کو دیکھو جو قبل از اسلام تھی۔ اور ایک طرف اس تیرہ[۱۳] سو برس کی خالص توحید کو دیکھو۔ پھر بتاؤ کسی قوم میں اتنی دیر تک اس طرح علی العموم توحید محفوظ رہی ہے۔ اگر نہیں تو اس کلمۂ توحید کا آخری جزو بے ریب سخت معجزہ اور خرق عادت ہوگیا۔

اسلامی دُوسری اصل نماز ہے (نماز کی بابت مفصل بحث علیحدہ اسی کتاب میں موجود ہے) نماز کیا ہے۔ خدا سے دلی نیاز۔ اور یہ عبادت تمام مذاہب میں اصل عبادت ہے۔

اور کچھ شک نہیں دِلی جوشوں کا اثر ظاہری حرکات اور سکنات پر ضرور پڑتا ہی۔ اور ظاہر حرکات و سکنات کی تاثیر قلب پر ضرور پہنچتی ہو۔ باریتعالیٰ ہی کے دست قدرت میں محبوس رہنے کا ثبوت اور اُسکی بارگاہ میں بکمال ادب حاضر ہونے کا بیان اگر ہمارے اعضا کر سکتے ہیں۔ تو نماز کا قیام اور نماز میں ہاتھ باندھنا بے شک عمدہ نشان ہیں۔ دِلی عجز و انکسار غایت درجے کا تذلل اگر کوئی ظاہری نشان رکھتا ہے۔ تو حالت رکوع و سجدہ ہرگز کم نہیں۔

اِسلامی نماز میں جو کلمات ہیں۔ اُن میں صرف باری تعالیٰ کا معبود ہونا۔ اور اُس کی رحمت عامّہ اور خاصّہ اور سزا اور جزا کا بیان ہے۔ پھر اُسی مالک کی عبودیت کا اقرار اور اُسی کی امداد کا اعتراف ہے۔ پھر نمازی اپنے اور تمام لوگوں کے لئے راہِ راست پر چلنے کی دُعا مانگتا ہے۔ اور بارگاہِ حق میں عرض کرتا ہے مجھے ایسے لوگوں کی راہ دِکھا جنپر تیرا فضل ہے۔ اور اُن بُروں کی راہ سے بچا۔ جن پر الٰہی تیرا غضب ہے۔ یا جو لوگ راہ سے بہک گئے۔

پھر کچھ الٰہی تعریف کے الفاظ ہیں۔ پھر تمام نیک لوگوں کے لئے دُعا ہے۔ پھر واعظِ توحید ابراہیمؑ راستباز پر (جو تمام بنی اسرائیل پر اور بنی اسمٰعیل کے مورث اعلیٰ ہیں اور جن کی اولاد میں محمدؐ صاحب بھی ہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا ہے۔ کیونکہ اُن کی مساعی جمیلہ سے شرک کا بڑا استیصال ہُوا۔ اور توحید نے عروج پایا۔ پھر اپنے لئے دُعا ہے۔

انسان کا خاصّہ ہے اُس کے دِل پر کسی واعظ کی نصیحت کا اثر ایک ہی بار کچھ نہیں پڑتا۔ انسان کے دِل کا زنگ جو اسے محسوسات میں لگائے رکھنے سے پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک دفعہ کے

تذکار سے دُور نہیں ہوتا۔ قانون قدرت میں محسوسات ہیں زنگ زدہ اشیاء ایک دفعہ کے مصقلہ پھیرنے سے روشن اور چمکدار نہیں ہوتیں۔ سورۂ فاتحہ بھی بڑی بڑی رُوحانی بیماریوں کے زنگ کا مصقلہ تھی۔ اسی واسطے ایک نماز میں کئی بار پڑھی جاتی ہے۔

بتاؤ کون قوم ہے جو مناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے کمال دلیری اور جوش سے اپنے معبود اور نہایت ہی بڑائی والے خدا کی عظمت اور اُسکے معبود ہونے کی شہادت دے اور اپنے محسن ہادی کی رسالت پر شہادت دے۔ پانچ وقت مکرر الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بڑی بلند آواز سے منارے پر چڑھ کر بُلاوے۔ اور اپنی عبادت کی خوبی بتلادے۔ اور پھر اپنی اس منادی کو خدا کی کمال تعظیم پر ختم کرے۔ سوچو یہی معنی کلمات اذان کے ہیں۔ ہاں ہادی اسلام نے قوم کو گھنٹوں۔ سیٹیوں ناقوسوں سازنگیوں۔ بربطوں سے قوم کو معافی بخشی۔ بلکہ یوں کہیئے بچالیا۔

فائدہ ۔ وقت پر یاد آیا۔ یہ اسلامی ہی مذہب کی خصوصیت ہے کہ اپنی ہر ایک کتاب کی ابتداء میں اپنے خالق کی ستائش کریں اپنے محسن کی تعریف کریں۔ اُس کے لئے دُعائیں مانگیں۔ لکچروں کی ابتداء میں یہی حال ہے (لکچر کا ترجمہ خطبہ ہے) بلکہ لکچر کی خوبی بھی اسلامیوں پر ختم ہے۔ کھڑے ہو کر لکچر دینا تو اُن کی ہر نماز جمعہ میں دیکھ لو۔ مگر غور کے قابل یہ ہے کہ عین لکچر میں جہاں اور قوموں کو تالی بجانے کا موقع ملتا ہے وہاں اسلام میں اللہ اکبر اور سُبحان اللہ موزون ہے۔ توجہ الی القبلہ کا تذکرہ بحث حج اور مفصل بحث نماز میں ہے۔

اسلامی تیسری اصل زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ کیا ہے۔ ایک قومی اور مشنری چندہ ہے جس میں سوائے خاص مصرفوں کے کسی متنفس کی خصوصیت نہیں۔ زکوٰۃ اور اور صدقات کن لوگوں کے لئے ہیں۔ دیکھو قرآن۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ [1]

---

[1] زکوٰۃ جو حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا۔ اور اس کام پر جانیوالوں کا۔ اور جن کا دل پرچانا ہو۔ اور گردن چھوڑانے میں۔ (غلاموں اور قیدیوں کا چھوڑانا) اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کے مسافر کو۔ ٹھہرادیا ہے اللہ کا۔

قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ ۔ سُورۂ توبہ ۔ سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۴ ۔

ہاں محمدؐ صاحب کی قوم بنو ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقہ حرام ہے ۔ انکو جائز نہیں کہ ان مشنری چندوں سے کچھ لیں ۔ گو کیسے ہی غریب اور مسکین کیوں نہ ہوں ۔ منصفو! یہ استثنا بھی قابل غور ہے ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بچے تھے ۔ تو آپنے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھائی اور چاہا کہ مُنہ میں ڈالیں ۔ جناب رسالتمآبؐ نے منع فرمایا اور مُنہ سے نکلوادی ۔

مقابلہ یہودی شریعت کے رُو سے ایسے چندے خاص لادیوں (قوم موسیٰ و ہارون) کا حق ۔ یا مسکن کے خرچ تھے ۔

ثبوت سنو ۔ ہدایا مسکن کے لئے ۔ سونا ۔ سونے کے برتن ۔ برے ۔ مینڈھے ۔ بیل ۔ بخور ۔ گنتی ۷ ، باب ۱۱ و ۱۸ باب ۸ و ۳۵ باب ۲ ۔ گھر کے لئے سال بسال ثلث مثقال تخمیناً ۷ باب ۳۲ ۔ آدمی پیچھے پانچ مثقال ۔ یہ فدیہ ہارون اور اُسکی اولاد کے لئے ۔ گنتی ۴ باب ۴۸ خروج ۳۰ باب ۱۳ ۔ ۲۶ ۔ ۲ ۔ تاریخ ۲۴ باب ۶ و ۹ ۔

کاہنوں کے حقوق ۔ شانہ کنپٹی ۔ جھوجھ ۔ پہلا غلہ ۔ پہلی شراب (یہ بھی صدقات میں ہے) پہلا تیل ۔ پہلی اون ۔ کیونکہ وہ برگزیدہ ہیں ۔ استثناء ۱۸ باب ۳ ۔

یہود میں شراب بھی صدقات میں داخل ہے

رومن کیتھولک اور آریہ کے ایسے چندے پاپا اور برہمنوں کے لئے ہیں ۔

مقابلہ ۔ ہادی اسلام کو اسی واسطے قرآن عہدۂ کہانت سے الگ کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔

[1] اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ سُورۃ الحاقۃ ۔ سیپارہ ۲۹ ۔

اور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔

[1] یہ بات ہے ایک پیغام لانے والے سردار کی ۔ اور نہیں یہ بات کسی شاعر کی تم تھوڑا یقین کرتے ۔ اور نہ یہ بات کاہن کی تم تھوڑا دھیان کرتے ۱۲

[۱] مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ سُورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔

ہادی اسلام کو مدینے میں یہودیوں کے اموال سے جس کا ذکر جہاد میں مَیں نے کیا ہے۔ کچھ مال ہاتھ آیا۔ وہ مسلمانوں کے لشکریوں کی فتوحات سے نہ تھا۔

اس مال کی نسبت سورۂ حشر سیپارۂ ۲۸ میں حکم ہوتا ہے۔ یہ مال الٰہی ضرورت اور نبوی احتیاجوں اور رشتہ داروں کے لئے۔ اور یتیموں مسکینوں مسافروں کیواسطے ہے۔ یہ مال مہاجروں اور انصاروں اور اُن سے پیچھے آنے والے لوگوں کا ہے۔ جو پہلوں کے حق میں دُعائیں کرتے اور بُرا نہیں بولتے۔ پھر خاص حصّۂ نبوی کی نسبت جناب رسالتمآب فرماتے ہیں

[۲] لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

تارک الدُنیا ہادی بنی اسرائیل اور اُنکے گھرانے کا خاتم حضرت مسیحؑ زکوٰۃ کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

مال اپنے لئے آسمان پر جمع کر جہاں کیڑا نہ مورچہ خراب کرے۔ نہ چور سیندھ دے۔ جہاں مال ہے۔ وہاں دل ہے۔ متی ۶ باب ۲۰ و ۲۱۔

ایک دولتمند نے حضور کے پاس رہنا اور خدائی بادشاہت میں داخل ہونا چاہا۔ اُسے حکم دیتے ہیں۔ تمام مال و اسباب دے ڈال تب میرے ساتھ رہ۔ متی ۱۹ باب ۱۶۔ ۲۱۔

وہ بیچارہ باوجود شوق داخل نہ ہوسکا۔ انسانی فطری کمزوری نے روک لیا۔ غور کرو۔ کیا تمام لوگوں کے ایسے حوصلے ہوتے ہیں جیسی مسیحؑ کی خواہش ہے۔

جو کل کی فکر آج کرے۔ حسب تعلیم مسیح . . . . بنجاوے۔

تعجب ہے۔ اِتنے بڑے دولتمند اور بادشاہ عیسائی جو برسوں کا فکر آج کر رہے ہیں۔ کیسے الٰہی بادشاہت میں داخل ہونگے۔ اُونٹ کا سُوئی کے ناکے سے نکلنا آسان۔ اور

---

[۱] جو مَیں نے تجھ سے مانگا کچھ نیگ۔ سو تمہیں کو پہنچے میرا نیگ ہے اُسی اللہ پر ۱۲

[۲] ہمارے ترکہ کا کوئی وارث نہیں کیونکہ وہ صدقہ ہے ۱۲

دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا محال - متی ۱۹ باب ۲۴ -
مسیح کی تعلیم خاص وقت اور خاص محل پر اور خاص طبائع میں مؤثر بے ریب اور بعض طبائع کو پسند اور پیاری معلوم ہو سکتی ہے - مگر ہر حال اور ہر ایک کے لئے اس تعلیم کا خدا کی طرف سے حکم ہو - قانون فطرت کی گواہی اور عملدرآمد سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی - البتہ فطرت کے مطابق کہا جس نے کہا -
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا[1] - سورہ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ رکوع ۳ -
يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ[2] - سورۂ بقر - سیپارہ ۲ رکوع ۱۱ -
صدقات کیسے مال سے دیں - کس قدر صدقہ نہایت ضرور ہے - اسکے قواعد جیسے اسلام میں مفصل موجود ہیں - مجھے معلوم نہیں کہیں اور جگہ بھی ہوں مسیح فرماتے ہیں - جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے - کہاں سے دے - چوری حرام کاری سے بھی - بُری چیز مانگے - محال بھی مانگے - کیا تب بھی ہم دیں - مگر قرآن فرماتا ہے -
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ[3] - سورۃ البقر - سیپارہ ۳ -
اسلامی چوتھی اصل روزہ ہے -
اِس عبادت کا پتہ عہد عتیق میں دیکھنا ہو - تو دیکھو - مَیں نے اہاوا کے دریا پر منادی

---

[1] اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھولدے اُسکو نِرا کھولنا - پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ۱۲
[2] اور پُوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں - تو کہہ جو افزود ہو (حاجت سے) ۱۲
[3] اے ایمان والو خرچ کرو سُتھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور جو ہم نے نکالدیا تم کو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ نہ لو ۱۲

کرائی کہ روزہ رکھیں اور خدا کے آگے دکھ کھینچیں اور اس سے دعا مانگیں تو کہ اپنے اور اپنی اولاد اور مال کے لئے سیدھی راہ پاویں۔ عزرا ۸ باب ۲۱۔

روزے کی نسبت یسعیاہ ۵۸ باب ۳۔ ۲ سموئیل ۱۲ باب ۱۶۔ دانیال ۹ باب ۳۔ استر ۴ باب ۱۶۔ یوئیل ۲ باب ۱۲ و ۲ باب ۱۵۔ یہود پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ لوقا ۱۸ باب ۱۲۔ اور روزے کا حکم عہد جدید میں اس طرح ہے۔

بابت روزہ

مسیح کے شاگرد مسیح سے کہنے لگے۔ ہم کیوں دیو نہ نکال سکے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ اپنی بے اعتقادی کے سبب میں تمہیں سچ کہتا ہوں۔ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو پہاڑ کو وہاں سے یہاں چلا سکتے۔ اور کوئی بات تم سے انہونی نہ ہوتی۔ پر یہ جنس دعا اور روزے کے بغیر نہیں ملتی۔ متی ۱۷ باب ۱۹۔۲۱۔

غور کرو عیسائیو۔! مسیح کے شاگرد حسب شہادت مسیح بے اعتقاد اور بے ایمان ہیں کہ نہیں۔ یہاں ذرا ہمارے ہادی کے جان نثاروں کو یاد کرلو۔ آجتک وہ دعاؤں اور روزوں کی بدولت مسیح کے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔

عیسائیو! یورپ اور ہند افریقہ اور امریکہ میں حسب آیت متی ۱۷ باب ۹ کوئی تم میں سے رائی برابر بھی ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ سنو۔ پولوس اور برنباس مسیح کے شاگرد بھی روزہ رکھتے تھے۔ ۱۳ باب ۲۔ اعمال۔ مگر انہوں نے بھی انہونی کو ہوتا نہ کر دکھایا۔

اس عبادت کا فائدہ قرآن نے خود بیان کیا۔

كُتِبَ[۱] عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ۔

بابت پانچویں اصل

اسلامی پانچویں اصل حج ہے۔ حج کیا ہے (حج اور اسکے اعمال پر مفصل بحث مکہ معظمہ کا ثبوت مقدسہ کتب سے علیحدہ اسی کتاب میں مندرج ہے) اہل اسلام کے قومی اجتماع کا

۱ ترجمہ لکھا گیا تم پر روزہ جس طرح لکھا گیا اگلوں پر۔ تو کہ بچ رہو کچھ گنتی کے دن ۱۲

ایک سفر مسلمان بھائی محلّے محلّے کے آپس میں ہر روز پانچ دفعہ پانچ نمازوں میں باہم مل لیا کریں یہ بات محلّوں کی مسجدوں میں پانچ بار حاصل ہو جاتی ہے۔ اور شہر شہر کے اہلِ اسلام کا باہم ملنا برسویں روز حج کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسجد کی نظافت

فیضان وقت مساجد کی نظافت کا اہتمام اِس بات سے دریافت ہو سکتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں جب اسلام اپنی اصلی حالت پر تھا۔ ہادی اسلام اور اُسکے جانشینان باکرام تک کے لئے مساجد میں وضو کرنے کا کوئی مکان نہ ہوتا تھا۔ نہ مساجد میں طہارت خانے اور جائے ضرور ہوتے تھے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ رطوبات متعفنۂ سینڈہ وغیرہ کو مخل صحت اور ایسے موقع اجتماع کا منافی سمجھا۔ ہم پچھلے لوگوں کے اطوار اور کردار کے ذمہ دار نہیں۔ رسالتمآب کے وقت مساجد میں خوشبو جلائی جاتی تھی۔ اور مساجد میں یا اُنکے قریب اجتماع رطوبت کا کوئی مکان نہیں ہوتا تھا۔ گھروں میں وضو کر کے مسجدوں میں جانا جناب رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے اور اُسی کی فضیلت بیان کی گئی۔

جامع مسجد

تمام شہر اور اُسکے حوالی میں رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کیلئے جامع مسجد اور جمعہ کی نماز تجویز ہوئی اور کثرت اجتماع کے لحاظ سے حکم ہوا جمعہ سے پہلے نہا لینا کپڑے بدلنا بشرط امکان خوشبو لگانا۔ اذان کے وقت جو خطبے (لکچر) کی ابتدا میں ہوتی ہے۔ جمعے کو آؤ۔ اور ظہر کی نماز سے آدھی ۲ دو رکعت کی نماز پڑھکر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاؤ۔ زیادہ دیر تک کے اجتماع کو جو مخل صحت تھا منع کر دیا۔ بعد الجمعہ وعظ کی عادت ابتدائی اسلام میں نہ تھی۔ قصبات اور دیہات اور شہری اہلِ اسلام کے اجتماع کو سال میں دو بار عید الفطر اور عید الاضحٰے پر تجویز کیا۔ کثرت بھیڑ میں عدم صحت کا اندیشہ اِس طرح مٹایا۔ نہاؤ کپڑے بدلو۔ سخت گرمی سے پہلے ہی شہر سے باہر کھلے میدان میں زن و مرد سب جا کر جمع ہو۔ وہاں دو رکعت کی نماز ہے اور اسکے بعد ضرورتوں پر خطبہ (لکچر)

تمام بلادِ اسلام کے مسلمان بھائیوں کے اجتماع کے واسطے صدر مقام وہ جگہ تجویز ہوئی

جہاں سے ایسے عظیم الشان حکیمانہ مذہب کا نشوونما اور ابتدا شروع ہوئی۔ الا ہر ایک مسلمان فقیر ہو یا امیر ہر سال اُس کا وہاں جانا خلاف فطرت تھا اور خلاف امکان۔ اسلیئے حکم ہوا۔ آسودہ لوگ استطاعت والے مسلمان وہاں جاویں۔ مختلف بلاد کے حالات جاننے اور اُنکے علوم و فنون کے اِدھر سے اُدھر۔ اُدھر سے اِدھر لانے میں اصحاب استطاعت ہی غالباً عمدہ طور پر کامیابی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

کمال اتحاد اور باہم پہلے درجے کی یکتائی کے واسطے اور اس لحاظ سے بھی کہ اُمرا اور رُوسا کے ساتھ اُنکے غریب نوکر چاکر بھی ہونگے۔ اور ضرور ہے کوئی عاشق الٰہی غریب اور مسکین مسلمان بھی وہاں جا پہنچے۔ حکم دیا تمام حجاج سادہ لباس صرف دو چادروں پر اکتفا کریں۔ کسی کے سر پر عمامہ اور ٹوپی نہ ہو۔ کوئی کرتہ نہ پہنے۔ کمال درجے کی بے تکلفی اور سادگی سے باہم ملیں اور لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کی صدا بلند کریں۔ اتنا بڑا اجتماع اس صدر مقام میں کہاں ہو۔ شہر سے کئی کوس کے فاصلے پر نہایت وسیع میدان میں جہاں کسی مخلوق کی تعظیم کا نام و نشان ہی نہیں نہ کوئی پتھر نہ کوئی درخت نہ کوئی ندی نہ کوئی رتھ۔

حج کی بحث مفصل علیحدہ لکھی ہے۔ اُسے دیکھو وہاں ہر ایک فعل حج کی نسبت کلام کیا ہے۔

لطیفہ۔ ذرا ناظرین صاحبان اس امر پر غور کریں۔ میرے اکلوتے فرزند نے سلمہ اللہ وسلم (جس کی جُدائی سے نہایت سخت رنج میں ہوں۔ وَاَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ اطلب وصاله اِنْ کان مع رضاكَ) مجھ سے نماز اور زکوٰۃ اور روزے اور حج کے اسرار پر سوال کیا۔ اُس وقت مَیں نے اُسے جواب دیا۔ نیاز مندی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک نیاز مندی خادمانہ۔ خدام کی نیاز مندی اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے۔ دُوسری نیاز مندی عاشقانہ عاشق کی محبوب کے ساتھ۔ پہلی قسم کے نیاز مند کو مناسب ہے۔ درباری لباس پہنکر بڑے ادب اور وقار سے مالک کے دربار میں حاضر ہو۔ اور تمام حکّام اور مربّیوں کی اطاعت سے کان پر ہاتھ رکھکر اطاعت کا اقرار کرے۔ ہاتھ باندھ حکم کا منتظر رہے۔ جُھک کر تعظیم دے۔ زمین پر

ماتھا رکھے۔ حضور کے غریب نوکروں کیلئے نذر دے۔ یہی مجملاً حقیقت نماز اور زکوٰۃ ہی۔

عاشقانہ نیاز میں ضرور ہی۔ عاشق اپنے محبوب کے سامنے عشق میں بھوک اور پیاس بھی دیکھے۔ نہایت درجے کے اُس عزیز کو بھی جسکی نسبت لکھا ہے۔ انسان[۱] ماں باپ چھوڑ کر اُس سے متحد اور ایک جسم ہوگا۔ کچھ دیر کیلئے ترک کرے۔ اور جہاں یقینی طور پر سُن لیا ہو کہ میرے محبوب کی عنایات اور توجہات کا مقام ہی وہاں دوڑتا کودتا سر کے عمامے اور ٹوپی سے بےخبر پہنچے۔ پروانہ وار وہاں فدا ہو۔ کہیں دشمنوں کی روک ٹوک کی جگہ سُن پائے تو وہاں پتھر چلاوے۔ یہی مجمل حقیقت روزے اور حج کی سمجھو۔ مولوی محمد قاسم مرحوم نے یہ صوفیانہ تقریر مفصل اپنے کسی رسالہ میں لکھی ہے۔ اِس جواب پر میرے عزیز فرزند نے مجھے کہا۔ آپ جب اسرار شرائع اسلام بیان کرتے ہیں۔ تو اُنپر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّل یہ اسرار جو آپ بیان کرتے ہیں۔ اگر واقعی اور سچے ہیں۔ تو خود خدا نے یا جناب رسالتمآب نے یا آپ کے صحابہ نے کیوں بیان نہ کیئے۔

دوم۔ ان اعمال کے ساتھ اسلام نے یہ چند رکعات اور دُعائیں کیوں لگا دیں۔ اگر صرف اجتماع قومی ہی جمعہ اور جماعت عیدین اور حج میں مقصود تھا۔

خاکسار نے اُس عزیز سے کہا۔ قانون قدرت پر نظر کرو۔ فوٹو گراف۔ لیتھو گراف۔ ٹیلیگراف۔ چھاپہ۔ ریل۔ اسٹیم کے اسرار عناصر میں اُسوقت سے موجود ہیں۔ جب سے عناصر کو خالق عناصر نے پیدا کیا (یہاں میرا عزیز غور کرے)۔ اِلّا نہ خدا نے اُسوقت اِن اسرار کو بیان فرمایا۔ نہ اُسکے اُن مقربین بارگاہ نے جو اُسوقت تھے انکی تشریح کی پھر کیا اُسوقت کے بیان نہ کرنے سے لازم آتا ہی کہ یہ اسرار موجود ہی نہ تھے۔ اور یہ منافع جو آج ظاہر ہوئے۔ ان عناصر میں اسی زمانے میں موجود ہو گئے ہیں۔ عزیز من قانون شریعت ہاں اسلام بعینہٖ قانون الٰہی سمجھو۔ عزیز من قانونِ قدرت اور طبیعیات میں صرف وہی اسرار اور منافع نہیں جو حکمائے

---

[۱] پیدائش ۲ باب ۲۴ —

یونان اور یورپ اور بقول آریہ سماج دانایان ہند (توبہ) آریہ دلیش نے بیان کئے۔ بلکہ اور بے انت اسرار بھی ہیں۔ اگر طبعی قانون کے اسرار بے انتہا ہیں۔ اور صرف اس قدر نہیں۔ جو ابتک حکمانے بیان کئے ہیں تو احکام اسلام کے اسرار بھی ایسے ہی سمجھو۔

معلوم نہیں زمانے کی ترقی پر کیا کیا اسرار قانون قدرت اور قانون شریعت میں ظاہر ہونگے۔ سلف اُمت اگر اسرار بیان کرتے۔ تو کسقدر اور کیا بیان کرتے۔

لطیفہ۔ اُسوقت جب میں یہ باتیں کر رہا تھا۔ یا اسکے قریب۔ ایک ہندو یا آریہ آتشک کا مبتلا بغرض علاج میرے پاس آیا۔ بیمار کو دیکھا۔ اُس کا وہ چمڑا جو مرد کی شرمگاہ پر ہوتا ہے اور ختنے میں کاٹ دیا جاتا ہے۔ اندر سے زخمی تھا اور ممکن نہ تھا۔ پیچھے ہٹ سکے۔ ناچار اُس بیمار کا ختنہ کیا گیا۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ آج ختنے کی ضرورت مشاہدے میں آئی۔ اور ایک آرین کو ایک اسلامی مسئلہ بمجبوری ماننا پڑا۔

دُوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ (۱) صرف اجتماع قومی ہی مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ بلکہ اسلام کا منشاء ہی کہ ہر ایک فعل میں ہر ایک قول میں ہم کو ہمارا خالق اور رازق مربی یاد رہے۔ کوئی فعل اور قول بدوں شمول نام باری و رضائے ایزدی نہ ہو۔ ہر وقت فانی اشیاء سے بقا کی طرف۔ جسم سے رُوح کی طرف توجہ رہے۔ دیکھو پائخانے کو جاتے ہوئے ایک جسمانی نجاست پھینکنے کی جگہ جاتے ہیں۔ اسلام سکھاتا ہے۔ پائخانے میں جاتے وقت کہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ [1]۔

اور جب پائخانے سے نکلے۔ تو اسواسطے کہ ایک جسمانی دُکھ سے نجات پائی۔ اور جسم سے جسمانی نجاست دور ہوگئی۔ رُوحانی نجاستوں کے دُور ہونے کی دُعا مانگے اور کہے غُفْرَانَكَ یعنی ہر ایک بُرائی پر تیری مغفرت مانگتا ہوں۔

دوسری بات بجواب اعتراض دوم یہ ہے کہ اگر یہ رُوحانی محرکات الٰہی اذکار اور الٰہی

[1] اے اللہ مَیں تجھ سے پلیدیوں اور خبائث سے پناہ مانگتا ہوں۔

عبادتیں اِن اعمال کے ساتھ نہ ہوتیں۔ تو یہ اعمال متروک ہوجاتے۔ باہمی اختلافات سے یہ انجمنیں مثل اور دنیوی انجمنوں کے فنا ہوجاتیں۔ یا یہ اعمال صرف دنیوی منافع پر محدود رہ جاتے۔ اب ان اصول خمسۂ اسلام کا ثبوت قرآن سے سُن لو۔ قرآن کے پہلے سیپارے پہلی سورت کی ابتدا میں ہے۔

ذٰلِكَ[1] الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ[2] وَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ۔ ابتدای قرآن۔

يَا أَيُّهَا[3] الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ سُورۂ بقر۔ سیپارہ ۲ ۔

وَلِلّٰهِ[4] عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ سُورۂ آل عمران سیپارہ ۴

لطیفہ۔ حج کے بیان میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کے منافع کا بیان ان آیات سے نکلتا ہے۔ اول رکوع اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ میں لکھا ہے۔

فَمِنَ[5] النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ سُورۂ بقر۔ سیپارہ ۲ ۔

دیکھو خالص دنیوی منافع اسلام میں پائے جاتے ہیں۔

---

[1] اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے (اللہ) اور درست کرتے ہیں نماز اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں۔

[2] الغیب ہو اللہ تعالیٰ ۱۲ ابن عباس ۱۲

[3] اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے اگلوں پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ ۱۲

[4] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اس تک راہ ۱۲

[5] پھر کوئی آدمی کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کو آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی ۱۲

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ سورۂ حج۔ سیپارہ ۱۷[1] -

فائدہ - حج میں فوائد کی تحصیل کا خیال رہے۔ غور کرو لفظ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ پر۔

انسان پیدا ہوا لڑکی یا لڑکا۔ تمام بلاد میں علی العموم اور عرب میں بالخصوص رواج تھا۔ لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے۔ اور لڑکوں کی نسبت کثرت اولاد کو ناپسند کرتے تھے۔ ایک یونانی حکیم کا قول ہے لنگڑے لڑکے قانوناً مارے جاویں۔ کثرت اولاد پر اسقاط جنین اور مانع حمل ادویہ پوچھنے والے بہت سے لوگ میرے پاس آئے۔ انسانی قربانی کا جسے ہند میں نربلی کہتے ہیں یہود میں عام رواج تھا۔ عرب کے بُت پرست بھی اس بلائے بد میں گرفتار تھے۔ مگر حضور نے ان امراض کا علاج ایسا کیا۔ جس کی نظیر نہیں۔ اور یہی بات خرق عادت ہے کہ ان امراض کا نام ونشان ملک عرب میں نہ رہا۔ دیکھو قرآن ان قبیح رسوم پر کیا فرماتا ہے۔

اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔ سورۂ تکویر۔ سیپارہ ۳۰[2] -

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵[3] -

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔ سورۂ انعام۔ سیپارہ ۸[4] -

یتامیٰ کی تربیت اور پرورش۔ اور یتیموں کے حفظ اموال و اسباب کی تاکید فرمائی۔

---

[1] اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آویں تیرے پاس پیدل اور سوار دُبلے دُبلے اُونٹوں پر چلتے آتے راہوں دُور سے۔ کہ پہنچیں اپنے بھلے کی جگہوں پر ۱۲

[2] جب بیٹی جیتی گاڑ دی کو پُوچھے کس گناہ پر وہ ماری گئی ۱۲

[3] اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے ہم روزی دیتے ہیں اُنکو اور تم کو بیشک اُنکا مارنا بڑی چوک ہے ۱۲

[4] اِسی طرح بھلی دکھائی ہے بہت مشرکوں کو اولاد مارنی اُنکے شریکوں نے کہ اُنکو ہلاک کریں اور اُنکا دین غلط کریں ۱۲

[1] وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ۔

[2] اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

[3] وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

پھر بچوں کے پیدا ہونے پر کسی فضول رسم کا نام ونشان نہیں۔ بچے کے پیدا ہونے کے بعد کلمات اذان کا بچے کے کان میں کہدینا۔ اور ساتویں روز ایسے نام رکھنے کا حکم ہے جس میں الٰہی عظمت اور بزرگی ہو۔ اور باری تعالےٰ کے جامع صفات کاملہ کا بیان ہو۔ یا اوس کی رحمت عامّہ کا تذکرہ۔

[4] اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَی اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔

اور بشرط وسعت محتاجوں کے لئے عمدہ غذا گوشت مہیّا کر دینا قرآن نے سچ کہا ہے جو آپ کے حق میں کہا۔

[5] وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ۔ سُورہ اعراف۔ سیپارہ ۹۔

توریت اور انجیل میں اوّل درجے کے دو ہی حکم ہیں۔ ایک[1] باریتعالیٰ سے پیار۔ دوسرا[2] پڑوسی سے سلوک۔ قرآن پڑوسی کے سلوک سے آگے بڑھتا ہے۔ اور عیسوی تعلیم

---

[1] اور کھڑے ہو جاؤ یتیموں کے لئے انصاف کے ساتھ ۱۲

[2] جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ناحق وہ بھی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور اب بیٹھیں گے آگ میں ۱۲۔

[3] اور دے ڈالو یتیموں کو اُنکے مال اور بدل نہ لو گند ستھرے سے اور نہ کھاؤ اُنکے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال ۱۲

[4] ناموں میں بہت ہی پیارا نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے ۱۲

[5] اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے اور پھانسیاں جو اُنپر تھیں ۱۲

کی تکمیل کرتا ہے اور کہتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ سورۃ نساء۔ سیپارہ ۵۔

ناظرین! ذرا سوچو۔ جن لوگوں کو قرآن نے پڑوسی سے مقدم کیا ہے۔ وہ تقدیم کے قابل ہیں یا نہیں۔ قانون ازدواج میں اوّل تبتل کو منع فرمایا۔ پھر کثرت ازدواج کو جو تمام ایشیا کے مقدسوں اور شرفا اور عوام میں مروّج تھا۔ اس کو اخلاقی خوبی پر رکھکر محدود کیا۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ سورۃ نور۔ سیپارہ ۱۸۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ سورۃ نساء۔ سیپارہ ۴۔

غرض عدالت کی اخلاقی شرط لگاکر بیجا کثرت ازدواج کو روک دیا۔ گو کثرت ازدواج بلحاظ قانون قدرت حرام نہیں۔ اور میں دلیری سے کہتا ہوں۔ توریت اور انجیل اور وید میں کثرت ازدواج کی نسبت صریح ممانعت کیا اتنی تحدید بھی نہیں۔

بلکہ ابراہیم جو کامل و راستباز اور تمام یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام کا مورث اعلیٰ گذرا۔ جو کچھ کثرت ازدواج کا نمونہ دکھا گیا۔ کتب مقدسہ کے دیکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

---

[۱] اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اُسکے ساتھ کسی کو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسائے قریب سے اور ہمسائے اجنبی سے۔ اور برابر کے رفیق سے اور راہ کے مسافر سے اور ہاتھ کے مال سے۔ ۱۲

[۲] اور بیاہ دو رانڈوں کو اپنے اندر۔ اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں۔ اگر وہ ہونگے محتاج اللہ انکو غنی کر دیگا۔ ۱۲

[۳] پس نکاح کرو جو تم کو خوش آویں عورتیں دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک سے ہے۔ ۱۲

موسیٰ نے خود بہت سی بیبیاں کیں اور تحدید کا کوئی قاعدہ نہ فرمایا۔ داؤد جو ہمیشہ خدا کی مرضی پر چلا۔ اُس نے سَو کی تعداد کو جس طرح پُورا کیا۔ وہ حاجت بیان نہیں رکھتا۔ مسیحؑ کو ابتدا ہی عروج میں دُنیا سے چلنا پڑا۔ اور جبسقدر رہے۔ حضور کو سر رکھنے کی جگہ نہ ملی شادی کہاں کرتے۔

رگوید۔ انوکا ۱۷۔ سکت ۱۰۔ (۱۱۶) میں بہت سی کنواریوں کی اجازت صاف صاف ہوتی ہے۔

(عورتوں سے سلوک)

یورپ میں۔ ہاں انگلستان میں کوئی عورت کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی۔ جائداد کی مالک نہیں۔ نفقے کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ مسموع نہیں۔ شوہر کے ایام مفارقت میں جو کچھ کمائے۔ وہ سب کچھ شوہر کا۔ زنا کی مجرم نہیں۔ خیانت مجرمانہ میں مجرم نہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا[1]۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ[2]۔ سورۂ بقر۔ سیپارۂ ۲۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ[3]۔ سورۂ نسا سیپارۂ ۵

دیکھو قرآن کیسی مساوات کرتا ہے۔ اور پھر اس قدرتی فوقیت کو جو مردوں کو عورتوں پر ہے کس لطافت سے بیان فرماتا ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ[4]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارۂ ۵۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ[5]۔ سُورۂ بقر۔ سیپارۂ ۲۔

---

[1] حلال نہیں تم کو میراث میں لے عورتیں زور سے ۱۲ [2] اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا ان پر حق ہے ۱۲

[3] مَردوں کو حصّہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصّہ ہے اپنی کمائی سے ۱۲

[4] مرد حاکم ہیں عورتوں پر ۱۲

[5] اور مَردوں کو اُن پر درجہ ہے ۱۲

مُوسیٰ و یعقوب نے جو کامل کہلاتے ہیں۔ خسر کی خدمت کر کے اپنے اپنے نکاح کی حق الخدمت کا نفع عورت کے سوا دوسرے کو پہنچایا۔ پیدائش ۲۹ باب ۲ و خروج ۲ باب سموئیل ۱۸ و ۲۵ باب یوشع ۳ باب ۲۔ مگر قرآن کہتا ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً [۱]۔ سُورۂ نسآء۔ سیپارہ ۴۔

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً [۲]۔ سُورۂ نسآء۔ سیپارہ ۵۔

عورت رکھنے کے فائدے اور معاشرت پر فرمایا۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [۳]۔ سُورۂ بقر۔ سیپارہ ۲۔

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً [۴]۔ سُورۂ روم۔ سیپارہ ۲۱۔

اِن آیات میں عورت اور مرد کی معاشرت کی نسبت باری تعالیٰ اپنا عندیہ ظاہر فرماتا ہے۔ اور یہ فرما کر زن و مرد کے باہمی تعلق کو دائمی کر دیا۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ [۵]۔ سُورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

• میرے خاص معترض! پادری صاحب۔ محصنین غیر مسافحین کا کلمہ حلالہ اور متعہ کو بھی حرام کرتا ہے۔ مگر آپ نے اِن دنوں خاص خط میں حلالہ اور متعہ کے بارے میں مجھے الزام فرمایا ہے۔ سو گذارش ہے۔ حسب قرآن اور احادیث صحیحہ یہ دونوں فعل اور دونوں میعاد معینہ کے نکاح حرام ہیں۔ نکاح میں تعیین مدت کا حکم کسی صریح آیت اور صحیح حدیث میں نکال دینا آپ سے

حلالہ و متعۃ النساء

---

[۱] اور دے دو عورتوں کے مہر اُن کے خوشی سے ۱۲

[۲] اُن کو دو اُن کے حق جو مقرر ہوئے ۱۲

[۳] وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو اُن کی ۱۲

[۴] بنا دی تم کو تمہاری قسم سے جوڑی کہ چین پکڑو اُن کے پاس اور کیا تمہارے بیچ پیار اور مہر ۱۲

[۵] قید میں لانے کو نہ مستی مٹانے کو ۱۲

قیامت تک ناممکن ہی سنیئے ہادئ اسلام نے فرمایا ہے۔ (حلالے کی نسبت)

عنؔ[1] علیؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہٗ۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہی۔ ترمذی اور ابن قطان اور ابن دقیق العید اور ابن السکن نے اسکی تصحیح کی ہی۔ اور یہ حدیث علی مرتضیٰؓ سے امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہی۔ اور حتی تنکح زوجاً غیرہ میں وہ نکاح مراد ہی جسکو شرع اسلام نے جائز رکھا۔ اور شرعی نکاح پر لعنت کا حکم نہیں لگ سکتا۔ معلوم ہؤا حلالہ شرعی نکاح نہیں۔ اور متعۃ النساء کی نسبت۔

عنؔ[2] علی بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعہ النساء

ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ اور حرمت متعۃ النساء پر آنحضرت صلعم کے اصحاب کا یقین تھا۔ ابن عباس قدیم ملکی روایات اور عادت کے باعث چند روز مجوز رہے جب انکو شرعی حکم کی اطلاع ہوئی تجویز متعہ سے رجوع کر دی۔ متعہ کی حرمت تمام حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور اہلحدیث اور صوفیہ میں متفق ہے۔ متعہ کی ابدی تحریم اگر دیکھنی ہو۔ تو دیکھو مسلم اور بخاری اور ترمذی یہ بات قانون قدرت میں صاف صاف مشاہدہ کیجاتی ہی۔ مختلف اسباب سے میاں بی بی میں جدائی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور باہمی نہایت تنفر پیدا ہوجاتا ہے۔ گو اسلام نے جدائی کی روکیں رکھدی تھیں اور فرمایا۔

فَانْکِحُوْا[3] مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ۔

اس آیت میں حکم دیا بی بی کو قبل نکاح پسند کر لو۔ پھر نکاح کرو۔ اور فرمایا۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ[4] بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا

---

[1] روایت ہے علی مرتضیٰؓ سے لعنت کی رسول اللہؐ نے حلالہ نکالنے والے اور نکلوانے والے پر ۱۲

[2] علی مرتضیٰ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عورتوں سے متعہ کرنا ۱۲

[3] تو نکاح کرو جو تم کو خوش آویں عورتیں ۱۲

[4] اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ معقول (جو لوگوں میں پسند ہو) پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں۔ تو تم کو نہ بھاوے ایک چیز اور اللہ رکھے اس میں بہت خوبی ۱۲

وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ سورۂ نساء۔ سیپارہ ۴۔

ناظرین! منصفانہ طور پر اس آیت کے معنی میں غور کرو۔ تاکید معاشرت کے واسطے قرآن مذہبی طور پر کیسے سخت اور لطیف طرز اختیار کرتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا۔ اگر کسی باعث سے بی بی ناپسند اور ناگوار ہو تب بھی سلوک ہی کرو۔ اس سلوک کے بدلے ہم تم کو بہت سی بھلائی دینگے۔!!!

اس عجیب و غریب انعام کے سننے پر بھی اگر کوئی کاربند نہ ہو تو اور تدابیر فرمائیں دیکھو۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ[۱]

سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔[۲] سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔[۳] سورۂ احزاب۔ سیپارہ ۲۲۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔[۴] سورۂ نساء۔ سیپارہ ۵۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔[۵] سورۂ بقر سیپارہ ۲

ہاں زنا کا بدفعل اگر عورت سے سرزد ہو۔ اور یہ فعل منشائے نکاح کے بالکل خلاف تھا۔ اس ظہور کے وقت فرمایا۔

---

[۱] اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ۔ اور جدا کرو سونے میں اور مارو ۱۲

[۲] اور اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں۔ تو کھڑا کرو ایک منصف مردوں میں سے اور ایک منصف عورتوں میں سے۔ اگر یہ دونوں چاہیں گے صلح تو اللہ ملاپ کر دیگا ان میں ۱۲

[۳] رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے ۱۲

[۴] اور صلح اچھی بات ہے ۱۲

[۵] اور ان کے خاوندوں کو پہنچتا ہے پھیر لینا ان کا۔ اگر چاہیں صلح کرلیں ۱۲

[1] وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - سورۂ نساء - پارہ ۴ -

[2] وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - سورۃ طلاق - سیپارہ ۲۸ -

جب ان تدابیر سے باہمی معاشرت میں فتور ہوا - اور دلی روابط زن وشوئے ٹوٹ گئے - تو صرف جسمانی تعلق کو جو ایک جسم بلا روح تھا - روحانی شارع نے پسند نہ فرمایا - اور طلاق کی اجازت بخشی - لاکن ایک ہی طلاق کی اور تین مہینے تک باہمی مصالحے کی مہلت دی اور فرمایا -

[3] اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ - سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸ -

[4] اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ - سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸ -

[5] فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

سورۂ طلاق - سیپارہ ۲۸

[6] وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ - (سورۂ بقر - سیپارہ ۲ -

---

[1] اور نہ اُن کو بند کرو - کہ لے لو اُن سے کچھ اپنا دیا - مگر جب وہ کریں بیحیائی - ۱۲

[2] اور مت نکالو اُن کے گھروں سے اُن کو - اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بیحیائی - ۱۲

[3] اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو اُنکو طلاق دو اُنکی عدت پر اور گنتے رہو عدت اور ڈرو اللہ سے - ۱۲

[4] گھر دو اُنکو رہنے کو جہاں سے آپ رہو - اپنے مقدور سے اور ایذا نہ چاہو اُنکی یا تنگ پکڑو اُنکو - ۱۲

[5] پھر جب پہنچیں اپنے وعدے کو تو رکھ لو اُن کو دستور سے یا چھوڑ دو اُن کو دستور سے - ۱۲

[6] اور مت بند کرو اُنکے ستانے کو تا زیادتی کرو - اور جو کوئی یہ کام کرے اُس نے بُرا کیا اپنا - ۱۲

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ[۱] ۔ سورۂ بقر ۔ سیپارہ ۲ ۔
سوچو تو صحیح نکاح میں طرفین کی رضامندی اور باہمی پسندیدگی جیسے آیت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ ۔ اور حدیث عقبہ بن عامر سے ثابت ہے ۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اَتَرْضٰى اَنْ اُزَوِّجَكَ فُلَانَةً قَالَ نَعَمْ وَقَالَ لِلْمَرْاَةِ اَتَرْضَيْنَ اَنْ اُزَوِّجَكِ فُلَانًا قَالَتْ نَعَمْ ۔ فَزَوَّجَ اَحَدَهُمَا صَاحِبَهٗ[۲] اور طرفین کے اولیا اور اقارب کی رضامندی جو حدیث ۔

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ[۳] ۔ احمد دارقطنی بیہقی نے روایت کی ثابت ہے ۔
اور پھر اگر خاوند کوئی بدسلوکی کرے ۔ یا کہیں بیخبر ہو کر چلا جاوے ۔ یا ایسے امراض اور اسباب میں گرفتار ہو جاوے جس سے عورت کو ضرر ہو ۔ تو اُسپر فرمایا ۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا[۴] ۔ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ[۵] ۔ سورۂ طلاق سیپارہ ۲۸
مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[۶] ۔ سورۂ حج ۔ سیپارہ ۱۷ ۔
جو کوئی خدا سے ڈرے شرعی احکام پر پابند ہو ۔ اور آیات متذکرہ بالا پر عمل کرے ۔ اُسے کوئی تکلیف نہیں ۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا[۷] ۔ سورۂ طلاق سیپارہ ۲۸ ۔
(بے موقع نہ ہو) پادری صاحب کا ایک اور اعتراض اسوقت سامنے آگیا ۔ فرماتے ہیں ۔

---

[۱] تو اب نہ روکو اُنکو کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے ۱۲

[۲] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پُوچھا کہ آیا تو راضی ہے اسپر کہ تیرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کرا دوں ۔ اُس نے کہا ہاں ۔ پھر آپنے ایک عورت سے فرمایا کہ آیا تو راضی ہے اسپر کہ تیرا نکاح فلاں مرد کے ساتھ کرا دوں ۔ اُس نے عرض کیا ہاں ۔ پس آپنے ان دونوں کا نکاح کر دیا ۱۲

[۳] یعنی بغیر دو گواہ عادل اور ولایت ولی کے نکاح صحیح کامل نہیں ہوتا ۱۲ [۴] اور مت بند کرو اُنکے ستانے کو ۱۲

[۵] اور ایذا نہ پہنچاؤ اُنکو ۱۲ [۶] نہیں رکھی تمپر دین میں کچھ مشکل ۱۲ [۷] اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کر دیتا ہے اُسکا گذارہ ۱۲

اسلام نے (خدا کی پناہ) عورت سے خلاف وضع فطرت جائز رکھا ہی۔ پادری صاحب! اللہ تعالے نے قرآن میں عورت کو کھیتی کہا ہی۔ اور خلاف وضع فطرت میں عورت کھیتی نہیں رہتی۔ دیکھو۔
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ[1]۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۲ –

باہمی معاملات میں راستی اور سچائی

(۱) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ[2] الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ۔ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۵ سورۂ تطفیف سیپارہ ۳۰۔

(۲) أَوْفُوا[3] الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ –

(۱) أَوْفُوا[4] بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔ سورہ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵۔

(۲) وَأَوْفُوا[5] بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا۔ سورہ نحل پارہ ۱۴

(۱) يَا أَيُّهَا[6] الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ۔ سورۂ انفال پارہ ۹۔

إِنَّ اللَّهَ[7] يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ سورۂ نساء سیپارہ ۵ –

(۲) وَإِذَا[8] قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ۔
سورۂ انعام۔ سیپارہ ۸

---

[1] عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں۔۱۲

[2] خرابی ہی گھٹانیوالوں کی وہ کہ جب ناپ لیں لوگوں سے پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں اُن کو یا تول دیں تو گھٹا کر دیں۔۱۲

[3] پورا بھر دو ماپ جب ماپ دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے۔۱۲

[4] اور پورا کرو قرار کو بیشک قرار کی پوچھ ہے۔۱۲

[5] اور پُورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکّی کیے پیچھے۔۱۲

[6] اے ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتوں میں۔۱۲

[7] اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو۔۱۲

[8] اور جب بات کہو تو حق کی کہو۔ اگرچہ وہ ہو اپنے ناتے والا۔ اور اللہ کا قول پُورا کرو۔ یہ تم کو کہہ دیا ہے۔۱۲

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔ سورہ نساء۔ سیپارہ ۵۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔ سورۂ مائدہ۔ پارہ ۶۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶۔

وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۷۔

باہمی محبت

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ سورۂ حجرات۔ سیپارہ ۲۶۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ سورۂ حجرات سیپارہ ۲۶۔

ے۱ اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا۔۱۲

ے۲ اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات لگتی ہے تقوے سے ۱۲۔ ے۳ اے ایمان والو پورا کرو اقرار ۱۲۔

ے۴ اور نگاہ رکھو قسمیں اپنی ۱۲۔

ے۵ مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں۔ سو ملا دو اپنے دو بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم پر رحم ہو۔۱۲

ے۶ اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے۔ اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نہ نام ڈالو چڑھ ایک دوسرے کی۔ بُرا نام ہے گنہ گاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف ۱۲۔

ا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔ سورۂ حجرات سیپارہ ۲۶۔ رکوع ۱۴۔

۲ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ سورۂ حجرات۔ پارہ ۲۶۔

اور حدیث میں آیا ہے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

اور قرآن کریم نے مخالف قوموں سے سلوک کی بابت فرمایا۔

۳ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ۔ سورۂ سجدہ ۲۴۔ سیپارہ ۲۴۔ رکوع ۱۹۔

۴ وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ سورۂ رعد۔ پارہ ۱۳۔ ع

۵ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ۔

سورۂ قصص۔ سیپارہ ۲۰۔

ل اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور نہ بھید ٹٹولو کسی کا اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مُردہ ہو۔ سو گھن آتی ہے تم کو اُس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان ۱۲

ل۲ اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا نر اور مادہ اور کردیں تم میں ذاتیں اور قبیلے تاکہ پہچان لو بیشک بزرگ تم میں سے اللہ کے نزدیک بڑے ادب والا ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا ہے خبردار ۱۲

ل۳ اور برابر نہیں ہوتی نیکی اور نہ بدی جواب میں تو کہہ اُس سے بہتر پھر جو تو دیکھے تو جسمیں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے اُنھیں کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہو اُسکو جسکی بڑی قسمت ہے ۱۲

ل۴ اور کرتے ہیں بُرائی کے مقابل بھلائی اُن لوگوں کو ہی پچھلا گھر ۱۲

ل۵ وہ لوگ پاوینگے اپنا حق دوہرا اسپر کہ ٹھیرے رہے اور بھلائی دیتے ہیں بُرائی کے جواب میں ۱۲

جو لوگ اسلام کے سخت مخالف ہیں اور اسلام کے مسائل سے اُنکو انکار ہی۔ اگر وہ حملہ آور ہوں اور اسلام کے استیصال پر کمر باندھیں تو اسلام جو خالق فطرت کا کلام ہی علی العموم لوگوں کو کمزور مسیح کی تعلیم پر عملدرآمد کرنے کی اور طاقت سے باہر تکلیف نہیں دیتا۔ ہر ایک منصف اپنے دل میں سوچ لے۔ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرے گال کو سامنے رکھنا۔ جو ایک میل بیگار پر لیجاوے۔ اُسکے ساتھ دو میل چلے جانا عام لوگوں سے دلی محبت کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اگر نہیں ہوسکتا۔ تو عالمگیر مذہب میں ایسا کلام بے فائدہ ہوگا۔ اسی واسطے اسلام فطری قوٰی میں انتقامی طاقتوں کو مدنظر رکھکر غور کرو۔ کس لطافت کے ساتھ اخلاقی شریعت کی تکمیل کرتا ہے۔

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[۱]۔
سُورۂ شُورٰی۔ سیپارہ ۲۵۔ رکوع ۴۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[۲]۔ سُورۂ نحل۔ پارہ ۱۴۔ رکوع ۲۲۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[۳]۔ سُورۂ بقر۔ سیپارہ ۲۔ رکوع ۸۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[۴]۔ سُورۂ فتح پارہ ۲۶

علی العموم منکرین اسلام سے جنگ جائز نہیں۔ غور کرو آیات سابقہ پر۔

---

[۱] اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے سو اُس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے ۱۲

[۲] اور اگر بدلہ لو تم پس بدلہ لو برابر اُس چیز کے کہ ایذا دیئے گئے ہو تم ساتھ اُسکے اور البتہ اگر صبر کرو تم البتہ وہ بہتر ہے واسطے صبر کرنے والوں کے ۱۲

[۳] اور لڑو خدا کی راہ میں اُن سے جو لڑیں تم سے اور ہرگز زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا زیادتی کرنیوالوں کو ۱۲

[۴] محمد اللہ کا رسول اور اسکے ساتھ والے منکروں پر سخت اور آپس میں نرم دل اور رحیم ہیں ۱۲

لا ينهٰكم الله عن الّذين لم يقاتلوكم في الدّين ولم يخرجوكم من ديارکم ان تبرّوهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين انما ينهٰكم الله عن الّذين قاتلوکم في الدّين واخرجوكم من ديارکم وظاهروا علىٰ اخراجكم ان تولّوهم ومن يتولّهم منكم فاولٰئك هم الظّٰلمون۔ سورۂ ممتحنہ۔ پارہ ۲۸۔ رکوع ۷۔[1]

فاعف عنهم وقل سلام۔ سورۂ زخرف۔ سیپارہ ۲۵۔[2]

فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين۔ سورۂ مائدہ۔ سپارہ ۶۔[3]

وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم۔ سورۂ نور۔ سیپارہ ۱۸۔[4]

غلامی کی نسبت فرمایا

فامّا منًّا بعد واما فداء حتّٰى تضع الحرب اوزارها۔ سورۂ محمد سیپارہ ۲۶۔ رکوع ۴۔[5]

اسلام میں مخالف قیدی جب جنگ سے آتے اور اُس وقت اُنکا واپس کرنا مصلحت نہ ہوتا۔ تو پرورش اور تربیت کے واسطے مجاہدین کے سپرد ہوتے۔ اور حکم ہوتا جو کھانا تم کھاؤ۔ ان کو دو جو تم پہنو انکو پہناؤ۔ طاقت سے زیادہ کام مت بتاؤ۔ ہاں جیلخانوں اور دریائے شور کے دُکھ نہ دیئے جاتے تھے۔

---

[1] نہیں منع کرتا تم کو اللہ اُن لوگوں سے کہ نہیں لڑے تم سے بیچ دین کے اور نہیں نکالدیا تم کو گھروں تمہارے سے یہ کہ احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو سوائے اسکے نہیں کہ منع کرتا ہے تم کو اللہ اُن لوگوں سے کہ لڑے تم سے بیچ دین کے۔ اور نکالدیا تم کو گھروں تمہارے سے اور مددگاری کی اُوپر نکالدینے تمہارے کے۔ یہ کہ دوستی کرو تم اُن سے۔ اور جو کوئی دوستی کرے اُن سے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم ۱۲

[2] پھر عفو کر اُن سے اور کہہ سلام ۱۲

[3] پس اُن سے عفو کر اور درگذر۔ بیشک احسان والے خدا کو پیارے ہیں ۱۲

[4] اور ضرور عفو کرو اور درگذر کیا تم نہیں چاہتے تمہاری مغفرت ہو ۱۲

[5] پس یا احسان کیجیو پیچھے اسکے اور یا بدلہ لیجیو یہاں تک کہ رکھدیوے لڑائی بوجھ اپنے ۱۲

محرّمات کی نسبت فرمایا

قُلْ[1] اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

نکاح میں قریب کے رشتے کو حرام فرمایا۔ ماں بہنوں وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا منع کیا۔ اکل وشرب میں شراب اور مُردار اور ایسے چرند وپرند کا کھانا حرام کیا جن کا کھانا جسم یا اخلاق کے لیئے مضر ہو۔ مثلاً سور گندگی کا عاشق۔ بے حیا۔ حملے میں نا عاقبت اندیش۔ جانوروں میں ایک ہی ایسا ہے۔ جو نرسے جماع کرے اور لواطت کا مرتکب ہو۔ اور جسکے گوشت میں کدو دانے کا مادہ ہے۔ اور کُتا جو پچاس من کے مُردار کے پاس اپنے ہم قوم کو آنے نہ دے۔ باوجودیکہ اُسکی ضرورت سے زیادہ موجود ہے۔ اُسکو بھوک کی طاقت نہیں اور حد سے زیادہ خوشامدی اور بیحیا۔ اور درندے حرام کیئے۔

اِسلام کا احسان عام

اوّل۔ توحید الٰہی کو سکھایا اور بتایا۔ خدا ہی متصف بصفات کاملہ اور ہر بُرائی سے پاک ہی۔ خدا ہی عبادت کے لائق ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ وہ کسی کا باپ۔ نہ ممکن کہ وہ یہود سے مار کھائے۔ نہ ممکن پتھروں میں حلول کرے۔ جورو نہیں رکھتا۔ جو بہکا لیجانے والے سے لڑائی کی اُسے حاجت ہو۔ کلّ شیءٍ کا خالق ہے۔ ارواح اور ذرات عالم اور اُنکے خواص اور زمانہ وغیرہ سب اُسی کا بنایا ہُوا ہے۔ وہ پیدا کرنے میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔

دوم۔ تمام مقدسوں کی بے ادبی سے منع کیا۔ اور فرمایا۔

لَا[2] تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

سورۂ انعام۔ سیپارہ ۷۔

---

[1] تو کہہ ضرور حرام کیں میرے رب نے کھلی اور چھپی بے حیائیاں اور گناہ اور بغاوت ناحق۔ اور شرک جسپر کوئی دلیل نہیں۔ اور خدا پر لگانا بے علمی سے ۱۲

[2] اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔ کہ وہ بُرا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھ ۱۲

سوم۔ کل دنیا میں منذرین کا آنا تسلیم فرمایا۔ اور انصاف سے مذاہب پر کلی انکار نہیں کیا بلکہ تمام انبیا ورسل پر یقین کرنا۔ اور انپر ایمان لانا بنایا۔ اور فرمایا۔

اِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ[۱۵۱]۔ سورہ فاطر۔ سیپارہ ۲۲۔

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ[۱۵۲] اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ سورۂ بقر سیپارہ ۱۔ رکوع ۱۔

چہارم۔ کسی نبی کی نسبت طعن نہیں کیا۔ انبیا کی تعلیم پر کہیں بھی نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نصائح کو بدون طعن وتشنیع بیان کیا ہے۔ مطاعن بیان کرنے میں بالکل سکوت فرمایا۔ یہود اور عیسائیوں کو فرما سکتے تھے۔ تم کن لوگوں کے تابع ہو۔ لوط اور یعقوب۔ داؤد اور سلیمان۔ حسب کتب عہد عتیق کیسے تھے۔ بلکہ تمام بزرگان یہود۔ اور مسیح کی عظمت بیان کی۔ برائے نام بھی اُن کے مطاعن کا تذکرہ نہ فرمایا۔ بڑی مدح سرائیاں کیں۔ عیسائیوں آریوں یہودیوں کی عادت ہے۔ کسی کی مذہبی خوبیوں سے چشم پوشی کر کے اُسکے مطاعن بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

عیسائیوں کی مقدسہ کتب میں ایسے ایسے خطرناک حالات انبیا کے مندرج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے اُن بزرگوں کے چال چلن پر حرف آتا ہے۔ اور پھر جب قائل کی حقارت ثابت ہوتی ہے تو اسکے کلمات کی عظمت خاک بھی نہیں رہتی۔ مقدس کتابوں میں اگر لکھا ہو۔ کہ فلاں شخص حسب عام رائے ہمعصروں کے شرابی اور کھاؤ اور بدکاروں کا دوست تھا۔ تو ایسے شخص کی تعلیم پر کیا توجہ ہوگی۔

پنجم۔ علم کی ترقی پر بڑی ترغیب دی۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا[۱۵۳]۔ سورۂ فاطر۔ سیپارہ ۲۲ رکوع ۱۵

---

۱۵۱ کوئی بھی گروہ نہیں مگر اُن میں نذیر گذرے۔ (امتہ۔ معلم خبیر) ۱۲

۱۵۲ اور جو یقین کرتے ہیں۔ جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے۔ اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں۔ اُنہوں نے پائی راہ اپنے رب کی۔ اور وُہی مراد کو پہنچے ۱۲

۱۵۳ اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے علم والے ہی ڈرتے ہیں ۱۲

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ سورۂ مجادلہ سیپارہ ۲۸

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ سورۂ زمر۔ سیپارہ ۲۳

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵ -

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۱۔ رکوع ۸

تعلم علم اور تعلیم کی نسبت فرمایا

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ سورۂ توبہ۔ سیپارہ ۱۱ -

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ سورۂ نحل سیپارہ ۱۴ -

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ۔ سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۴ -

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ سورہ سجدہ فصلت سیپارہ ۲۴

۱ؔ اللہ تم سے ایمان والوں اور علم والوں کے ہی درجات بڑھاتا ہے ۱۲

۲ؔ تو کہہ علم والے اور بے علم کیا برابر ہونگے۔ نہیں ۱۲

۳ؔ تو کہہ اے میرے رب مجھے علم میں ترقی دے ۱۲

۴ؔ میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ہو جاؤں جاہل ۱۲

۵ؔ سو کیوں نہ نکلے ہر فرقے میں سے اُن کے ایک حصہ تا سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا خبر پہنچاویں جب پھر آویں اُن کی طرف شاید وہ بچتے رہیں ۱۲

۶ؔ ذکر والوں سے پوچھ لو۔ اگر تم نہیں جانتے ۱۲

۷ؔ اور جب لیا اللہ نے پختہ اقرار کتاب والوں سے کہ اسکو بیان کروگے لوگوں کے پاس اور نہ چھپاؤ گے ۱۲

۸ؔ اُس سے اچھا کون ہے بولنے میں جس نے خدا کی طرف بلایا۔ اور اچھے عمل کیئے ۱۲

ششم۔ جمہوری سلطنت قائم کی رعایا کی آزادی کو دیکھو۔

[1] وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔ سورۂ شوریٰ سیپارہ ۲۵

[2] وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔ سورۂ آل عمران۔ سیپارہ ۴ ۔

[3] اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶ ۔

امن اور بغاوت کی بیخکنی کی۔

[4] اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ ۔ سورۂ اعراف۔ سیپارہ ۸ ۔

تمام نیکیوں کا مدار قیامت پر ایمان لانا تھا۔ قیامت کو کیسے کیسے دلائل سے ثابت کیا۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ توریت میں قیامت کا صاف صاف تذکرہ بھی نہیں اسیواسطے یہود کا ایک فرقہ بالکل منکر تھا۔ مسیح کو بدقت ثابت کرنا پڑا۔ الا قانون قدرت کے دلائل سے ثابت نہ کیا۔ بخلاف قرآن کے کہ اُس نے قیامت کا مسئلہ مبرہن کر دیا۔

موت۔ جو ایک ضروری اور ہر ایک فقیر و امیر کے لئے قدرتی اور لابدی ہے اسکے وقوع پر بایں خیال کہ مردے کے اجزا ہوا میں نہ پھیلیں۔ گہری زمین میں گاڑنا تجویز کیا۔ غسل دیکر سادے ایک یا تین کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کیا۔ اور مردے کیلئے کھڑے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ وِدِّیا پرکاش میں لکھا ہے گائے کا گوشت پکانے سے ہوا میں ردّی اجزا پیدا ہو کر پھیلتے ہیں۔ اور ایک پرچے میں لکھا ہے۔ ہیضے والے کے کپڑے جلانا بُری بات ہے۔ اِس سے ہوا میں ردّی اجزا پھیلتے ہیں۔ پھر مُردے کے جلانے کے فوائد جب بیان کرنے لگا۔ وہ پہلا مضمون

---

۱ اور ایمان والے وہ جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا۔ اور درست رکھی نماز اور انکی حکومت ہے مشورے سے آپس میں ۱۲

۲ اور مشورہ کر لیا کر اُن سے حکم میں ۱۲

۳ تمہارا ولی اللہ اور اُس کا رسول ہے ۱۲

۴ بیشک حرام کیا میرے رب نے بے حیا باتیں کھلی اور چھپی اور گناہ اور بغاوت ۱۲

بھول گیا۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔

مرنے کے بعد بھی نا امید نہیں کیا۔ دیکھو مقالات ابوالحسن الاشعری اور مسند احمد میں اسود ابن سریع اور ابوہریرہؓ کے احادیث جن میں برزخ اور میدان محشر میں شرعی احکام اور ان کی تکالیف کا حکم ہے۔ اور دیکھو شرح منازل ابن قیم میں ہے۔

وَمَنْ[1] طَعَنَ فِی هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ بِاَنَّ الْاٰخِرَةَ دَارُ جَزَآءٍ لَا دَارُ تَکْلِیْفٍ فَهٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ مُخَالِفَةٌ لِلْعَقْلِ فَهُوَ جَاهِلٌ فَاِنَّمَا التَّکْلِیْفُ اَنْ یَّنْقَطِعُ بِدُخُوْلِ دَارِ الْقَرَارِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔

پھر الٰہی رحمت کی نسبت اسلام میں آیا۔

کَتَبَ[2] رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ وَرَحْمَتُهٗ سَبَقَتْ غَضَبَهٗ۔

غرض اسلام نے توحید۔ صبر اور شکر۔ خوف اور باری تعالیٰ سے امید اور رضا اور زہد اور عبادت۔ تقویٰ۔ قناعت۔ سخاوت۔ احسان۔ حسن ظن۔ حسن خلق۔ حسن معاشرت۔ صدق۔ اخلاص۔ عفت۔ شجاعت۔ علم و عمل اور تمام بھلائیوں کے کرنے کی تاکید فرمائی۔

شرک اور غل اور کینہ اور حسد۔ تکبر۔ حب الثنا۔ ریا۔ غضب۔ عداوت۔ بغض۔ طمع۔ بخل فخر۔ لایعنی میں خوض۔ عیاشی اور سستی۔ حرامخوری۔ بیحیائی۔ قلت رحمت۔ مکر۔ دغا۔ خیانت چغلی۔ جہل۔ جُبن اور ہر ایک بُرائی سے ممانعت کردی۔

طعن کیا گیا ہے مسلمانوں میں کسل اور سستی۔ حرامخوری۔ عیاشی۔ فضول خرچی۔ غرور پر۔ یہ صرف اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ پر سنو۔ یہ آیات کن لوگوں کی مقدس کتاب میں ہیں۔

---

[1] اور جس نے ان احادیث میں طعنہ کیا کہ آخرت دار جزا ہے نہ دار تکلیف۔ پس یہ احادیث عقل کے خلاف ہیں وہ جاہل ہے۔ کیونکہ تکلیف جنت اور نار میں پہنچنے پر موقوف ہوگی۱۲

[2] یعنی لازم کرلیا تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو اور رحمت اُسکی غالب ہے اُسکے غضب پر۱۲

[۱] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ - سورۂ بقر - سیپارہ ۳ -

[۲] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ - سورۂ بقر - سیپارہ ۲ -

[۳] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - سورۂ بقر سیپارہ ۲ -

[۴] وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ - سورہ مائدہ پارہ ۷ -

[۵] وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا - سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ -

[۶] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - سورۂ مائدہ - سیپارہ ۷ -

عیاشی سے یہاں تک نفرت دلائی کہ بدکار عورتوں اور کسبیوں سے نکاح کے بارے میں کہا۔

[۷] الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - سورۂ نور سیپارہ ۱۸ -

---

۱ اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی سے اور اُسے جو ہم نے نکالیں تمہارے لئے زمین سے ۱۲

۲ اے ایمان والو کھاؤ ہمارے رزق سے ستھرے اور اللہ کا شکر کرو۔ اگر تم اُس کی عبادت کرتے ہو ۱۲

۳ اے ایمان والو مت کھاؤ آپس میں مال ناحق اور نہ پہنچاؤ اُن کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے مال سے مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہے ۱۲

۴ اور کھاؤ اُس میں سے جو دیا تم کو خدا نے حلال اور ستھرا اور خدا سے ڈرو جس پر تمہارا یقین ہے ۱۲

۵ زنا کے نزدیک بھی مت جاؤ بے شک یہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ۱۲

۶ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور فالیں۔ گندی باتیں شیطانی کام ہیں پس بچو۔ تا کہ نجات پاؤ۔

۷ بدکار مرد نہیں بیاہتا مگر عورت بدکار یا شرک والی۔ اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شرک والا۔ اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر ۱۲

اسراف اور حق تلفی اور غرور کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاٰتِ[۱] ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا - اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ - سورۂ بنی اسرائیل - سیپارہ ۱۵ -

وَلَا[۲] تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا - سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵ - رکوع ۴

مسائل ذات وصفات باریتعالیٰ اور توبہ اور اذکار اور حشر ونشر کہانتک لکھوں۔ تعلیم قرآنی کو چند آیات کی تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ دیکھو آخر سورۂ فرقان۔

وَعِبَادُ[۳] الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا -

وَالَّذِيْنَ[۴] يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وَّالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا -

وَالَّذِيْنَ[۵] اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا -

وَالَّذِيْنَ[۶] لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

۱؎ اور دے رشتہ دار کو اُس کا حق اور مسکین کو اور مُسافر کو اور اسراف مت کر اسراف والے شیطان کے بھائی ہیں ۱۲

۲؎ اور مت چل زمین پر اترانا۔ تُو پھاڑ نہ ڈالیگا زمین کو اور نہ پہنچیگا پہاڑوں تک لمبا ہو کر۔ یہ جتنی باتیں ہیں - اُن میں سب سے بُری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری ۱۲

۳؎ اور بندے رحمٰن کے وہ جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کریں اُن سے بے سمجھ لوگ کہیں صاحب سلامت ۱۲

۴؎ اور جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں کھڑے اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اُس کا عذاب بڑی چٹّی ہے وہ بُری جگہ ہے ٹھہراؤ کی اور بُری جگہ ہے رہنے کی ۱۲

۵؎ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اُڑاویں اور نہ تنگی کریں اور ہے اسکے بیچ ایک سیدھی گذران ۱۲

۶؎ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ اور معبود اور نہیں خون کرتے جان کا جو کی اللہ نے مگر جہاں چاہیئے۔ اور بدکار نہیں اور جو کوئی کرے یہ کام بڑے گناہ سے دُونا ہو اُسکو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہے اُسمیں ذلیل ۱۲

اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا۔

اسلامی دعائیں تو ایسی ہیں کہ اُن کا عشر عشیر بھی اور مذاہب میں نظر نہیں آتا۔ عجیب و غریب دُعا الحمد ہے۔ جسکی تفسیر براہین احمدیہ میں قابل دید ہے۔ مَیں اس بیان کو ایک مسنون دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ ذرا اس میں تامل کیجئے۔ اور مسیح کی دُعا۔ متی ۶ باب ۹ کو دیکھئے۔

[1] اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔

[2] رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ہادیٔ اسلام کے معجزات پر انکار کے لئے پادریوں اسلام کے مخالفوں نے ان چند باتوں سے استدلال کیا ہے۔

اوّل۔ خرق عادت یا فعل ما فوق العادت کا لفظ جو معجزے کا مترادف ہے بلکہ خود معجزے کا لفظ بھی قرآن میں محمد صاحب کے حق میں نہیں آیا۔

جواب۔ قرآن میں تو یہ الفاظ کسی نبی کے نشانات نبوت میں نہیں بولے گئے محمد صاحب

---

[1] اے اللہ دے ہم کو اپنا ڈر جو روک ہو ہمارے اور گناہوں میں اور عبادت میں لگا جس سے ہم تیری جنت میں پہنچیں۔ اتنا یقین دے کہ دُنیا کے مصائب آسان ہوں اے اللہ ہم کو کانوں اور آنکھوں اور قوت سے زندگی بھر نفع دے اور کر ہمارا غلبہ ظالموں پر اور ہماری حمایت کر حد سے نکلنے والے پر۔ ہم کو دین میں مصیبت نہ رہے۔ دُنیا کا زیادہ خیال نہ رہے۔ صرف دُنیا ہی علم کا پُورا نتیجہ نہ ہو۔ اور نہ کر غالب ہم پر وہ جو رحم نہ کرے ۱۲

[2] اے ہمارے رب دے ہم کو دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا آگ کے عذاب سے ۱۲

کیلئے کیسے بولے جاتے۔ مگر یاد رہے ان الفاظ کا نہ بولا جانا بھی ایک معجزہ اور خرق عادت بلکہ نشان نبوّت ہے۔ جیسے آیت نبوّت بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ نہایت کمزور اور ناقص ہیں ان الفاظ کا استعمال اُن نشانات نبوّت پر جو واقعی نشان تھے۔ عمدہ نہ تھا۔ اِس لئے ترک کیا۔ (سُبحان اللہ علمی ترقی میں جو الفاظ نکلے وہ ناقص اور قرآنی الفاظ کامل) کیونکہ خرق عادت کے معنی ہیں عادت کا خلاف۔ اور پھر حسب تسلیم یہود ونصاریٰ وغیرہ انبیاء اور رسولوں کیساتھ جب ہمیشہ ایسے امور کا ظہور ہوتا ہے۔ تو یہ امور عادت میں داخل ہوگئے۔ یہ عجائبات سنّت اللہ میں شامل ہوگئے۔ تبدیل سُنّت اللہ یا خلاف عادۃ اللہ نہ ہوئے۔ پس ایسے عجیبہ امُور یا نشانات کو خرق عادت کہنا کیسا غلط ہوُا۔ اگر معجزے کے بھی یہی معنی ہیں تو اسکا اطلاق بھی غلط ٹھہرا۔ اور اگر حسب لغت اسکے معنی عاجز کر دینے والے کے لئے جاویں تو بھی یہ لفظ کمزور رہی۔ دیکھو یہودانِ یروشلم اور پلاطس سے بقول اناجیل اربعہ ایسا فعل سرزد ہوُا۔ جس نے مسیحؑ اور انکے تلامذہ کو عاجز کر دیا۔ پس کیا یہود دشمنان مسیح اور پلاطس اصحاب معجزات کہلاکر نبی بن جائیں گے۔

علاّوہ بریں توریت استثنا ۱۳ باب ۱۔ ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف معجزہ مثبت نبوّت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جھوٹے انبیا بھی معجزات دکھاسکتے ہیں۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک مومن عیسائی معجزات دِکھاسکتا ہے۔ پھر معجزہ نشانِ نبوت کیسے ہوگا۔ اسلئے معجزہ اور خرق عادت کا لفظ قرآن کیا حدیث صحیح اور اسلامی اعلیٰ طبقے کی کتابوں میں نہیں آیا۔ بلکہ بجائے اس کے آیت اور علامت کا لفظ آیا ہے۔ غور کرو (اگر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے کہنے پر مان لیں) ترقی کے زمانے میں جو لفظ نکلا وہ ناقص ہے۔ اور رسالت مآبؐ کا لفظ پُورا اور کامل ہے

پادری صاحبان! آنحضرت صلعم کی نسبت قرآن بلکہ صحیح حدیث اور صحابہ کے زبان پر بھی صدور معجزہ یا خرق عادت کا لفظ نہیں آیا۔ تو آپ یاد رکھیں کوئی نقص نہیں

ہوا۔ عین ثبوت کمال ہے۔

دوم۔ دلیل انکار معجزات پر قرآن میں آیا ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ۔

مَیں پُوچھتا ہوں الآیات عربی لفظ ہے۔ دو کلموں سے بنا ہو ایک اَلْ اور دُوسرا آیات ہے جو آیت کی جمع ہے۔ اَلْ کے معنے عربی میں کبھی خاص کے آتے ہیں اور کبھی کُل کے معنی دیتا ہو۔ اگر لفظ اَل کے خاص معنے لیئے جاویں تو آیت کا مطلب اور معنے یہ ہونگے۔

ہمیں ان خاص نشانیوں کے بھیجنے سے (جنہیں مُنکر لوگ طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ ان نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔

اس کے بعد کی آیت بھی ان معنوں کی تاکید کرتی ہو۔ جس کا مطلب ہے ثمود کی قوم نے ایک نشان مانگا پھر اُنہوں نے تکذیب کی۔ اور اس نشان پر ظلم کیا۔

اس قسم کے نشانات کی نفی صرف آنحضرت صلعم ہی کے وقت نہیں ہوئی۔ بلکہ غور کرو۔ مرقس ۸ باب ۱۱-۱۲ فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کیئے۔ اُس نے آہ کھینچ کے کہا۔ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جاوے گا۔

اور جس نشان دکھانے کا وعدہ ہوتا ہے وہ بھی اب تک ظلمت میں ہے۔ اور لوقا ۲۳ باب ۸ میں ہے۔ ہیرودیس کو بڑی خواہش تھی۔ کچھ مسیحی معجزے دیکھے۔ باوجود اصرار مسیح اسکے سامنے بولے بھی نہیں۔ آخر اُس نے ناچیز ٹھہرایا۔

غور کیجئے ذرا انصاف سے سُنیئے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ اگر کسی میں رائی برابر بھی ایمان ہو تو پہاڑوں کو کہے یہاں سے وہاں چلے جاؤ۔ تو وہ چلے جاوینگے۔ بیماروں کو ہاتھ رکھ کر چنگا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مرقس ۱۶ باب ۱۷-۱۸۔ عیسائی انصاف سے کہیں تمام دُنیا میں کوئی عیسائی مومن ہے۔ یا سب کے سب کافر ہیں۔ اگر کوئی ہے تو اپنے ایمان کو

مرقس ۱۶ باب ۱۷ تا ۱۸ پر رکھ کر دیکھے۔ اگر کہے کہ اسوقت معجزات کی ضرورت نہیں تو ہم کہتے ہیں۔
ایسی ہی محمدؐ صاحب کے وقت بھی ضرورت نہ تھی۔

دوم۔ اگر الؔ کے معنے جو الآیات میں ہے۔ کُل کے لیئے جاویں تو یہ معنے ہونگے۔ ہمیں کُل معجزات بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہُوا۔ مگر اگلوں کا اُن معجزات کو جُھٹلانا یعنی جسقدر معجزات ہماری قدرت میں ہیں وہ سب کے سب ظاہر نہیں کیئے گئے۔

پادری صاحبان! اِس سے بالکلیہ معجزے کی نفی نہیں نکلی۔ اسکی مثال ایسی سمجھو۔ کوئی کہے میں نے کُل مطالب بیان نہیں کیئے۔ اس کلام سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ قائل نے کوئی مطلب بھی بیان نہیں کیا۔

سوم۔ دلیل انکار معجزات یا آیات نبوّت پر۔

آیات نبوّت یا معجزات صرف احادیث میں ہیں اور احادیث دُوسری صدی کے بعد لکھے گئے۔ قابل اعتبار نہیں ہوسکتے۔

جواب۔ آیات صرف حدیث میں نہیں بلکہ وہ آجتک قانونِ قدرت میں موجود ہیں قرآن میں اُنکا بیان مفصل آچکا۔ اور اگر حدیث میں ہی ہوتیں تو حدیثیں جناب رسالتمآبؐ کے وقت لکھی جاتی تھیں۔ اِس جواب میں مَیں نے تین دعوے کیئے ہیں۔

اوّل تیسرے دعوے کا ثبوت سنو۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ میں ہے۔ اور صفحہ ۱۶۵ میں۔

۱۔ کسی شخص نے جناب علیؓ مرتضیٰ رسالتمآبؐ کے خلیفہ سے پُوچھا۔ آپکے پاس قرآن کے سوا کچھ اور وحی کی باتیں بھی ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ ہاں میرے پاس اس کاغذ میں چند احکام رسول کریمؐ کے لکھوائے ہوئے جن میں جرمانوں کے حکم اور قیدی کے چھوڑانے کے متعلق چند حکم وغیرہ ہیں۔

۲۔ کتاب الزکوٰۃ بخاری میں دیکھو جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰۔ ابوبکرؓ رسالتمآبؐ کے جانشین نے جو زکوٰۃ کے احکام لکھدیئے وہ سب رسولِ خدا کے لکھوائے ہوئے یا بتائے ہوئے تھے۔

۳۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ عبداللہؓ (صحابی) بن عمرؓ (خلیفہ) ہمیشہ حدیثوں کو لکھ

رکھتے تھے۔

آپؐ نے حج میں خطبہ (لکچر) پڑھا۔ یہ آپؐ کے آخری حج میں واقع ہُوا۔
پھر اس بڑے لمبے چوڑے خطبے کو جب رسالتمآب تمام کر چکے تو ابوشاہ نام صحابی نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ یہ خطبہ مجھے لکھوا دیجئے۔ آپ نے حکم دیا۔ ابوشاہ کو لکھدو۔
غرض اس طرح کی کئی ایک شہادتیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ حدیثیں مختلف طور پر لکھی جاتی تھیں۔ علاوہ بریں قوی روایات جو باوجود اختلاف شدید مشترک ہوں اور ایک دوسرے کی تصدیق قوی ثابت کرتی ہوں۔ اناجیل کے ثبوتوں سے صحیح احادیث کا ثبوت کچھ کم نہیں۔ یاد رہے بخاری اور مسلم کی بڑائی صرف بخاری اور مسلم کہنے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی کتابیں کتب سابقہ اور کتب زمانۂ بخاری اور مسلم اور کتب محققین بعد زمانۂ بخاری اور مسلم کے ساتھ موازنہ کی گئیں۔ اور بعد موازنہ ان کو ترجیح حاصل ہوئی۔ کسی حدیث کا اعتبار صرف ایک راوی کے کہنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ مختلف رُوات کی روایت سے کہ کوئی ان میں سے عراق کا رہنے والا اور کوئی شام کا اور کوئی حجاز کا۔ کوئی مصر کا اور باوجود اسقدر دُوری کے اُن کے الفاظ متقارب اور انکی حدیثیں متحد المعنیٰ ہوں۔ تعجب آتا ہے۔ دو صحیح حدیثیں ایک درجہ کی باہم متخالف اور متعارض نہیں ہوتیں۔ اور یہ کیسا بڑا ثبوت علم حدیث کی سچائی کا ہے۔
پادری اِس بات پر ہمیشہ زور دیتے ہیں۔ حدیث دیکھنے والوں کی تحریر نہیں۔ صاحبو۔ تاریخی امور کا ثبوت اِسپر موقوف نہیں کہ دیکھنے والا کسی تحریر میں اپنا معائنہ بیان کرے۔ بلکہ معتبر کے رُوبرو بیان کرنا کافی ہے۔ اگر کسی تحریر میں اس کا اقرار پایا گیا۔ تو تحریر بھی جب ہی قابلِ اعتبار ہوسکتی ہے کہ کسی کے رُوبرو اُسکا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہ میری تحریر ہے۔ پھر وہ تحریر بھی ہر طرح سے محفوظ رہے۔ بہرحال زبانی اقرار پر مدار رہا۔ فقط تحریر سے کام نہ چلا۔ اور حدیثوں میں دونوں طرح کا ثبوت موجود ہے۔ تحریری بھی اور زبانی بھی۔ اسی واسطے محدثین صرف کتابوں کو دیکھکر روایت کرنے والے کا اعتبار نہ کرتے تھے۔

آپ کے دلائلِ نبوت اور علاماتِ رسالت جنکو قرآن کریم نے آیات اور برہان کرکے تعبیر فرمایا ہے۔ قانونِ قدرت میں مشہود اور قرآن میں موجود ہیں۔ اگر ان دلائل کو معجزہ کہیں جس کے معنی ہیں غیر کو عاجز کردینے والا یا خرق عادت کہیں تو بالکل بجا ہے۔

اوّل آنحضرت صلعم کے وقت دُنیا کی تاریخ پر نظر کرو۔ جس ملک میں آپ پیدا ہوئے وہ کیسا تھا۔ عامۂ عرب کسی مذہب کے پابند نہیں۔ کوئی کتاب نہیں رکھتے۔ کوئی پتھروں کی پوجا کرتا ہے۔ کوئی درختوں کی۔ کوئی سیّاروں کی۔ کوئی بھوت اور پریت کی۔ جزا اور سزا کے منکر ہیں۔ سیاست و تمدّن کو نہیں جانتے۔ چوری، قمار بازی، باہمی جنگ اور بُغض اور عناد۔ جہالت۔ فخر اور کبر اُنکے صفات ہیں۔ اور شاعریت پر کمال کا مدار ہے۔ عرب کی مشرق میں ایک طرف ہندوستان ہے۔ جس میں توہمات کی گھٹا ایسی چھائی ہے کہ مرد کی شرمگاہ جسے لنگ کہتے ہیں اور عورت کی شرمگاہ جسے بھگ کہتے ہیں۔ بے طعن پوجی جاتی ہے۔ منتر، فال وغیرہ توہمات کا سمندر موج مار رہا ہے۔ دُوسری طرف ایران ہے۔ جس میں آگ کی پرستش۔ سیّاروں کی معبودیت۔ نور وظلمت دو خداؤں کی سلطنت پر اعتقاد ہے۔ شمال و مغرب اور عین وسط میں کچھ عیسائی پوپ کے بندے رومن کیتھولک وغیرہ پروٹسٹنٹ مذہب کے علاوہ (اس مذہب کا بانی لوتھر ہے) مریم اور مسیح کے پُوجاری۔ اور اُن میں پوپ صاحب بہشت بانٹنے والے اور تمام عیسائی خاکسار بندے ابن مریم کو خدا ماننے والے جن کے حق میں قرآن فرماتا ہے۔ [1] لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور کچھ یہود بعل اور مولک اور عستارات کے پوجاری۔ اور ایسے سخت بے ایمان جو عرب کے سخت بُت پرستوں کو کہتے ہیں۔

[2] أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ سیپارہ ۵ - رکوع ۵ -

---

[1] نہ پکڑیں بعض ہمارے بعض کو رب سوائے اللہ کے ۱۲

[2] تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بتوں اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہہ زیادہ پائے ہیں مسلمانوں سے راہ ۱۲

دُنیا کی ایسی حالت میں ایک بے ساز و سامان بے فوج و ملک توحید کا واعظ کھڑا ہو گیا۔
اور دعویٰ کیا کہ مجھے خُدا نے بھیجا اور حکم دیا ہے۔ قُمْ[۱] فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اُس نے تمام
رسُومات باطلہ پر یک قلم خطِ نسخ کھینچنا چاہا۔ تمام رئیس اور امیر غریب اور فقیر اس واعظ کے
جانی دشمن ہو گئے۔ سُبحان اللہ کیسا مخالف اُٹھا۔ اپنی قوم کو جاہل اور انکے زمانے کو جاہلیت کا
زمانہ کہتا ہے۔ قوم کا ایسا مخالف نہیں۔ جیسے ایک شخص مصلح قوم کہتا ہے۔ یہ مت سمجھو میں نبیوں کی
کتابیں منسُوخ کرنے آیا۔ اور ایک کہتا ہے وید ایسے ہیں کہ تمام علوم اور فنون کا مخزن ہیں۔ پھر اپنی
اُمیدیں خاک میں لے گیا۔ تمام ملک اور تمام اہلِ شہر مارنے کے درپے ہیں اور یہ کہتا جاتا ہے۔

يُرِيدُونَ[۲] لِيُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ سُورۂ صف ۔ سیپارہ ۲۸ ۔ رکوع ۹ ۔

سَيُهْزَمُ[۳] الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ سورہ قمر ۔ سیپارہ ۲۷ ۔ رکوع ۱۰ ۔

اور پھر ایسا کامیاب ہوا۔ ایسا کامیاب ہوا کہ اپنے سامنے اُسکو یہ سُورۃ پہنچ گئی۔

إِذَا جَاءَ[۴] نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا۔

جس قوم میں اُٹھا اُس قوم میں ایک بھی نہ رہا جو اُسکے آخری ایام میں مخالف ہوتا۔ اپنے
ارادوں میں پُورا کامیاب ہو گیا۔ اور کامیابی دیکھ اپنی ڈیوٹی کو پُورا کر کے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملا۔

---

[۱] کھڑا ہو کر ڈر سنا۔ اور اپنے رب کی بڑائی کر ۱۲

[۲] چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے مُنہ سے اور اللہ کو پُوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں مُنکر۔ وُہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سُوجھ لیکر اور سچا دین کہ اُس کو غالب کرے اُوپر تمام دینوں کے اور پڑے بُرا مانیں مُشرک ۱۲

[۳] اب شکست کھاوے گا میں اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر ۱۲

[۴] جب پہنچ چکی اللہ کی مدد اور فیصلہ اور تُو نے دیکھے لوگ پیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج ۱۲

بتائیے۔ یہ معجزہ ابتک نظر میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ خرق عادت نہیں تو اُس کی نظیر دکھائیے۔ اور معجزہ بمعنی عاجز کنندہ نہیں تو اُسکے ہم شہر اور ہم قوم دشمنوں کا نام ونشان ڈھونڈیئے عیسائی مذہب کا ربّ اور انکا خدا کیا نظیر ہوسکتا ہے۔ جو بقول عیسائیوں کے قوم سے پٹا مارا گیا۔ اُس کی مخالف اُس کی قوم اب تک موجود ہے۔ موسیٰ کب نظیر ہوسکتا ہے جس نے خود بھی وہ ملک نہ دیکھا جس کی اُمید پر مصر سے قوم کو لے چلا۔

ویدکے متبع کیا دکھائیں گے۔ جن کے مقدس مکان دُوسروں کے قبضوں میں نظر آتے ہیں۔ جن کی الہامی دُعائیں خدا کی بتائیں رہیں ہمیشہ اُلٹی پڑیں۔

زرتشتی کیا نظیر دکھائینگے۔ جن کو اپنے ملک میں سر رکھنے کی جگہ نہیں ملی۔

دوسرا معجزہ

دوسری آیتِ نبوت یا دُوسرا معجزہ اور خرق عادت جو محسوس اور مشہود ہے۔ آپکی حیات میں آپؐ کا اپنے ملک پر پُورا تسلط اور اپنی قوم پر پُوری حکومت۔ جو نہ آپکے پہلے کبھی ایسی کامیابی کسی مُدعی نبوّت کو ہوئی اور نہ آپؐ کے بعد۔ حضور علیہ السّلام کیسے آزادی بخش اپنی قوم کے ہوئے کہ آپکا شہر آجتک غیروں کی غلامی سے آزاد ہوگیا۔ سلطان ٹرکی جو برائے نام وہاں کے بادشہ ہیں۔ خادم الحرمین کا لقب رکھتے ہیں۔

اِس موقع پر ویدکی الہامی دُعائیں اور انکی کوششیں جو ویدکے مومن ہیں۔ اور عیسائیوں کے مخلص مُنجی کی جانفشانی۔ اور موسیٰ کے بڑے معجزات اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کے ساتھ خدائی وعدے کنعان کی ابدی وراثت کی بابت۔ اور پارسیوں کے الہامی ہادیوں کی دعائیں فراموش کرنے کے قابل نہیں۔ قومی آزادی کے قدردان قوم کے مصلحین کے قربان انصاف کریں۔ ہادیٔ عرب کمزوری کی حالت میں کیا کر گئے۔ جَآءَ الْحَقُّ[1] وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ سُورۂ سبا۔ سیپارہ ۲۲۔ رکوع ۱۲۔

[1] آیا دین سچا۔ اور جھوٹ کو نہ پہلا۔ اور نہ دوسرا ۱۲

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا[1]
فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا - سورۂ مزمل - پارہ ۲۹ -

اور آرام کا وعدہ -

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ[2]
فِي الْأَرْضِ - سورۂ نور - سیپارہ ۱۸ - رکوع ۱۳ -

پھر اپنے وعدے کو سچ کر دکھاتا ہے -

مدعی نبوت سے ایسی کامیابی بے نظیر امر خرق عادت نہیں تو اور کیا ہے -

تیسرا معجزہ یا خرق عادت - بلکہ آیت نبوت -

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[3] - سورۂ حجر - سیپارہ ۱۴ - رکوع ۱ -

کس طرح قرآن کی حفاظت ہوئی - دُنیا میں کوئی مذہب دکھاؤ جس کی کتاب اپنے ہادی کی زبان میں بعینہٖ اس طرح شہرت پذیر ہو - تراجم کا اعتبار نہیں - تراجم مترجمین کے خیالات ہیں - انجیل کی تو ایسی حفاظت ہوئی - کہ الامان - انجیل کی حالت ناگفتہ بہ ہے - آجتک پتہ نہیں لگتا مسیح کی اصل کتاب عبری تھی یا یُونانی - پھر اُنکا کلام بالکل حواریوں کے کلام سے مخلوط ہے ممتاز نہیں - وید کی حالت شب و روز آنکھ کے سامنے ہے - حاجتِ بیان نہیں - پھر علی العموم تلاوت سے محروم ہیں - اگر دُنیا بنصرتِ الٰہی کسی مذہبی کتاب کی حافظ و ناصر ہے تو قرآن کریم

---

[1] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا - جیسے بھیجا فرعون پاس رسول - پس کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا - پھر پکڑی ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

[2] وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں نیک کام البتہ پیچھے اُن کو حاکم کرے گا - ۱۲
پادری ٹھاکر داس کو اس آیت میں مِنکُم کا لفظ یاد نہیں رہا - اور نہ وہ سمجھے کہ الارض معرفہ معرف باللام ہے - یعنی ارض موعود اور مقدس مکے و عرب و کنعان کی زمین - دیکھو اس کا رسالہ بے کرامت ۱۲

[3] ہم نے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ۱۲

تیسرا معجزہ

اوّل نمبر یہ ہے۔

قرآنی معجزے یا خرق عادت۔ بلکہ آیات نبوت۔ یعنی وہ آیات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔

اوّل[1]۔ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا۔ فَاتَّقُوا النَّارَ۔ سورۂ بقر۔ سیپارہ ۱۔ رکوع ۳۔

قُلْ[2] لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ سورۂ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵

ایک اُمّی (بلکہ فرض کرو اہل کتاب کا بقول نصاریٰ شاگرد) یہ دعویٰ کرے اور کوئی مخالف تکذیب نہ کر سکے۔ معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

ہم نے مانا کہ ہومر۔ ملٹن۔ شکسپیر۔ بالمیک۔ حافظ وغیرہ بے نظیر کلام کہہ گئے۔ مگر کیا انہوں نے ایسا دعویٰ کیا۔ اگر دعویٰ کے بعد اور ایسے زبردست دعویٰ کے بعد امتحان میں کامیاب نکلتے۔ تو اُن کا کلام بے ریب ممتنع النظیر اور معجز سمجھا جاتا۔

عام لوگ عربی دان تو اس بے نظیری پر علماً یقین کر سکتے ہیں۔ اور جاہل اس طرح کہ وہ جانتے ہیں۔ تیرہ سو برس گذر چکے یہ دعویٰ اپنی راستی پر بدستور محکم ہے۔ حضرت رسالتمآب نے قرآن کریم کے بے نظیر ہونے کا بارہا ذکر فرمایا۔ مکّے میں سورۂ یونس اور سورۂ ہود اور سورۂ طور میں پھر مدینے میں اس دعوے کا اعادہ کیا۔ سورۂ بقر میں۔ منصفو! ذرا حدیث کی عربی اور قرآن کی عربی غور کرو۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ صاحب بھی اسکے مثل سے عاجز ہیں۔ آپ کے کامل درجے کے عقیل ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بھلا منصفو۔ غور کرو۔ ایک دانا جسکو دنیا میں اپنی

---

[1] اگر تم شک میں ہو اُس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر پس لے آؤ ایک سورت اُس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر سچے ہو۔ پس اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکوگے تو بچو آگ سے ۱۲

[2] کہہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اسپر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا قرآن اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک ۱۲۔

تصدیق مقصود ہے۔ اپنی ابتدائی حالت میں بدوں یقین کامل ایسے دعوے کی جرأت ہوسکتی ہے۔ جو آیت مذکورہ یعنی لئن اجتمعت الخ میں کیا گیا ہے۔

دوسرا معجزہ

دوسرا معجزہ یا خرق عادت بلکہ آیت نبوت بدر کی لڑائی ہے۔

یاد رہے اس جنگ میں چھوٹے سے گروہ کا بڑے گروہ پر فتحیاب ہونا معجزہ اور خرق عادت یا بُرہان نبوت نہیں۔ بلکہ یہ جنگ اسلئے آیت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کفّار کی شکست اور اُن پر آپ کی مخالفت سے وبال آنے کی خبر دی تھی اور کہہ دیا تھا۔ مخالفو! تمہاری فنا کا ابتدائی زمانہ سال بھر کے بعد شروع ہونے والا ہے۔ جب مَیں مکّے سے چلا جاؤنگا۔ اسکے ایک سال بعد تمپر ہلاکت آویگی۔ اور یہی خبر سابقہ کتب مقدسہ میں درج تھی۔ پس یہ جنگ سابقہ کتب کی تصدیق تھی۔ اور اس جنگ میں فتحیابی کے باعث آنحضرت صلعم مصدّقِ کتب مقدسہ ہوئے۔ اسی واسطے قرآن جنگ بدر کو آیت کہتا ہے۔ جہاں لکھا ہے۔

[۱] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا۔

[۲] وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلَافَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ سورہ بنی اسرائیل۔ سیپارہ ۱۵۔ رکوع ۸۔

جب کفّار نے پُوچھا۔ اچھا کب ہم پر ہلاکت شروع ہوگی۔ تو آپنے بلکہ آپکے خدا نے فرمایا۔

[۳] قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ سورہ سبا پارہ ۲۲

یوم کا لفظ اگر بدوں صبح اور مسا کے ہو تو نبوت میں ایک برس کا بھی ہوتا ہے۔

اندرونہ بیبل صفحہ ۵۹ و ۱۲۳۔

---

[۱] بیشک تمہارے لئے نشان تھا۔ دو گروہوں کی بھیڑیں (بدر کی لڑائی)۔

[۲] یقیناً یہ لوگ (اہلِ مکّہ) تجھے (محمد صلعم) اس زمین مکّے سے نکال ڈالنے والے ہیں۔ مگر تیرے بعد یہ لوگ بھی تھوڑی ہی دیر بعد رہیں گے ۱۲

[۳] تو کہہ تمہارے واسطے ایک سال کی میعاد ہے۔ اس سے ایک ساعت اِدھر اُدھر نہ کرسکوگے ۱۲

کتب سابقہ میں اس کا ذکر۔یسعیاہ نبی۔ رسالتمآب کی ہجرت اور دشمنوں کے تعاقب کا ذکر کرکے عرب کی بابت الہامی کلام میں کہتا ہے۔

خداوند نے مجھکو یُوں فرمایا۔ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے یسعیاہ ۲۱ باب ۱۶-۱۷ مَیں نے زیادہ تفصیل پیشین گوئیوں میں کی ہے۔غور کرو جنگ بدر کیسی آیت اور کیسا معجزہ ہے۔قیدار عرب میں کون ہیں۔کیا قریش ہی نہیں۔کیا بدر میں ان کے بہادر لوگ گھٹ نہ گئے۔

تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ جو قرآن سے ثابت ہے۔اس معجزے کے بیان سے پہلے یہ چند باتیں نامناسب نہ ہونگی۔گو تبعًا ان کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔

یادداشت

یادداشت۔کتاب اللہ (قرآن) اور سنت رسول اللہ (حدیث) میں بجائے لفظ معجزہ اور خرق عادت کے جو نہایت کمزور اور ناقص تھے۔آیت اور برہان کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔جو دلائل اثبات نبوت اور علامت رسالت کے واسطے جامع اور محیط ہونے کے علاوہ ہر زمانے کے موافق اور ہر ایک عقل صحیح کے مناسب ہے۔فطرت اور قانون کے نزدیک صحیح ہے۔ دیکھو آیت کا استعمال معجزات میں اگر لیا جاوے۔

وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی[۱]

سیپارہ ۱۹ - رکوع ۱۶ -

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ[۲] - سیپارہ ۳ - رکوع ۱۳ -

---

[۱] اور ڈال اپنا ہاتھ اپنی جیب میں نکالیگا سفید نہ بُرا یہ نشان اور ہے۔۱۲

[۲] بیشک میں لایا تمہارے پاس تمہارے ربّ سے نشانی بیشک میں بناتا تمہارے لئے مٹی سے جانور کی شکل پس پھونکتا اس میں پس وہ ہو جاتا جانور اللہ کے حکم سے۔۱۲

قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَن لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ[1]۔ سیپارہ ۳ رکوع ۱۲

اور برہان کا لفظ معجزات یا آیات کے معنے ہیں۔ دیکھو قرآن موسیٰ کے عصا اور ید بیضا کو جو عیسائیوں اور یہودیوں میں مسلّم معجزہ ہے برہان کہتا ہے۔

فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِن رَّبِّكَ[2]۔ سیپارہ ۲۰۔ رکوع ۷۔

اور آنحضرت صلعم کی گرامی ذات کو بھی برہان (معجزہ یا خرق عادت) فرمایا جہاں کہا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا[3]۔

یہود اور نصاریٰ نے کہا۔ ہم لوگ بھی بہشت میں جائینگے۔ تو اُنکو قرآن کہتا ہے۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ[4]۔ پارہ ۱ ۔رکوع ۱۳۔

معجزے کے معنی غیر کو عاجز کردینے والے کا محاورہ قرآن میں۔

وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ[5]۔ پارہ ۸ رکوع ۲۔ وَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ۔ سیپارہ ۲۴ رکوع ۲۔

مطلق عاجز کردینا چونکہ نشان نبوت نہ تھا جیسے بارہا ذکر کیا۔ رسالتمآبؐ کے اثبات نبوت میں قرآن نے یہ ناقص لفظ ترک کرکے آیت اور آیات اور برہان کا لفظ استعمال فرمایا۔ اور خرق عادت کا لفظ چونکہ بالکل غیر صحیح تھا اسلئے اُسے صاف ترک کردیا۔

انصاف سے دیکھو ایسے لفظوں سے بچ رہنا ہی اعجاز ہے یا نہیں۔ اَن پڑھ وہ لفظ بولے جو شبہات سے پاک ہوں اور پڑھے ناقص لفظ سُبحان اللہ عیسائی اور تمام تاریخی مذاہب کے پابند علی العموم مانتے ہیں کہ معجزات ہمیشہ ہوتے رہے۔ بھلا جو چیز ہمیشہ ہوتی رہے وہ خرق عادت ہو سکتی ہے۔ یا وہ تبدیل سنّت اور تحویل عادۃ اللہ ہوگی۔

---

[1] اُس نے (زکریا) کہا میرے رب بنا میرے لئے نشانی کہا تیرے لئے نشانی ہے کہ تو بات نہ کریگا لوگوں سے ۱۲

[2] پس یہ دونوں (عصا اور ید بیضا) دو برہان ہیں تیرے ربّ سے ۱۲

[3] اے لوگو بے ریب آئی تمہارے پاس برہان تمہارے ربّ سے اور اُتارا تمہاری طرف نور ظاہر ۱۲

[4] کہہ لاؤ دلیل اپنی اگر تم سچے ہو ۱۲

[5] یعنی نہ تم عاجز ہو اور نہ وہ عاجز ہیں ۱۲

بعد اس تمہید کے سورہ شعرا کی چند آیتوں پر غور کرو۔ یہ تیسرا معجزہ نہ ہوگا بلکہ کئی معجزات ہونگے۔ یہ سورہ شعرا مکّے میں اُتری۔ جب کہ آپ بالکل اکیلے تھے۔ کچھ لوگ جو ایمان لائے تھے۔ وہ بھی حبشے کو ہجرت کر گئے تھے۔

منکروں کو آپ فرماتے ہیں۔ تم میری تکذیب کرتے ہو۔ اسکا وبال دیکھو گے۔ تمہاری حالت زمین کے پودوں کی طرح ہوگی۔ جو آج ہے۔ اور کچھ مدّت کے بعد فنا ہوگا۔

فَقَدْ كَذَّبُوا[۱] فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ - أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ - إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ - پارہ ۱۹ - رکوع ۵ -

پھر موسیٰ کا قصّہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ فرعون مخالفت کے سبب سزایاب ہوا۔ اور موسیٰ بچ رہا۔

وَأَنْجَيْنَا[۲] مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ - سیپارہ ۱۹ - رکوع ۸ -

پھر ابراہیمؑ اور انکی کامیابی اور انکے دشمنوں کی تباہی کا ذکر کیا۔ اور کہا۔

إِنَّ[۳] فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ - پارہ ۱۹ - رکوع ۹ -

پھر نوحؑ اور انکے ہمراہیوں کی نجات اور انکی مخالف قوم کی ہلاکت کا ذکر کرکے فرمایا۔

إِنَّ[۴] فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ - پارہ ۱۹ - رکوع ۵ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴

---

[۱] سو جھٹلا چکے۔ اب پہنچیگی اُن پر حقیقت اس بات کی جس پر ٹھٹھے کرتے تھے۔ کیا نہیں دیکھتے زمین کو کتنی اُگائیں اس میں ہم نے ہر بھانت بھانت چیزیں اس میں البتہ نشان ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننتے۔ ۱۲

[۲] اور بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اُسکے ساتھ سارے پھر ڈوبایا اُن دُوسروں کو البتہ اُس میں ایک نشانی ہے اور نہیں وہ بہت لوگ ماننے والے۔ ۱۲

[۳] البتہ اِس میں ایک نشانی ہے اور وہ بہت لوگ نہیں ماننے والے۔ ۱۲

پھر عاد اور اُن کے دشمنوں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد یہ کہا۔

[۱] فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۔ پارہ ۱۹ - رکوع ۱۱ -

پھر ثمود کی نجات اور اُن کے دشمنوں کی ہلاکت کا ذکر کرکے کہا۔

[۲] فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۔ سیپارہ ۱۹ - رکوع ۱۲ -

پھر لوط کا ذکر اور اُنکے مخالفوں کی تباہی کا حال بیان کرکے کہا۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۔

پھر شعیبؑ کی کامیابی کا بیان ہے اور آخر کہا کہ شعیبؑ کے مخالف ہلاک ہوں گے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۔ یعنی البتہ اس میں ایک نشانی ہے۔

[۳] قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۔ سیپارہ ۱۹ رکوع ۱۳ -

ایسا ہی کفار نے جناب رسالتمآبؐ کو بھی کہا۔ اور سزا پائی۔

یہ باتیں رُوح الحق اور رُوح القدس سے کہیں۔ قرآن نے آیات اور معجزات کے بعد کہا۔

[۴] نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۔ پارہ ۱۹ ۔ رکوع ۱۵

یوسفؑ کا تذکرہ بھی سورۂ یوسفؑ میں ہے۔ اور کئی ایک آیات اور معجزات کا اشارہ ہے۔ جیسے فرمایا۔

[۵] لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ۔ پارہ ۱۲ - رکوع ۱۲ -

یوسفؑ کے بھائیوں نے جس طرح کا سلوک کیا۔ اُسی طرح اہلِ مکّہ نے آپؐ کو نکالا۔ آخر شدید قحط میں آپکے پاس دُعا کے لئے آئے۔

---

۱ پھر اُس کو جھٹلانے لگے تو ہم نے اُن کو کھپا دیا۔ اِس بات میں البتہ نشانی ہے ۱۲

۲ پس لے لیا اُن کو عذاب نے۔ اِس بات میں البتہ نشانی ہے۔ ۱۲

۳ بولے اگر نہ چھوڑے گا تُو اے لُوطؑ تو تُو نکالا جاوے گا ۱۲

۴ لے اُترا ہے اُس کو فرشتہ معتبر تیرے دل پر کہ تُو ہو ڈر سُنانے والا ۱۲

۵ البتہ ہیں یوسفؑ اور اُس کے بھائیوں کے مذکور میں نشانیاں پوچھنے والوں کو ۱۲

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ[1]۔ سورۂ دخان پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۴۔
اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے۔ مکّے میں جب قحط نہایت سخت پڑا۔ ابوسفیان
آپ کے پاس آئے اور کہا۔ تو صلۂ رحمی کا حکم کرتا ہے اور دیکھ تیرے باعث ہم کیسے وبال
میں ہیں۔ تو دُعا کر۔ آپؐ نے دُعا کی۔ جناب یوسفؑ نے تو فرعونی خزانے سے غلّہ دیا تھا۔
آپؐ نے الٰہی خزانے سے دیا۔ بخاری سورۂ دخان۔
اسی واسطے سورۂ یوسف کی ابتدا میں فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَ إِخْوَتِهٖٓ
اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِينَ۔ اس سورۂ شعرا اور سورۂ یوسف میں گویا رسول خدا بتاتے ہیں۔ تم
مجھے کیسے ہی تکالیف دو۔ آخر تم مانند مخالفین انبیائے سلف کے اپنی جھوٹی دُنیا کی
حمایت میں ہرگز کامیاب نہ ہوگے۔ کفّار کی تباہی میرے سامنے ہو جائے گی۔ اور چونکہ
آپؐ موسیٰؑ کے مثیل تھے۔ اسی واسطے یہ کہا۔
إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا[2]
فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيلًا۔ سیپارہ ۲۹۔ سورۂ مزمل۔ رکوع ۱۳
موسیٰؑ کی پیشین گوئی سنو۔ شاید یہ پیشینگوئی بشارات میں نہیں لکھی یا اس طرح نہ ہوگی۔
فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُسکے داہنے
ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لیئے تھی۔ استثنا ۳۳ باب ۲۔
تعجب ہے ماجوج کی عقل پر کیا پتھر پڑے۔ اس بشارت میں دس ہزار قدوسیوں کا ذکر
ہے۔ اور بخاری مطبوعہ مصر و ہند میں لکھا ہی۔ جب محمدؐ رسول اللہ مکۂ معظمہ میں تشریف لائے
فاران کے پہاڑ سے ٹھیک دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ دیکھو یہ بشارت

---

[1] جس دن لاوے آسمان دھوآں صریح ۱۲

[2] ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پس پکڑی ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی ۱۲

کیسی صادق آئی۔ دیکھو بخاری مطبوعۂ مصر نصف ثانی صفحہ ۵۰ و مطبوعۂ ہند صفحہ ۶۱۳
مَیں اپنے ایمان اور وجدان سے حلفاً کہتا ہوں۔ مجھے یہ بشارت دہریوں کیواسطے
بھی کافی نظر آتی ہے۔ اگر انصاف کریں۔ اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اکثر اُن انبیا کا ذکر
کیا۔ جنکو اہلِ مکّہ جانتے تھے۔ یہ اشارہ تھا۔ کہ گویا آپ مختلف شرائع انبیا کے جامع ہیں۔ آپکی
ذات گرامی کل اُن عمدہ صفات کی جامع ہے۔ جو فرداً فرداً اور انبیا میں پائی گئی ہیں۔
آپ کا حلم[1] ایسا تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے بدلہ نہ لیا۔
شجاعت[2] ایسی کہ توحید الٰہی کے واسطے اپنے ملک اور قوم میں شرک کا نام نہ چھوڑا
اور تمام دُنیا کو ہوشیار اور خبردار کر دیا۔ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ نکلے۔ پوپ سے انکار ہوا۔
آریہ بھی کہہ اُٹھے۔ وید شرک سے پاک اور شرک کا مخالف ہے۔
آپ کا کرم[3] ایسا کہ کسی سائل کو بشرطیکہ اُس کا سوال خلاف تعظیم الٰہی نہ ہو کبھی محروم
نہ کیا۔ آپ کی دُنیا سے بے رغبتی[4] ایسی کہ مرنے کے دن تک باوجود اعلیٰ درجے کی حکومت کے
آپ کی زرہ چند دانہ جَو پر رہن تھی۔
آپ کی شیریں کلامی[5] ایسی کہ کسی دشمن کے حق میں ثقیل لفظ نہ بولے۔ کسی
ہادی اور مصلح پر نکتہ چینی نہ کی۔
آپ صاحب تدابیر[6] ایسے کہ آپ کی تدابیر صائب کے سامنے تمام دُنیا کے
اعداء کی تدبیریں بیکار ہوگئیں۔
آپ کا دلربا چال[7] چلن ایسا جس میں بلحاظ احادیث صحیحہ اور تاریخ کے حرف گیری
کا موقع نہیں۔ آپکا توکّل[8] ایسا کہ تمام اہلِ مکّہ مخالف ہیں اور پھر ذرا حزن و ملال نہیں۔ کسی صحیح
حدیث میں نہیں اور یقیناً نہیں کہ اتنی بڑی عداوتِ عرب اور حالتِ غربت میں آپ اکثر محزون
رہتے ہوں۔ ابوبکرؓ یارِ غار آپکے ہجرت فرمانے سے گھبرائے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔
لَا تَحْزَنْ[a] اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ سورۂ ہود۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۱۲۔

[a] ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ۱۲

آپؐ کی صداقت وہ کہ صدیقؓ مرید ہو گئے۔ آپ کے صحابہ میں ایک بھی نہیں گذرا جسنے کبھی کسی حدیث کے بیان میں جھوٹ کہا ہے۔ اور بڑی صداقت بڑی صداقت نہایت بڑی صداقت میرے وجدان کے مطابق علم حدیث کی صداقت اور محمدؐ صاحب کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ دو حدیثیں صحیح ایک مرتبے کی اور دو آیتیں اور احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ باہم متعارض نہیں۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ اگر آپ جھوٹ بولتے یا آپکے صحابہ کو جھوٹ کی عادت ہوتی۔ ضرور انکی اس بات میں جو رسالت مآبؐ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ سخت تعارض ہوتا۔

یاد رہے باہم متعارض اور موضوع احادیث کی برائی اور غلطی اور انکا کذب اس بہت سے ہوتا ہے کہ صحابہ سے نیچے کے راوی کذب بولتے ہیں۔ متعارض اور موضوع احادیث ان نیچے کے راویوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر مرفوع حدیث کا سلسلہ عمدہ وسائط سے صحابہ تک پہنچ جاوے تو پھر تعارض نہیں رہتا۔ اگر کہیں کوئی تعارض دکھلائے تو ہم ذمہ دار ہیں۔

متحد المعنی احادیث صحیحہ کے الفاظ دیکھو تو متقارب ہیں۔ روایات دیکھو تو ایکدوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ سیپارہ ۵ رکوع ۸۔

یعنی اگر قرآن یا یہ دین خدا سے نہ ہوتا۔ تو البتہ اُس میں اختلاف ہوتا اور بہت اختلاف ہوتا۔ حالانکہ اس میں ذرا بھی اختلاف نہیں۔ تیس برس دُکھ اور سُکھ کی مختلف اوقات میں باتیں کیں۔ مختلف احکام دیئے۔ سُبحان اللہ پھر سب کے سب باہم موافق۔ قرآن آیات کو اِسی واسطے متشابہات اور متشابہ کہتا ہے کہ ایک آیت دوسرے کی مصدق اور مثل ہے۔ مَیں دعویٰ کرتا ہوں۔ کوئی شخص دو حدیث صحیح ایک مرتبے کی میرے سامنے لاوے میں اُسے تطبیق کر کے دکھائے دیتا ہوں۔

آپ کو اپنی صداقت پر ایسا یقین تھا کہ کبھی جنبش ظہور میں نہ آئی۔

انبیا اور صلحا کے نیک ارادوں میں ہمیشہ شیطان اور شریر القا کرتے ہیں۔ مگر الٰہی نصرت شیطانی القا کو ہمیشہ باطل کر دکھاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے آیات کو استحکام بخشتا ہے۔ حضور کا استقلال تمام دنیا سے مخفی نہیں۔ جس کام کو اُٹھایا اور جس امر کا ارادہ کیا۔ اسکی تکمیل سامنے دیکھ لی۔ تب دُنیا سے چلے۔ جب سُن لیا۔

اَلْيَوْمَ ^(۱) اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ اور ندائے الٰہی آگئی۔ اب تم اپنا کام کر چکے آؤ۔

اِذَا ^(۲) جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ سورۂ نصر۔ سیپارہ ۳۰۔

میرا قلم صفات کے بیان سے رُکنا نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں۔ معذور ہوں۔ اب مختصراً میں ایک اور نظر آپکی تعلیم پر کرتا ہوں۔ جیسے آپ تمام انبیاء کے عمدہ صفات کے جامع ہیں۔ ویسی ہی آپ کی حکیمانہ پاک تعلیم تمام دُنیا کی عمدہ تعلیموں اور مشترک ضرورتوں کی حاوی ہے۔ اسی واسطے قرآن کی صفت ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ ^(۳) اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔ سورۂ مائدہ۔ سیپارہ ۶۔ رکوع ۱۱۔

اسلام نے کوئی عمدہ تعلیم اور پسندیدہ بات نہیں جس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی بُری اور ناپسند بات نہیں جس کی ممانعت نہ کی ہو۔ بارہا سوال ہوا۔ اسلام کو ہماری معاشرت اور دُنیوی امور میں دخل ہے یا نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ اسلام ہمارے اُن امور میں جنکا تعلق ہماری عام حالت

۱؎ آج میں پُورا دے چکا تمکو دین تمہارا اور پُورا کیا تم پر مَیں نے احسان اپنا اور پسند کیا مَیں نے تمہارے واسطے دین اسلام ۱۲

۲؎ جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تُو نے دیکھے لوگ پیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج اب تسبیح کر اور بول اپنے رب کی خوبیاں ۱۲

۳؎ اور تجھ پر ہم نے اُتاری کتاب تحقیق سچا کرتی اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل ۱۲

صحت اور مرض سے ہے راحت بخش مقنن ہے۔ یہ صحت یا مرض رُوحانی ہو یا جسمانی۔ ہاں ایسے اُمور میں جو خاص مُلک یا خاص آب وہوا یا اور خاص اسباب مختص الزمان یا مختص المکان کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ اسلام آزادی بخش مذہب ہے۔

توحید کا وہ بیان کہ ہادی اپنی عبودیت کا اقرار ایمان کا لازمی جزو قرار دے۔ کوئی انکار کرسکتا ہے کہ کتب سابقہ کے ان الفاظ نے۔ اسرائیل میرا پلوٹھا ہے۔ میرا اکلوتا بیٹا موسیٰ خدا سا وغیرہ وغیرہ۔ اور سجدے کی عام رسم نے توحید الُوہیت میں نقصان نہیں پہنچایا۔

ویدوں میں اگر صاف صاف حکم ہوتا کہ سُورج اور چاند اور عنصری آگ اور دیوی کو سجدہ اور عبادت نہ کرو۔ تو یہ جھگڑا جواز یا عدم جواز بُت پرستی کا آریہ ورت میں کیوں پڑتا۔

اخلاق وہ کسی نبیؑ پر کوئی اعتراض نہیں۔ سب کا ماننا سب کا ادب اسلام میں ضرور ہوا۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا[۱] وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[۲] (سورۂ انعام پارہ ۷۔ رکوع ۱۹) سے بڑھ کر کون حکم ہے۔ جو اخلاق کا مصدر بن سکے۔ تعجب آتا ہے الزامی طور پر بھی قرآن عیوب کا اشارہ نہیں کرتا۔

آپنے کوئی حکم ایسا نہیں فرمایا جس میں آج ہم کو کہنا پڑے کہ کاش اسلام میں یہ حکم نہ ہوتا۔ کسی ایسی چیز سے منع نہیں فرمایا۔ جس میں آج ہمیں یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ کاش اسلامیوں کو منع نہ فرماتے۔

تمام عمدہ اور سُتھری چیزوں کی اجازت ہے۔ کُل بُری اور خبیث اشیاء سے ممانعت ہے۔ نہایت پسندیدہ صفات میں عدل تھا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ[۳]۔ فرماکر تاکید کی۔ اور ظلم سے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[۴]۔ کہکر سخت ممانعت کی (شرک بڑا ظلم

---

[۱] کہو لوگوں کو اچھا ۱۲ [۲] اور تم لوگ بُرا نہ کہو اُن لوگوں کو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔ ۱۲
[۳] تحقیق اللہ حکم دیتا ہے عدل کا ۱۲ [۴] آگاہ ہو لعنت اللہ کی ظالموں پر ہے ۱۲

اور عدل کی ضد ہے) صدق میں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ
الصّٰدِقِيْنَ کہا۔ اور کذب کے حق میں لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ فرمایا
منشاء صفات کاملہ علم ہے اُس کیلئے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا آیا۔ منشاء شرور جہل
ہے۔ اُسے اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ کہکر ہٹایا۔ احسان کی ترغیب
اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ سے ظاہر ہے۔ اور مدمقابل کی بُرائی۔
وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ سے عیان۔ معاد اور قیامت کا اعتقاد جو ہر خوبی اور نیکی
اور دلی محبت و سلوک کا سرچشمہ اور تمام خوشیوں اور اُمیدوں کی غایت ہے ایسے دلائل
قویہ قانون قدرت سے مستحکم کئے ہیں کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔
ہاں علوم میں جادو ٹونے۔ نجوم کا عملی حصہ وغیرہ مرویات سے وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا
الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ فرما کر منع کیا۔

تمام اُمت کو کس امر کی تاکید کی۔ اُمت کو کیا کام سپرد کیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ سورۂ آل عمران۔ پارہ ۳ - رکوع ۴ -

[illegible] بخاری ۱۲ منہ

۱ اے مومنو ڈرو اللہ سے اور ہو تم ساتھ سچوں کے ۱۲ ۲ لعنت اللہ کی اُوپر جھوٹوں کے ۱۲
۳ کہہ تو اے رب زیادہ کر مجھکو علم ۱۲ ۴ میں نصیحت کرتا ہوں تجھکو یہ کہ نہ ہو جاوے تو جاہلوں سے ۱۲
۵ تحقیق رحمت اللہ کی قریب ہے نیکی کرنے والوں سے ۱۲
۶ اور جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے مُلک میں کہ اُس میں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں اور جانیں
اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا ۱۲
۷ اور پیچھے لگے ہیں اُس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلطنت میں سلیمان کی ۱۲
۸ تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ہو ناپسند سے
اور ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۲

اسلام کی خوبی کیا بتائی۔ مِنْ[1] حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیهِ۔ دیکھیے! ایمان کا مدار اسپر رکھا۔ لَا[2] یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

ایسے ملک میں جو سراسر جہالت ہو۔ اور کوئی کتاب اُس ملک میں نہ ہو۔ ایسی سیرت اور تعلیم کا آدمی جس کی تمام تعلیم قوائے فطری اور قانون قدرت کے موافق ہو۔ جس میں تمام رُوحانی ضرورتیں موجود ہوں۔ اگر معجزہ اور خرق عادت نہیں تو نظیر دو۔

مجھسے ایکبار گنیش داس نام سکھ نے کہا۔ سکھوں کا مذہب تمام مذاہب سے بے عیب ہے۔ کیونکہ اُس میں بجز توحید اور حمد باریتعالےٰ کے کسی امر سے سروکار نہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ بتائیے ماں بہن کے نکاح میں سکھی مذہب والا آزاد ہی۔ یا اس قسم کے مسائل میں آریوں۔ ہندوؤں۔ مسلمانوں کا محتاج۔ بتقدیر اوّل آپ نمونہ دکھائیے۔ بتقدیر ثانی سکھوں کا مذہب کامل نہیں۔ اور عام اور مشترکہ ضرورتوں میں کافی نہیں۔

احادیث میں جسقدر معجزات اور آیات نبوت اور علامات رسالت اور دلائل کمالات نبویہ کا ذکر ہے۔ پادری اور مخالف گروہ اُن پر اتنا ہی اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث معتبر نہیں۔ مگر قومی روایات کے طور پر اُنکو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں رکھتے۔ اسلامی مختلف مذاہب میں بطور اشتراک وجود معجزات تواتر سے ثابت ہے۔ اور اگر تواتر حُجّت نہیں تو عیسےٰ بن مریمؑ اور موسیٰ نبی بنی اسرائیل کے نفس وجود سے انکار ممکن ہوگا۔ جو ایک سفسطہ ہے۔

قحط میں آپنے دُعا فرمائی اور معًا مینہہ برسا۔ بارہا تھوڑا پانی آپکی دُعا سے بہتوں کو کافی ہُوا۔ قیصر اور کسریٰ کی نسبت خبر دی کہ پھر قیصر و کسریٰ نہ ہوں گے۔ تیرہ ۱۳۰۰ سو برس سے اُس کی تصدیق ہوتی ہی۔ قیصر ہند نہ تو مطلق قیصر ہے نہ قیصر ہند ہے۔ بلکہ قیصرۂ ہند ہی۔ حدیث صحیح میں آیا ہی۔ ہمیشہ میری اُمت میں ایک گروہ رہیگا جو حق پر غالب رہیگا۔ کوئی مخالف اُنکو

---

[1] یعنی مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ اور غیر مقصود چیز کو چھوڑ دے ۱۲

[2] یعنے کوئی تم میں مومن کامل نہیں ہوتا ہی یہانتک کہ دوست رکھے اپنے بھائی مسلمان کیواسطے وہ چیز جو اپنے نفس کیلئے دوست رکھے ۱۲

ضرر نہ دے سکیگا۔ اوّل تو ایسی پیشینگوئی کوئی صاحب مذہب اپنی مقدس کتاب میں بتائے۔ پھر اُس کی تصدیق کر دکھائے۔ مُردوں کو زندہ کرنا آپؐ کا عام کام تھا۔ سنو قرآن کہتا ہے۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔[1]

سُورۂ انفال۔ پارہ ۹ - رکوع ۱۹

مسیحی طرز کے کرشمے آپؐ کے اسقدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اور پھر انجیلی ثبوت سے کہیں زیادہ ثبوت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہزاروں اولیائے کرام اور مشائخ عظام گذرے۔ جن کے کرامات اور خوارق عادات اُنکے مُریدوں نے اپنے چشم دید واقعات کرکے اُن بزرگوں کی زندگی میں لکھے ہیں۔ اگر پادری لوگ دو تین مچھوں یا جگروں کی تحریر پر بایں خیال کہ اُنہوں نے چشم دیدہ واقعات کو مسیحؑ کے زمانے میں قلمبند کرلیا تھا یقین کرتے ہیں۔ اور حدیث پر اِس لئے اعتماد نہیں کرتے کہ وہ صحابہ کے زمانے میں قلمبند نہیں ہوئی۔ تو اسلامی اولیأ اور صلحاء کے کرامات اُن کے مُریدوں کے ہاتھ سے مشائخ اصحاب کرامت کے وقت کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ پھر انپر تو انکار کی کوئی وجہ پادری بیان نہیں کرسکینگے۔ اِن کرامات کو تسلیم کریں۔ اور چونکہ یہ سب کرامات محمدؐ رسول اللہؐ کے اتباع سے حاصل ہُوئے ہیں۔ ان میں ان کا وجود بوجہ اتم ماننا پڑیگا۔ (اگر انصاف اور خدا کا ڈر ہو)

ایک پادری نے اِن دنوں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور معجزے کو مرادف کرامت خیال کرکے رسالت مآبؐ کو بے کرامت کہا ہے۔ صاحب کرامت کے معنی عزّت والے کے ہیں۔ اور محمدؐ صاحب ایسے معزّز ہوئے جن کی عزّت کی نظیر تمام دُنیا میں نہ پاؤگے۔ کیا کانٹوں کا تاج اُن کو پہنایا گیا۔ کیا اُنہوں نے طمانچے کھائے۔ کیا اُن کو سرکہ پلایا گیا کہ بے کرامت ہوئے۔ خیر ہم اُن کے بے کرامت رسالے کو انشاءاللہ تعالیٰ اچھی طرح ذلیل کرینگے۔

وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ۔

[1] ایمان والو مانو حکم اللہ کا اور رسول کا جسوقت بُلاوے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے۔

تحقیق اجبار و اکراہ۔ عیسائیوں کا اعتراض

اکراہ اور جبر کے ذریعے سے غیر مذہب والوں کو محمدی بنانا اسلام کا خاصہ ہے۔

جواب۔ مخالف صاحبان یہ آپ کا محض افترا ہے۔ اسلیئے کہ محمدیوں میں مومن اور محمدی مسلمان بننے کے لئیے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ دل کے کمال خلوص سے باریتعالےٰ کی توحید اور محمدؐ صاحب کی نبوت اور قیامت وغیرہ باتوں پر پورا پورا یقین ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جبر سے اور زور سے دلی اعتقاد پیدا نہیں ہوتا۔ پس جبر سے محمدی مسلمان بنانا ممکن ہی نہیں۔ قرآن کی آیات ذیل پر غور کرو۔ صاف ظاہر کرتی ہیں کہ جبر و اکراہ سے محمدی مسلمان بنانا جائز نہیں۔

پہلی آیت سورۂ بقر میں موجود ہے اور یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں یہ عذر بھی آپ نہیں کر سکتے کہ یہ آیت مکے میں اُتری۔ جبکہ اہل اسلام کمزور تھے۔ اور جہاد کی آیتیں اُترنے کا آنحضرت صلعم نے دعویٰ نہیں کیا اور یہ وہ سورت ہے جس میں

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[1] ۔ سورۂ بقرہ۔ سیپارہ ۲۔ رکوع ۲۴۔ کا حکم ہو چکا تھا۔ وہ آیت جس کا ذکر مجھے مطلوب ہے اور جس میں واضح ہی کہ جبر اور اکراہ اسلام میں جائز نہیں یہ ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[2] ۔ سورۂ بقر سیپارہ ۲۔ رکوع ۲۴

پادری صاحبان کیسے صاف طور سے قرآن نے اکراہ اور جبر کی نفی کی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپکو قرآن کی بہت سی ایسی آیتیں سُنادوں جو مکے اور مدینے میں اُتری ہیں اور اُن میں جبر و اکراہ سے دین میں لانے کا ابطال موجود ہے۔ جہاد کے مسئلے پر

---

[1] اللہ کے رستے میں اُنھیں لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے بڑھ نہ جاؤ۔ کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔۱۲ [2] اسلام میں جبر نہیں ہے ہدایت اور گمراہی میں کھلا فرق ہو گیا ہے۔۱۲

آپکو ایک لمبا چوڑا مضمون علیحدہ سُنائیں گے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ سُورۂ حجرات۔ سیپارہ ۲۶۔ رکوع ۲۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ سُورۂ یونس سیپارہ ۱۱ رکوع ۱۵۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ سُورۂ نساء سیپارہ ۵۔ رکوع ۱۱۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ سُورۂ توبہ۔ پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۔

جن لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ اسلام تمام مذاہب میں ایسا سخت مذہب ہے کہ اپنے سوا دُنیا کے ہر ایک مذہب کا تلوار سے استیصال کرتا ہے۔ اور لڑائی اور زور سے دُوسرے مذاہب کو باطل کرنا چاہتا ہے۔

ان لوگوں کی غلط فہمی آیات مذکورۃ الصدر سے بالکل ظاہر ہے اور اسلام اور صاحب اسلام اور اُسکے جانشینوں خلفائے راشدین کے اس چال و چلن سے صاف آشکارا ہے کہ اسلام میں صلح یا فتح کے بعد رعایا اور صلح سازوں کو خواہ مخواہ مسلمان نہیں کیا جاتا۔ کیا رسولِ خُدا محمد مصطفٰےؐ کے وقت خیبر کے باشندوں کو جو قسیُّ القلب یہود تھے۔ اپنے مذہب پر نہیں رکھا گیا۔ اور یہودانِ خیبر کے لیئے صلح کے بعد یہودیت پر عملدرآمد کرنے میں کوئی روک

۱؎ اعراب نے کہا ہم ایمان لائے تُو کہہ کہ تم مومن نہیں ہوئے۔ لیکن بولو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔۱۲ ۲؎ کیا تُو (اے محمدؐ) لوگوں کو مومن بننے پر مجبور کرتا ہے (نہیں)۱۲ ۳؎ جو شخص رسول کی اطاعت کرے یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو پیٹھ پھیر دے (اُسکی خوشی) ہم نے تجھ کو اُن پر نگہبان نہیں بھیجا ہے۔۱۲ ۴؎ اور اگر کوئی مُشرکین سے تیرے پاس پناہ چاہے اُسے پناہ دے کہ وہ خدا کا کلام سُن لے پھر اُس کو اُس کی امن کی جگہ پہنچا دے اِس لئے کہ وہ لوگ جانتے نہیں۔۱۲

ٹوک تھی۔ کیا بحرین والے عیسائیوں پر تشدد کیا گیا ہے۔ کہ تم عیسائی مذہب کو ترک کرو۔
کیا بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یروشلم کے یہودیوں اور عیسائیوں کو وہاں آباد ہونے نہیں دیا۔

ہاں ایک قسم کا ٹیکس ایسی رعایا سے لیا جاتا تھا جسکو عربی زبان میں جزیہ کہتے ہیں اور وہ ٹیکس بھی نہایت ضعیف درجے کا ہوتا تھا۔ جس کا لگانا اُنھیں لوگوں کے امن اور چین کے لئے ضروری تھا۔ مسلمانوں کی جانیں اور مال جس امن کے قائم رکھنے کیلئے خرچ ہوتے تھے۔ اُسی امن کے واسطے اسلام کے سوا دوسرے مذہب والوں سے چند پیسے لئے جاتے تھے۔

یادداشت ۔ جزیہ قتل کا بچاؤ نہیں تھا کیونکہ قتل کا بچاؤ امن صلح معاہدہ خالی عن الجزیہ سے ہوسکتا تھا۔ جزیہ تو ماتحت رعایا سے لیا جاتا تھا۔ جنکی حفاظت کے ذمہ وار مسلمان ہوں۔ مسلمانوں سے سخت ٹیکس۔ سالانہ زکوٰۃ اور لڑائی کے وقت سامان جنگ لینے کا حکم۔ اور مسلمانوں کے سوا اور مذاہب والے ان محاصل سے بری صرف ۲ر دو آنے دیکر آزاد ہوجاتے تھے۔ لاکھ روپے کا مالدار مسلمان کم سے کم ڈھائی ہزار روپیہ زکوٰۃ دے اور کافر تین روپے کئی آنے اتنی ہی ملکیت پر۔ پس جزیہ مسلمان بنانے پر رغبت نہیں دیتا۔ بلکہ دُنیا کی محبت والے کو اسلام سے مانع ہے۔ (خلاصۂ تقریر سیّد)

ضروریات سلطنت اور امن کیلئے ہمیں ہندوستان کے ٹیکس اور محاصل جس وقت دکھائی دیتے ہیں، اُس وقت پادری صاحبان کے اعتراض پر تعجب آتا ہے۔

اِس زمانے میں برہما کی فتح کا خرچ غریب ہندوستان پر۔ اور اسکے خزائن اور دفائن اور منافع تجارت اور معزز ترین نوکریوں کے فوائد اہل انگلستان کو حاصل ہیں۔

رہا بادشاہانِ اسلام کا چال چلن جو اُنھوں نے ملک گیری اور فتوحات میں دکھلایا۔ اُنہیں بعض کے حد سے بڑھ جانے کا اسلام ذمہ وار نہیں ہوسکتا۔ اور اُن لوگوں کی رفتار اور کردار سے اصولِ اسلام پر حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ انگلستان اور فرانس بلکہ یورپ کے بعض وحشی مزاج

سنگدل بادشاہوں کی بداطواری خاکسار عیسویت کو قابل ملامت ٹھہرا نہیں سکتی۔

بیشک اسلام اور اہل اسلام۔ بانیٔ اسلام اور اسکے جانشینان برحق یعنی خلفائے راشدین کے غزوات اور جہادات کے ذمہ وار ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مضمون جہاد میں ثابت کر دیا جائیگا کہ وہ سب دفاعی تھے۔ یعنی خود حفاظتی پر اُن سب کی بنا تھی۔

آخر میں سر ولیم میور کا یہ فقرہ لکھنا نامناسب نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں "گو شہر مکہ نے بطوع و رغبت آنحضرتؐ کی عظمت کو تسلیم کر لیا۔ مگر تو بھی تمام باشندوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکا شاید یہ منشا ہوگا کہ اہل مکہ کو مدینے کے طور پر چھوڑ دیا جاوے کہ رفتہ رفتہ خود بخود بلا اکراہ و اجبار اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے۔" (لائف آف محمدؐ از سر ولیم میور جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

ہمیں کتب مغازی میں (خواہ کیسی ہی ناقابل وثوق کیوں نہ ہوں) کوئی ایک بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ آنحضرتؐ نے کسی شخص کسی خاندان کسی قبیلے کو بزور شمشیر و اجبار مسلمان کیا ہو۔ سر ولیم میور صاحب کا فقرہ کیسا صاف صاف بتاتا ہے کہ شہر مدینے کے ہزاروں مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بزور و اکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا۔ اور مکے میں بھی آنحضرتؐ کا یہی رویہ اور سلوک رہا۔ بلکہ اُن سلاطین عظام (محمود غزنوی۔ سلطان صلاح الدین۔ اورنگزیب) کی محققانہ اور صحیح تواریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص کو اُنہوں نے بالجبر مسلمان کیا ہو۔ ہاں ہم اُنکے وقت میں غیر قوموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر ممتاز و سرفراز پاتے ہیں۔ پس کیسا بڑا ثبوت ہے کہ اہل اسلام نے قطع نظر مقاصد ملکی کے اشاعت اسلام کیلئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔

جہاد

آنحضرت صلعم کے دشمنوں اسلام کے مخالفوں نے اکثر یہ طعن کیا ہے کہ آپکا دین بزور شمشیر شائع ہوا ہے۔ اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا۔ جن مؤرخین عیسائیوں نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ

ف۔ عالمگیری لڑائی اگر کسی ہندو راجہ سے ہوئی ہے تو اُسکی لڑائی تاناشاہ سے بھی ہوئی ہے جو سید تھا۔ اور عالمگیری لڑائی اپنے باپ بھائیوں سے بھی ہوئی ہے۔ پس عالمگیری جنگ مذہبی جہاد نہ ہوئی ۱۲

یعنی لاالف لکھی ہو۔ آپ پر طعن کرنا انہوں نے اپنا شعار کرلیا ہو۔ اور اُنکے طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہو کہ آپنے اپنے تئیں اور اپنے رفقا کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا۔ یہ سچ ہے کہ بعض برگزیدگان خدا دُنیا میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے ہیں۔ اور سوء اتفاق اور گردش تقدیر سے خدا کی راہ میں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش میں شہید ہوئے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہیں۔ جنہوں نے خلل دماغ کی وجہ سے اُس امر کا دعویٰ کیا جس کی تکمیل اُن سے نہ ہوسکی۔ الغرض مخبوط بھی گذرے ہیں اور مجذوب بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی مجنونانہ حرکات کی سزا پائی۔ مگر اُس سے یہ کہاں لازم آتا ہو کہ مثلاً اگر حضرت مسیح مصلوب ہوئے یا مسیلمہ کذاب اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہنچا تو معاذاللہ آنحضرت صلعم کو بھی اُن کی تقلید کرنا فرض تھا۔ اور بغیر اپنی رسالت کے اتمام و تکمیل کے شہید ہوجانا لازم تھا۔

قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (سورۂ بقرہ سیپارہ ۳) دین میں کوئی اجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اور اہلِ مذاہب کو آزادی بخشنے اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸[1]

یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کا قول نہیں ہے۔ نہ کسی فلسفی کا خیال خام ہو۔ بلکہ یہ اُس شخص کا فرمودہ ہے۔ جو ایسی سلطنت کا بادشاہ تھا جو اتنی قدرت رکھتی تھی۔ اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اُصول کو چاہتی نافذ کرسکتی تھی۔ اور فرقوں اور اشخاص نے دین میں بھی اور سیاستِ مدن میں بھی مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اسکے عملدرآمد کی تاکید صرف اُس وقت تک کی ہے۔ جب تک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہیں۔ لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اُس کو احکامِ شریعت میں داخل کردیا ہو۔ رسول اللہ[2]

---

[1] احسان کرو تم اُن سے اور انصاف کرو طرف اُن کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ۱۲

نے بنی حارث اور بنی نجران کے بڑے اسقف اور اساقفہ کو اور اُنکے مُریدوں اور راہبوں کو بایں مضمون نامہ لکھا۔

کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہارے کنائس اور خانقاہوں میں ہے۔ اُسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس رہیگی۔ اور تم اُسے اُسی طرح کام میں لاؤ۔ جس طرح اب لاتے ہو۔ خود خداوندِ عالم اور اس کا رسول عہد کرتا ہے۔ کہ کوئی اسقف اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور کوئی اسقف اپنے عہدے سے برخاست نہ کیا جاویگا۔ اور انکی حکومت اور حقوق میں کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اُس بات میں کچھ تغیر کیا جاویگا جو اُن میں مرسوم و مروج ہو۔ اور جب تک وہ صلح و تدین کو اپنا شعار رکھیں گے۔ اُن پر کسی قسم کا جور نہیں کیا جاویگا۔ نہ وہ کسی پر جور و ظلم کرنے پائیں گے۔

جس زمانے میں آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اُس زمانے میں مختلف قوموں کے باہمی فرائض کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دُوسری قوم سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ جب مختلف قومیں یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھے، تو نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ضعیف آدمی تہہ تیغ بے دریغ کئے جاتے اور بے گناہ لونڈی غلام بنائے جاتے۔ اور قوم فاتح قوم مفتوح کے معبودوں یعنے بُتوں کو لُوٹ لیجاتی تھی۔ تیرہ سَو برس کے عرصے میں رومیوں نے ایک ایسا سلسلۂ قوانین اختراع کیا تھا۔ جو وسیع بھی تھا اور مضامین عالیہ سے مملو بھی تھا۔ مگر اُس اخلاق اور اُس انسانیت و مروّت کو جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہیئے۔ رُومی خاک بھی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فقط اِس غرض سے لڑائیاں لڑتے تھے۔ کہ گرد و نواح کی قوموں کو مغلوب و مقہور کریں۔ اُنکے نزدیک عہد و پیمان کا نقض کر دینا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ بلکہ مصالح وقت پر مبنی تھی۔

دین مسیحی کے جاری ہونے سے بھی اُن خیالات میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوُا۔ عیسائیوں کے زمانے میں بھی لڑائی میں وُہی بے رحمیاں اور وُہی قتل اور لُوٹ مار ہوتی تھی۔ جو رُومیوں کے عہد میں ہوتی تھی۔ اور فاتحین مفتوحین کو بلا تکلف لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے۔ اور عہد و پیمان

کرکے پھر توڑ ڈالنا بے ایمان سرداران فوج کی رائے پر موقوف تھا۔

الغرض دین مسیحؑ نے قومی اخلاق کا کچھ تصفیہ نہ کیا۔ اُس زمانے کے محققین مسیحی نے اس قومی اخلاق کے فقدان کو اپنے دین میں ایک نقص عظیم نہیں قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ نقص راس وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ کہ اُن کا دین ناقص اور ناتمام چھوڑ دیا گیا تھا۔

مذہب پروٹسٹنٹ نے جب فروغ پایا۔ تب بھی علمائے مسیحی کی مذہبی تعدی میں کچھ فرق نہ آیا۔ ہالم صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "اس مہذب دین (پروٹسٹنٹ) کے مختلف شعبوں اور فرقوں سے اعظم معاصی یہ معصیت سرزد ہوئی۔ کہ بندگان خدا پر دین میں جبر واکراہ کرتے ہیں۔ اور یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر ایک ایماندار آدمی جتنی زیادہ کتب کی سَیر کرتا ہے۔ اُتنی ہی اُسکو اُن سے کدورت اور نفرت ہوتی جاتی ہے۔" الغرض عیسائیوں کے جدید فرقوں میں باہم یا کلیسائے روم سے اعتقادات مذہبی میں کیسا ہی اختلاف عظیم ہو۔ مگر اس باب خاص میں وہ سب متفق الرائے ہیں۔ کہ جو قومیں دین مسیحی کے دائرے سے باہر ہیں۔ اُن سے کوئی سلسلہ مواجب وحقوق مشترکہ کا قائم رکھنا یا کسی قسم کا فرض اُن کی نسبت بجالانا حرام مطلق ہے۔ برخلاف دین مسیحی کے یہ بات اسلام کی طینت میں داخل نہیں کہ اور اہل مذاہب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اور اس زمانۂ جاہلیت میں جبکہ نصف دُنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے وُہ اصول تمام بنی آدم کی مساوات کے تعلیم فرمائے جنکی قدر اور مذہبوں میں بہت کم کیجاتی تھی۔ چنانچہ وہ لائق مؤرخ (ہالم صاحب) جس کا قول ہم نے پہلے نقل کیا ہے لکھتا ہے کہ "دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا۔ مگر کبھی اُن سے جبرًا نہیں قبول کرایا گیا۔ اور جس شخص نے اِس دین کو بطیب خاطر قبول کیا۔ اُس کو وُہی حقوق بخشے گئے جو فاتح قوم کے تھے۔ اور اس دین نے مغلوب قوموں کو اُن شرائط سے بری کردیا جو ابتدائے خلقت عالم سے پیغمبرؐ اسلام کے زمانے تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کئے تھے۔"

ہم اِس امر کا قطعی انکار کرتے ہیں کہ اسلام نے کبھی لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنا چاہا ہو۔ بلکہ اسلام نے فقط اپنی ذات کی حفاظت کے لئے تلوار پکڑی اور اسی غرض سے شمشیر بکف رہا۔ عیسائیوں کے نزدیک اختلاف مذہب ایک وجہ وجیہ جنگ و جدل کی تھی۔ جیسے قوم سیکشن و فرسین کو اور دیگر اقوام جرمنی کو شارلمین شاہ جرمنی نے قتل و قمع کیا۔

جس وقت سے صوبۂ میکسکو[1] اور صوبۂ پیرو میں لاکھاں بندگانِ خدا تہ تیغ کئے گئے جس زمانے سے فرقۂ الجبنسز فرانس میں مقتول و مذبوح ہوا۔ اور جسوقت سے اُن خون ریز لڑائیوں میں جو تاریخ یورپ میں جنگہائے سی سالہ کے نام سے مشہور ہیں، بڑی بڑی خونریزیاں ہوئیں۔ اُس وقت سے اُس زمانے تک جبکہ سکاٹ لینڈ میں پیروان مسلک کالون نے اور انگلینڈ میں تابعانِ دین لوتھر نے شدید ظلم و تعدی کی۔ ایک غیر منقطع سلسلۂ جبر و اکراہ اور تعصب و نفسانیت اور غلو بیجا کا امور دینی میں چلا آیا ہے۔ جو دین مسیحی کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس سے اسلام بحمد اللہ ہمیشہ بری رہا ہے۔

غزوات صلیبی میں ملاحظہ کیجئے مجاہدین عیسائی کا کردار مسلمانوں کے مقابل میں کیا رہا۔ ایک معتبر مؤرخ لکھتا ہے کہ "جب خلیفۂ ثانی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ۶۳۷ء میں بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ تو گھوڑے پر سوار سفرونیوس اسقف اعظم کے ساتھ بیت المقدس کی عمارات قدیم وغیرہ کی باتیں کرتے ہوئے شہر کے اندر چلے گئے۔ اور جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ تو آپ نے اُس کلیسائے بزرگ میں نماز پڑھنا پسند نہ کیا جہاں اُس وقت کھڑے تھے۔ بلکہ ایک اور کلیسا کے زینے پر فریضۂ نماز ظہر ادا کیا۔ اور اسقف اعظم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں اس کلیسائے بزرگ کے اندر نماز پڑھتا۔ تو آیندہ مسلمان اُس معاہدے کے خلاف کرتے۔ جو ہم سے اور تم سے ہو گیا ہے اور یہ حیلہ کرتے کہ جب خلیفہ نے اس گرجا میں نماز پڑھی ہے تو پھر ہم کو کون مانع ہے۔ مگر جب مجاہدین عیسائی نے

[1] یہ دونوں صوبے جنوبی امریکہ کے ہیں۔ یہاں اہل ہسپانیہ نے لاکھہا آدمیوں کو صرف بوجہ اختلاف مذہب قتل کیا۔

بیت المقدس پر قبضہ پایا تو مسلمین کے اطفال خورد سال کو دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اُنکے بھیجے پھاڑ ڈالے۔ اور جوانوں کو زندہ بھون بھون کر مارا اور بعضوں کے پیٹ چاک کر ڈالے کہ دیکھیں سونا تو نہیں نگل گئے ہیں۔

اور یہود کو اُنکے المعابد میں بند کر کے زندہ جلا دیا۔ اور تقریباً ستر ہزار بندگانِ خدا کو تہِ تیغ بے دریغ کیا۔ الغرض اسلام نے اپنے نفس کی حفاظت کیلئے تلوار پکڑی تھی مگر دینِ مسیحی نے اس غرض سے شمشیر زنی کی کہ آزادیٔ خیال اور آزادیٔ اعتقاد کو صفحۂ روزگار سے مٹا دے۔ قسطنطین اعظم نے جب دینِ مسیحی قبول کر لیا تو یہ دین تمام ملک مغربی میں پھیل گیا۔ اور اُسوقت سے اس دین کو کسی دشمن کا خوف باقی نہ رہا۔ مگر جس ساعت سے اس مذہب کو فروغ ہوا۔ اُسی ساعت سے اُسکی سچی خاصیت ظاہر ہونے لگی۔ یعنے اور ادیان سے نفرت و بیزاری کرنے لگا۔ اور جہاں جہاں دینِ مسیحی شائع ہوا۔ وہاں وہاں لوگوں کو اور کسی مذہب پر چلنا بے ایذا اُٹھائے غیر ممکن ہو گیا۔ برخلاف عیسائیوں کے اہل اسلام صرف صلح و عافیت کی ضمانت طلب کرتے تھے اور حفظ جان و مال اور مساوات کامل کے عوض میں کچھ برائے نام جزیہ مانگتے تھے۔[1]"

عیسائیوں نے اس مضمون کے (جہاد) خصوص میں نہایت نفرت انگیز تحریرات دُنیا میں پھیلائے ہیں۔ اور ناواقفانِ تاریخ اور سادہ دلوں کو دامِ تزویر میں پھنسانا چاہا ہے۔

اُنہوں نے انجیل کے ایک دو فقیرانہ فقروں کو قرآن کریم کی ملکی۔ تمدنی۔ اخلاقی اور عادت اللہ کے موافق تعلیمات سے مقابلہ کرنے میں نہایت بے دھمی سے بیش بہا وقت ضائع کیا ہے۔

اس لیئے ضرور ہوا۔ کہ ہم غزوات محمدیہ لکھنے سے پہلے توریت شریف کے موافق ٹٹولیں کہ عادت الٰہی اس بارے میں کس طرح پر جاری ہے۔ اور باوجود رحیم و کریم ہونے کے ذرا سی اپنے قانون کی خلاف ورزی پر کیسی کیسی سزائیں مثلاً لعنت۔ وبا۔ بیماری۔ قتل۔ حرق۔ غرق انسان پر نافذ

[1] اوّل سے یہانتک تنقید الکلام سے اقتباس کیا گیا ہے۔ مفصل دیکھنا ہو تو اصل کتاب ...

کرتا ہے۔ یا بلفظِ دیگر قانون قدرت (لار آو نیچر) پر حملہ کرنے والوں اور احکام اللہ کے عاصیوں
کے دفاع میں کیسے کیسے سخت جہاد کرتا ہے اور کرتا جائے گا۔

پھر توریت کے نبیوں کے جہادات پر سرسری نظر کر جائیں۔ اور پھر ذراسی نگاہ اُس بےبس
انجیلی معلّم کے مخفی انتقام آمیز فقرات پر کریں تاکہ مغرور نصاریٰ پر اُس مجبور خاکساری مگر خفیہ
غضبناکی کی قلعی کھلجاوے۔

الٰہی انتقام

گناہ۔ عصیان۔ عدول حکمی۔ نقض قانون قدرت۔ حکام دنیوی کی بغاوت۔ یہ ایسے
عوارض ہیں۔ جن کے باعث انسان قابلِ سزا ہو جاتا ہے۔

پیدائش ۳ باب۔ خدا نے آدم کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا۔ سانپ نے حوّا کو
پھر حوّا نے آدم کو بہکایا۔ اسپر خدا نے سانپ کو ملعون کیا۔ عورت کو درد زہ میں مبتلا کیا۔ زمین کو
بےقصور ملعون کیا۔ آدم کو آرام کی جگہ سے نکالدیا۔

جب نوحؑ کے وقت انسان کی بدی بڑھ گئی۔ تو خدا انسان کے پیدا کرنے سے پچتایا
اور نہایت دلگیر ہوا۔ پیدائش ۶ باب ۶۔

اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا ڈالونگا۔
انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے
بنانے سے پچتاتا ہوں۔ پیدائش ۶ باب ۷۔

باب ۷ میں لکھا ہے کہ اُس نے غضب میں سب کو غرق کر دیا۔ پیدائش ۱۲ باب ۳۔ ابراہیم
سے فرمایا جو تجھے برکت دیتے ہیں اُنھیں برکت دونگا۔ اور جو تجھپر لعنت کرتے ہیں۔ اُن پر
لعنت کروں گا۔

خروج باب ۷ تا ۱۰۔ یعقوب اور ابراہیم کے خدا نے فرعون کا دل خود ہی سخت کیا۔ پھر
[illegible] جوؤں۔ لہو۔ پسوؤں۔ وبا۔ ژالہ باری۔ آگ۔ مڈی۔ اور اقسام اقسام کے عذابوں

میں مبتلا کرتے کرتے آخر غرق ہی کر کے چھوڑا۔

غرض تمام کتب مقدسہ ایسے مضامین سے بھری پڑی ہیں کہ فلاں قوم پہ خداوند کا غضب نازل ہوا۔ فلاں ملک تباہ و برباد ہوا۔ نبیوں کی واویلا کی آوازیں ابھی توریت کی لپیٹوں میں گونج رہی ہیں۔ عموماً قانون قدرت کی خلاف ورزی سے جو سزا اقوام دنیا نے پائی اور پا رہی ہیں اسپر ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ عیاں بات ہے۔ اور بچے اور پاگل اور کم عقل کوئی بھی اس سزایابی سے مستثنےٰ نہیں۔

بنی اسرائیل خاندان مسیح کا قتل

پیدائش ۳۴ باب ۲۵۔ کس فریب اور دھوکے سے سکم اور حمور اور انکے شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ دیکھو اعداد ۳۱ باب ۷۔ اُنہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی۔ جیسا خداوند نے موسیٰ سے فرمایا تھا۔ اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آیت ۸ آوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیانوں کے پانچ بادشاہ تھے۔ جان سے مارا۔ مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔ مواشی اور مال و اسباب کو لُوٹا۔ شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا۔ آیت ۱۵۔ موسیٰ اُنپر اسلیئے غصّے ہُوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا۔ یہ تو گناہ کا باعث نہیں کل باب ملاحظہ ہو۔ اور ضرور۔

اعداد ۳۳۔ ۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کرو گے۔ تو یوں ہوگا۔ کہ جنہیں تم رہنے دو گے۔ تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے اور کانٹوں کے مانند تمہارے پہلوؤں میں چبھیں گے۔ الخ

اعداد ۳۵ باب ۶ سے ۱۵ تک۔ ۴۸ شہر لاویوں کے لئے۔

استثنا ۳ باب ۴۔ اور ہمنے اُسی وقت اسکے سب شہر لے لیئے۔ وہاں ایک شہر بھی نہ رہا۔ جو ہمنے اُن سے نہ لے لیا۔ ساٹھ شہر۔ ارجوب کا سارا ملک۔ سارا باب دیکھ جاؤ۔

ایضاً ۲ باب ۳۴۔ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو حرم کیا۔
ایضاً ۱۲ باب ۲ سے ۴ تک۔ اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گھنے باغوں میں آگ لگائیو۔ اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو چکنا چور کیجیو۔
ایضاً ۲۰ باب ۱۰ و ۱۳۔ جزیہ لینا۔ لوٹ مارنا اور خوبصورت عورتوں کا پسند کرنا۔
ایضاً، باب ۷ سے ۶ تک۔ جب خداوند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالے کرے انھیں ماریو۔ حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ وغیرہ وغیرہ۔
اعداد ۲۱۔ ۱۶ و ۳۱ باب ملاحظہ کرو۔
یشوع ۵ باب ۱۴۔ الٰہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اُس یشوع نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل کیا بھیڑ اور گدھا سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔ یشوع ۶ باب ۲۱۔
ایضاً ۶ باب ۲۴۔ سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔
ایضاً، باب ۵۔ انبیائے بنی اسرائیل کا مارشل لا (جنگی قانون) دیکھو مجرم آدمیوں کا جلانا۔
ایضاً، باب ۲۵ و ۸ باب ۲۴ و ۸ باب ۲۹ و ۱۰ باب ۴۔ سنگسار کر کے جلانا اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگانا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ حسب الحکم خداوندی کوئی ذی رُوح باقی نہ رکھا۔ ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑ دی۔ قاضی ۴ باب ۲۱۔
پھر قاضی ۵ باب ۲۴۔ اِس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھہرے۔
قاضی ۵ باب ۳۰۔ دو دو کنواریوں کو سپاہیوں کے لیئے رکھا۔
قاضی ۹ باب ۴۹۔ سکم کے بُرج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔
قاضی ۸ باب ۱۶۔ سپاہ کو روٹی نہ دینے سے کسقدر لوگ قتل کیئے گئے۔
۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۰۔ داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اُتار اپنے سر پر رکھا۔

لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی داؤنی گاڑیوں کے نیچے کیا اور اینٹوں کے جلتے پزاوے میں جلا دیا۔

ا۔ تاریخ ۲۰ باب ۲ دیکھو۔

۲۔ سلاطین ۱۰ باب ۱۱۔ یاہو نے اخی اب کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔

۲۔ سلاطین ۱۵ باب ۱۶۔ مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔

۲۔ سلاطین ۲۳ باب ۱۶۔ قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الٰہی حکم سے جلوائیں۔

ہم نے عہد عتیق سے مختصراً انبیائے بنی اسرائیل کے آتش افشاں جہاد نقل کر کے رکھدیئے ہیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ غضب یہ ستم یہ قہر مکانوں کو ڈھانا۔ شہروں کو آگ لگا دینا۔ باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔ قتل عام کرنا۔ سروں میں میخ گاڑنا۔ آروں، کلہاڑوں سے چروانا۔ پزاووں میں جلوانا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا اسپر بھی قوت غضبی کا فرو نہ ہونا۔ تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم یہ افعال ہرگز ہرگز اسلام اور رحیم بانیٔ اسلام سے سرزد نہیں ہوئے کون شخص اس حکم کو سُنکر کانپ نہیں اُٹھا" تو اُن سے عہد مت باندھیو" "اُن پر رحم نہ کریو"۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے جانشینان برحق جب کسی طرف کو لشکر روانہ کرنے لگتے اول نصیحت سردار لشکر کو یہ ہوتی۔ ملک مفتوح کی عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں۔ خانقاہوں۔ عبادتگاہوں۔ خانقاہ نشینوں سے تعرض مت کرنا۔ کھیتوں کو مت جلانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا۔ انصاف سے سوچنا چاہیئے۔ اِس سے بڑھ کر کیا رحم ہو سکتا ہے۔

انبیائے بنی اسرائیل جیسے حضرت داؤد۔ یشوع و موسیٰ وغیرہ کے سخت جہادوں کی نسبت جب کوئی معترض اعتراض کرتا ہے۔ عیسائی لوگ بیبا کی سے فوراً پکار اُٹھتے ہیں کہ اُنہوں نے خطا کی وہ معصوم انسان نہ تھے۔ اور یہ کہ اُنہوں نے دین کے واسطے جنگ نہیں کی۔

یاد رہے یہ اس قوم کا سخت دھوکا ہے۔ توریت اعلان کر رہی ہے کہ موسیٰ میرا برگزیدہ رسول۔ میرا اکلوتا۔ میری مرضی پر چلنے والا ہے۔ ابتک بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں اُٹھا۔ جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ استثنا ۳۴ باب ۱۰۔

حضرت داؤد کی نسبت جس سے بڑھکر سفاکی شاید اور کسی سے کمتر ہوئی ہوگی لکھا ہے داؤد نے میرے سارے حکموں کو حفظ کیا۔ اور اپنے سارے دِل سے میری پیروی کی۔ تاکہ فقط وہی کرے جو میری نگاہ میں اچھا تھا۔ (اسلاطین ۱۴ باب ۸)

داؤد نے خداوند کی نگاہ میں نیکوکاری کی۔ (اسلاطین ۱۵ باب ۵)

اور میری شریعتوں اور حکموں پر اپنے باپ داؤد کیطرح چلتا۔ (اسلاطین ۱۱ باب ۳۴)

یشوع بن نون رُوح قدس دانائی کی رُوح سے معمور تھا۔ (استثنا ۳۴ باب ۹)

یہ تمام مدح و ثنا جو توریت اِن نبیوں کی نسبت کرتی ہے۔ کیا رائیگان ہے۔ نہیں نہیں وہ بالکل خداوند خدا کی مرضی پر چلے اور اُسی کے حکم سے سب کام کیئے۔

پس اِن سب برگزیدوں کا فعل اصل نفس جہاد کی اباحت اور استحسان کی کافی دلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ اُنہوں نے دین کی خاطر نہیں کیا۔ تو پھر کیا دُنیا کی خاطر کیا۔ یا بیہودہ اور لغو کام کیا۔ اور اگر اُن قوموں کے معاصی کی سزا ہے۔ تو صاف معلوم ہُوا دین کی خاطر جنگ کی۔ اگر وہ خدائی قوم بنی اسرائیل کی طرح ٹھیک موسیٰ یا توریت کے مطیع ہوتے۔ تو کاہے کو ایسی خطرناک سزائیں پاتے۔

ہم بڑے زور اور صداقت سے دعویٰ کرتے ہیں کہ نبیٔ عربی صلعم نے کبھی کسی کو اکراہًا مسلمان کرنے کیلیئے تلوار نہیں اُٹھائی۔ اور جب اُٹھائی تو صرف خود حفاظتی اور دفاع میں اُٹھائی۔ اور پھر اُس میں بھی کمال رحم و رافت کو مرعی رکھا۔ سخت سے سخت دشمن سے بھی کبھی توریت والا معاملہ نہیں کیا۔ اور یہی بات ہم انشاءاللہ غزوات محمدیہ میں دکھادینگے۔

غزواتِ مسیحیّہ

متی ۲۴ باب ۳۰ - حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں جب میں آؤنگا دُنیا کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔

متی ۱۶ باب ۲۷ - کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کیساتھ آویگا۔ تب ہر ایک کو اُسکے کام کے موافق سزا دیگا۔ بعضے ابھی موت کا مزہ نہ چکھینگے۔

سُبحان اللہ خاکسار حلیم برّہ کیسے تزک و احتشام سے تشریف لاتا ہے۔ اور کیسے جنگ جو مزاج سے۔ اگر انجیل اور پیروانِ انجیل کے عقائد پر نظر کی جاوے تو مسئلہ جہاد کا اور مخالفوں سے جنگ کرنے کا عجیب طور پتہ پر مل سکتا ہے۔ عیسائی علما آیت مذکور الصدر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مسیحؑ کا آنا وہی طیطس رومی کا آنا ہے۔ جس نے خطرناک خونریزی یروشلم میں کی۔ اور جس یروشلم میں مسیحؑ نے کسی زمانے میں کبوتر بیچنے کی شدید ممانعت کی تھی۔ اسمیں اُسنے سؤر کی قربانی کرائی۔ شاید رومی بُت پرست مسیحؑ کے فرشتے تھے۔ اِس آیت سے یہ بات آشکار ہے کہ اجسام انسانی میں جناب پھر پھر حلول کر کر آتے ہیں۔ سُبحان اللہ بھیس بدل بدل عقبیہ خفیہ کارسازیاں کرتے ہیں۔ دکھانے کے . . . اور۔ کھانے کے اور۔

جس حالت میں مسیحؑ کا اجسام میں حلول کر آنا اور دوسرے انسانوں کے جسم میں آکر عاصیوں اور باغیوں سے انتقام لینا انجیلی مذاق پر مسلم ہے۔ تو کہنے والا اس عقیدے کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ عرب میں اُسی منتقم نے جو پہلے زمانوں میں لوگوں کو وباؤں قحطوں اور جنگوں سے ہلاک کرتا رہا۔ اور خاکساری بے بسی کی حالت میں یہودیوں کی منتیں کرتا رہا۔ کہ مجھے مانو۔ اور کبھی دھمکاتا کہ دیکھو مجھے مانو ورنہ فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ آکر تمہیں تباہ کر دُونگا۔ ہاں اُسی منتقم نے عبداللہ اور آمنہ کے گھر میں جنم لیا۔ اور بُت پرستوں اور الٰہی باغیوں سے واجبی انتقام لیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ عقلمند پادری صاحبان اِس بات کو کیونکر رد کر سکتے ہیں۔

اَور سُنیئے۔ متی ۸ باب ۳۲۔ سؤروں کے غول کو مسیحؑ نے ہلاک کیا۔ پادری کلارک اور پادری لاّہنر صاحب کہتے ہیں کہ وہ سعر تعداد میں دو ہزار تھے۔ اور وہ اسلئے ہلاک ہوئے کہ آدمی کی جان کا نقصان کرتے تھے۔ اور اسلئے بھی کہ ملک والوں کو معلوم ہو۔ کہ مسیح کون ہیں۔ اور اسلئے بھی کہ ایک کی نجات دو ہزار سؤر کی ہلاکت سے بہتر ہے اور اسلئے کہ مخالف شریعت یہودیوں کا مال تھا۔ یا ایسی غیر قوم کا مال تھا۔ جو شریعت کی بے عزّتی کرنے والی تھی۔ اور دونوں صورتوں میں ان سؤروں کی ہلاکت جائز تھی۔ اب اس تفسیر پر اور اُنپر گہری نگاہ کر کے دیکھو۔ اور سوچو کہ سؤروں کا ہلاک کرنا جائز ہے۔

متی ۷ باب ۶ جو پاک ہے کتوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سؤروں کے آگے مت پھینکو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بعض آدمی بھی سؤر ہیں۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ سؤروں کا ہلاک کرنا مسیحؑ سے ثابت ہے۔ اور بعض آدمیوں کا سُوٗر اور کُتّا ہونا مسیحؑ کے کلام سے ثابت۔ پس آدمیوں سے جو سُوٗر اور کُتّے ہوں۔ اجتناب کرنا اور اُنہیں قتل کرنا کیسے ممنوع ہوگا۔

پادری صاحبان! اگرچہ ہم اتنا قبول کرنا گوارا کرلیں کہ بیٹا باپ سے جو طوفانوں اور وباؤں سے لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ کسی قدر زیادہ رحیم ہے۔ مگر کیا کریں خود انجیل سے اُس کا آدمیوں کو سُوٗر اور کُتّے کہنا اور اُنکو ہلاک کرنا ثابت ہوا جاتا ہے۔ ہاں انجیل نویس لفظ سؤر کے استعارے کے تعبیے میں قتل ابن آدم کو چھپایا چاہتے ہیں۔ بیشک بیٹے میں اتنی بات ضرور ہے کہ ایک زمانے تک وہ اپنے ضعف و ناتوانی اور قلت انصار و اعوان کے سبب سے پٹتا رہا اور طمانچے کھاتا رہا۔ اِلّا جب فرشتوں کے لشکر کے ساتھ آیا تب اُس کا رحم و فضل اور نمود کی مسکینی سب غائب ہوگئی۔ اور لگا دھڑا دھڑ منکروں اور نخوت والوں سے بدلے لینے۔ سچ ہے کمزوری کھُلے جہاد کا فتویٰ کاہیکو دینے دیتی کہ مُنکران کلام حق سے علانیہ موسیٰ کی طرح انتقام لیتے۔ موہومی دھمکیوں (جب میں آؤنگا) اور گھاس کے مٹھوں سے ڈرانے میں تو کچھ کوتاہی نہیں کی۔ مگر حضور کی ان سرسوں بھری توپوں سے

کاہیکو کوئی ڈرنے لگا تھا۔

عیسائیوں کو آجاکے بڑا فخر اس بات پر ہوتا ہی کہ مسیح کمال بُردباری اور تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ "جو کوئی تجھے ایک گال پر تپانچہ مارے دُوسرا گال بھی پھیر دے۔ اور اگر ایک کوس بیگار میں پکڑ کر لیجاوے۔ تو دو کوس چلا جا۔ اگر کوئی تیرا کپڑا پکڑے تو اُسے دیدے۔"

مَیں کہتا ہوں۔ نہیں بلکہ عقل سلیم اور فطرت مستقیم کہتی ہے کہ کبھی ایک لمحہ بھر کے لیئے یہ خیالی احکام تعمیل ہوئے۔ یا کبھی کسی نے کوشش کی۔ ایسی گوش خوشکن باتوں پر نازاں ہونا دانشمندی نہیں۔

بودھ اور آریَن اور جینیوں کے اصُول اِس سے بھی زیادہ لفظی اور خیالی رحم پر مبنی ہیں کہ کسی ایک ذی رُوح کو ستانا مذہباً وہ جائز نہیں سمجھتے۔ مگر ایسی گھڑتوں سے کیا فائدہ۔ اور ان بے مغز متوں پر فخر کے کیا معنے۔ کوئی نہیں جواب دے سکتا کہ ان احکام پر کبھی عمل ہؤا۔ یا عادۃ اللہ انپر عمل کرنیکی مختلف القویٰ اور متباین الاوضاع انسان کو اجازت دے سکتی ہے۔

متقدمین نصاریٰ کا ذکر جانے دو۔ جنپر اول اول رُوح القدس نے جلوہ کیا۔ اور جنکی رفتار بنی نوع کے ساتھ ہم مقدمے میں ذکر کر آئے ہیں۔ آجکل کی مہذب ترقی یافتہ یورپ کی سلطنتوں کو دیکھ لو۔ کیا اُنکے قوانین ملکی کا مدار اِسی پر ہی۔ اِس ادعائے ترقی کے زمانے میں شب و روز جان کُش آلاتِ جنگ کے ایجاد و اختراع میں لگا رہنا ہر وقت لڑائی کے داؤ پیچ بچارتے رہنا اور پھر ہم مذہب۔ کمیشن پر کمیشن بھیجکر بڑے بڑے خداع اور حیال سے ممالک غیر میں ریشہ دوانی کرنا۔ ایک کو دغا۔ ایک کو لالچ۔ ایک سے قطع۔ ایک سے وصل۔

صاحبو! یہ احکام مسیحی کی تعمیل ہے۔

پادری صاحبان! صاف دِل لوگوں کو بہت جلد دھوکا دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ کہ "فلاں افریقہ کے بادشاہ نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند سے پُوچھا کہ آپکی ترقی سلطنت کی کیا وجہ ہے۔ ملکہ ممدوحہ نے اُسکے جواب میں انجیل بھیجدی۔" اللہ اللہ۔ سوچو عقل کو کام فرماؤ۔ دھوکے بازیوں

سے کیا فائدہ۔ اصلیت کہاں چھپی رہتی ہے۔ گریبان میں مُنہ ڈالو۔ ذری ہسٹری آف انڈیا ہی اُٹھا کر دیکھ لو۔ کہاں تک یہ امر پایہ صداقت کو پہنچا ہُوا ہے۔ مصلحت ملکی مانع ہے کہ ہر ایک پہلو کو بالوضوح ہم ثابت کر دیں۔

بعض جلد باز کہیں جھٹ بول اُٹھیں گے کہ معاملات پولیٹیکل کو ان سے کیا نسبت۔ بیشک ہم بھی بڑے خوش ہونگے پس اسلام کے دفاع اور آیات جہادیہ قرآنی کو پولیٹیکل مشکلات کا حل مانتے ہوئے اُنھیں کونسی بات مانع ہے۔

صاحبو! یہ تعلیم مسیحی اُسوقت ہوئی۔ یا یُوں کہہ سکتے ہو کہ ایسے وقت کے لئے مناسب تھی جبکہ اُس تعلیم کا معلم ایسا کمزور تھا کہ اپنے شاگردوں تک کو اُس کو اعتماد نہ تھا۔ کوئی تیس [۳۰] روپے پر گرفتار کروانے کو موجود۔ کوئی بُزدلی سے اصلاً ہی انکار کو حاضر ملعون کہنے کو آمادہ۔ اُدھر یہود کی وہ سرکشی وہ قساوت کہ ایسی خاکساری پر بھی بقول آپکے جیتا نہ چھوڑا۔ بھلا فرمائیے ڈرتے کیا نہ کرتے۔

دوستو۔ تعلیم کی خوبی تو یہ ہے کہ قوائے فطرت انسانی سے مناسب اور موزون کام لینے کو کہے غضب اور انتقام سے اپنے موقع پر۔ رحم اور حلم سے اپنی جگہ پر غرض جو جو افعال و خواص قوائے موجودہ میں ودیعت کیئے گئے ہیں وُہی صادر ہوں۔ یہی تعلیم قرآن و اسلام کی ہے۔ اور اسی پر مصالح دنیوی و اخروی کے قیام کا مدار ہے۔ اور جو قوم تہذیب و شائستگی کا میلان رکھتی ہے۔ انھیں قوانین پر عملدرآمد کرنے کی سعی کرتی ہے۔

ہمیں حیرت پر حیرت آتی ہے کہ اس روشنی کے زمانے میں ان پُرانی لکیر کے فقیر پادریوں کی آنکھ نہیں کھلتی۔ وُہی ابلہ فریب ڈھکوسلے ہانکے چلے جاتے ہیں۔ دُنیا دار ملکی آدمیوں کو جانے دو (جو کہتے ہیں کہ اتوار کے روز انجیل کے موافق اگر ریل چلانا۔ تار کا محکمہ ڈاک کا محکمہ اور بعضے اور کارخانوں کو قطعاً بند کر دیا جاوے۔ تو ابھی مصالح دُنیوی درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ گویا انجیل کی تعلیم کے نقص کے قائل ہیں اور ایک تھیوری

سے زیادہ اُسے نہیں سمجھتے) ان دیندار پادریوں ہی سے پوچھو نہیں۔ دیکھو یہی جنہوں نے انجیل کے خلاف فطرت تعلیم کے اثبات کا خواہ مخواہ ٹھیکہ لیا ہے۔ (نہیں حضرت معقول تنخواہ پر) کہ کبھی خود بھی ان احکام پر چلے ہیں۔ افسوس صد افسوس اسلام اور قرآن پر اعتراض۔

غزوات محمدیہ

آنحضرت صلعم ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جو ضلالت مجسم اور جہل مرکب تھی۔ جسکے رسوم و عادات خبیث و وحشیانہ تھے۔ جو جدال و قتال کو حاصل زندگانی سمجھتی تھی۔ پہلے تو آنحضرت کی زجر و توبیخ پر اُس جاہل قوم نے سخریہ کیا۔ بعد اسکے اُس قوم کو غیظ آیا اور خواہش انتقام پیدا ہوئی۔ مگر تاہم آپ کے اصحاب کی کثرت ہوتی گئی۔ قریش کا غیظ و غضب عادةً اس طرف متوجہ ہوا۔ کہ دین جدید کے پیروؤں کو سخت تکلیف پہنچانی شروع کی۔ بہت سے لوگ رحیم رسول کے اشارے سے جو اُنکے مصائب کو دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ایک اجنبی ملک افریقہ کو نقل کر گئے[1]۔ مگر آپ اکیلے الٰہی امداد و توفیق کے سہارے پر اُسی وحشت انگیز خوفناک مقام میں ٹھہرے رہے۔ کیونکہ اپنی قوم کی وحشیانہ اور الٰہی غضب کی مستوجب حالت آپکے رحیم و کریم قلب سے وہیں قیام کیلئے زبان حال سے فرمائش کرتی تھی۔ آپ قلباً آرزومند تھے کہ گویا جان مخاطرے میں کیوں نہ پڑے۔ پر اس نالائق قوم کو خدا کے رحم و فضل میں شامل کیا جاوے۔ حُبّ قوم نے ذاتی تکالیف و شدائد قطعاً آپ کے دل سے بھلا دیئے تھے کہ آپ اپنی پیاری مگر ناقدرشناس قوم کے گھر گھر تشریف لیجاتے اور بڑی شفقت و محبت سے اُنہیں فرماتے[2]۔

---

[1] ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۰ – [2] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ –

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ اللہ تمہیں حکم کرتا ہی کہ اُسکی عبادت کرو۔ اور کسی کو اُسکے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔

یہ صاف اور سیدھی تعلیم بہت جلد گھر گھر اثر کرنے لگی[1]۔ اور خداوند خدا کی جدید برگزیدہ جماعت کے افراد دن بدن بڑھنے لگے۔ اب اس ترقی کو دیکھکر سرکش بت پرست اور بھی آگ بگولا ہو گئے۔ قریش کا اشتعال طبع عادۃً کچھ تعجب انگیز بات نہیں۔ کیونکہ ابتک الٰہی الہامی آواز سے اُنکے کان آشنا نہیں ہوئے تھے۔ اسرار علم و نبوّت کے ادراک کے عادی نہ تھے۔ مسیح جیسے خاکسار حلیم پر بنی اسرائیل جیسے اہل کتاب تعلیم یافتہ قوم کیسے جھنجھلائے کہ کوئی دقیقہ ایذا کا فروگذاشت نہیں کیا۔

ناچار بقیہ مسلمان پھر حبش کو بھاگ گئے اور وہاں کے بادشاہ کے پاس جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اسکو اسلام میں ہجرت ثانیہ کہتے ہیں۔ اس قلیل مدّت میں صرف ایک شہر مکے سے تراسی (۸۳) آدمی حبشے کو ہجرت کر گئے[2]۔

یہ امر نہایت قابل غور ہے کہ آتشیں بُت پرستوں کی غضبی حرارت اسپر بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ اُنھوں نے اپنے سفیر حبشی بادشاہ کے پاس بھیجے اور بڑے بڑے لطائف الحیل مہجور الوطن مسلمانوں کی گرفتاری کیلئے عمل میں لائے۔ مگر جعفر بن ابی طالب کی پُراثر تقریر سے بادشاہ حبش نے متأثر ہوکر ظالم قریش کو ناکامیاب واپس پھیر دیا۔ اب سفیروں کا اس طرح اپنا سا مُنہ لے کے لوٹنا قریش کی غضبناک طبیعت پر اور بھی تازیانے کا کام کرگیا۔ اب تو اُن کی ایذا رسانی کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ تتمّہ اُن تکالیف کا ذکر کیا جاوے جو اُسوقت قریش سے آپکو اور آپکے اصحاب کو پہنچی ہیں۔

اگرچہ آنحضرت صلعم کی ذاتی وجاہت اور بنی مطلب کی قومی عصبیت آپ کیلئے ذاتی اور جانی ضرر پہنچنے کے مقابل سپر عظیم تھی۔ مگر اور خارجی مصائب پر آپکی بشری

[1] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ – [2] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ –

حالت ضرور مضطرب ہوتی تھی۔

آپ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدے میں گئے۔ ایک رئیس بدکردار کے اشارے سے آپکے دوش مبارک پر خون اور گوبر کا لتھڑا ہوا اُونٹنی کا بچہ دان ڈالا گیا۔ قریش کے اس بے رحم مقابلے نے آخر آپکو طائف کی طرف متوجہ کیا کہ شاید وہیں کوئی متنفس راہ حق کی طرف آجاوے آخر وہاں تشریف لے گئے۔ صرف زید آپکا خادم ساتھ تھا۔ عبد یالیل اور دیگر رؤسائے طائف کو دعوت حق کی۔ اُن لوگوں نے اُس شفقت کا یہ عوض کیا کہ غلاموں اور قلاشوں اور لڑکوں کو آپکے عقب میں لگادیا۔ اور وہ تین کوس تک آپ کو پتھر مارتے ٹھٹھا کرتے اور گالی گلوچ دیتے چلے گئے۔ اس معرکے میں زید آپکا خادم سخت زخمی ہوا۔ اور خود ذات مبارک بھی لہولُہان مکے کو واپس تشریف لائے۔ اثنائے راہ میں ایک فرشتے نے طائف والوں پر بددعا کیلئے کہا۔ مگر رحیم رسول ؐ نے جواب میں فرمایا کہ گو اہلِ طائف نے مجھسے اچھا سلوک نہیں کیا۔ الاّ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں لوگوں سے خُدا ایسی اولاد پیدا کریگا۔ جو اُسی واحد لاشریک لہٗ کی عبادت کرینگے۔

پھر آپ نے مواسم حج میں یعنے جب اطراف کے لوگ حسب قاعدۂ قدیم بیت اللہ کی زیارت کو آتے۔ وعظ کہنا شروع کیا۔ اور منیٰ میں جب لوگ جمع ہوتے وہیں اُنکو اسلام کی طرف بُلاتے۔ اسی سے اکثر اہل مدینہ زائرانِ بیت اللہ مسلمان ہوگئے۔ کیونکہ مدینے کے اہلِ کتاب سے جو حسب وعدۂ کتب الہامیہ ایک نبی کے منتظر تھے۔ بشارات سُن سُن اُن کی قوت انفعالی جلد اثر قبول کرنے کے قابل ہو چکی تھی۔

اب بعضے مظلوم مسلمانوں کو ایک نئی جائے پناہ سُوجھی جسے اُنکے نئے ایمانی بھائیوں نے بخوشی خاطر بہم پہنچانے کا وعدہ کیا۔ مکے میں جو جو مصائب اُن لوگوں پر گذرے انہیں پڑھکر جگر شق ہوا جاتا ہے۔ ابوجہل سفاک نے عمارؓ کی ماں سمیہ کو ایسا ستایا کہ اُس بیچاری کے اندامِ نہانی میں برچھے مارے۔ اُس نے اُس تازہ فضل کے شکریے میں ہیبتناک

قتل کو گوارا کرلیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۔

اور مسکین مسلمانوں پر یہ گذرتی کہ سنگدل قریش پتھروں کو دُھوپ میں گرم کرتے اور وہ صحابہ کے سینوں پر رکھتے۔ اور جب دُھوپ سے پتھر گرم ہوتے۔ تو اون پر لٹاتے۔ ابن ہشام۔ صفحہ ۱۰۹۔

پس اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ مسلمان اُس مبارک بستی (مدینہ) کو اپنے نئے خیر خواہوں کے یہاں چلے جاویں۔ ملک افریقہ میں پناہ لینے والوں کا حال سُن ہی چکے ہو اب ان مدینے جانے والوں کی سُنئیے۔ کہ دشمن وہاں تک بھر مار کرتے ہیں۔

عیّاش ابن ربیعہ مسلمان ہوکر مدینے چلے گئے۔ ابوجہل اور حرث دونوں عجیب داؤں سے اُسکو مکّے میں لائے۔ کہ تیری ماں تیری جدائی میں سخت بدحال ہوا اور اُسنے قسم کھائی ہے کہ جب تک تجھے نہ دیکھے کنگھی نہ کریگی۔ یہاں پہنچکر اُسے ایسی اذیتیں پہنچائیں کہ سُنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۶۷۔

صہیب نے چاہا کہ مکّے سے چلا جاوے۔ کفّار نے اُس کا مال و اسباب کچھ بھی اُس کو ساتھ لے جانے نہ دیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۔

سبحان اللہ آپکے اتباع کا تو یہ عالم ہورہا تھا۔ اور ادھر اسپر بھی اسلام گھر گھر پھیلتا جاتا تھا۔ اب اہل مکہ نے تمام اپنی تدابیر کو اسلام کی روک میں کمزور دیکھکر چاہا۔ کہ نبیؐ عرب کو قتل ہی کر ڈالیں۔ گر بعضی قومی اور رسمی بندشوں کی وجہ سے بنی مطلب سے ڈر گئے۔ اسلئے دار الندوہ[۱] میں ایک انجمن منعقد کی۔ وہاں یہ تجویز ٹھہری کہ مختلف قبیلوں کے چند نوجوان ہوشیار ملکر ایک ہی دفعہ محمد رسول اللہ صلعم پر ٹوٹ پڑیں اور تلوار سے اُس کا کام تمام کر ڈالیں۔ جو مطلب کس کس سے لڑینگے۔ آپ الہام الٰہی کے مخبر سے اطلاع پاکر مع ابوبکر رضؓ صدیق اپنے خالص رفیق کے مدینے کو چلے گئے۔ اس کمیٹی کی مختلف راؤں اور

[۱] یہ قریش کے پارلیمنٹ کی جگہ تھی اسمیں قریش کے سوا اور قوم کا آدمی چالیس برس سے کم عمر کا داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ ۱۲

فیصلے کی بابت قرآن میں یُوں آیا ہے۔

اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ سُورۂ انفال۔ سیپارہ ۹۔ رکوع ۴۔

آپ کے پکڑ لانے پر سَو اُونٹ کا انعامی اشتہار دیا گیا۔ عرب مفلس جنگجو اور سَو اُونٹ کا انعام خوب قابلِ لحاظ ہے۔

خدا کے فضل سے آپ تو مدینے میں پہنچ گئے۔ اور بڑے اعزاز و اکرام سے وہاں قبول کیئے گئے۔ اُسوقت سے قریش اور اُنکے شرکا یعنے یہودوں کے بغض و عناد سے مسلمانوں کو اپنی حراست اور حفاظت نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑی۔ سبحان اللہ ایک چھوٹے سے شہر پہ ہزارہا قبائل عرب کے متفق و متواتر حملوں کو روکنا پڑا۔ پس ایسے ہنگام میں سخت تدارک کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تاکہ مسلمانوں کے گروہ کا وجود باقی رہے۔

ادھر مکّے میں جو غریب مسلمان رہ گئے تھے۔ اُنکی چشمدید تکالیف یاد آ آکر آپکو رنج دیتی تھیں۔ اسپر باریتعالےٰ کو رحم آیا۔ اور انسانی دفاع و حمایت کرنیوالے نے یُوں بیدار فرمایا۔

وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا۔ سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۱۰

اور قتال کی پہلی اجازت دینے والی آیت اُتری:۔

---

۱ جب کافر تیری بابت تجویزیں خفیہ لڑا رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا نکالدیں یا مار ڈالیں۔ اور اللہ بھی تجویز کر رہا تھا۔ اور اللہ تدابیر میں سب پر غالب ہے ۱۲

۲ اور تم کو کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور واسطے اُن کے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں اُس کے لوگ اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔

اُذِنَ[1] لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط سورۂ حج پارہ ۱۷۔ رکوع ۱۳

گئے ہیں مسلمان دُکھ دیئے جاتے کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ اُنکے لئے حکم ہوا:۔

وَقَاتِلُوْهُمْ[2] حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ[3] وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔

یعنی اسلئے لڑو کہ لوگ آزمایشوں اور دین میں پھسلائے جانے سے بچ جائیں اور ظاہر و باطن میں مسلمان ہو کر بسر کریں۔ ایسا نہیں کہ ڈر کے مارے اندر سے مسلمان اور باہر سے کافر۔

اب ان تمام مقدمات کا لازمی نتیجہ وہ دفاعی غزوات ہیں۔ جو مظلوم مسلمانوں اور بانیٔ اسلام کو قریش سے کرنے پڑے ہیں۔

اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوّل آیات قتال کو لکھ دیا جاوے۔ تاکہ ہر منصف دُور اندیش کو اس بات کے سوچنے کا موقع ملے کہ قرآن کریم نے قتال و جہاد کے کیا علل اور حدود بیان فرمائے ہیں۔ اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا معرکوں اور میدانہائے جنگ میں مبارزین کی تقویت اور ترغیب کیلئے دانشمند سپہ سالار ہر طرح کی تجاویز عمل میں لاتے ہیں۔ مثلاً باجوں دل افزا تقریروں اور دیگر اسباب سے اُنکے حوصلوں کو بڑھاتے ہیں اور انکی ہمّت کو اُبھارتے ہیں۔ ویسا ہی موقع پڑنے پر اور مشکلات کے پیش آنے پر قرآن کریم بھی ایسی تدابیر کو کام میں لایا ہے۔ اور ٹھیک اہل عرب کے دستور کے موافق جیسے وہ معرکہائے قتال میں رجز پڑھتے اور اُن رزمیہ اشعار سے تیر و تفنگ سے بڑھ کر کام نکالتے۔

---

[1] حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اسواسطے کہ اُن پر ظلم ہوا۔ اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے وہ جنکو نکالا اُنکے گھروں سے اور کچھ دعوےٰ نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا ربّ اللہ ہے ۱۲

[2] اور لڑانیوالوں سے لڑو تاکہ دین سے پھلانا نہ رہے اور پورا دین ہو جاوے ۱۲ (ظاہر و باطن میں مسلمان رہو)

[3] ای حَتّٰی لَا یُفْتَنَ مُؤْمِنٌ عَنْ دِیْنِهٖ وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔ ای حَتّٰی یَعْبُدَ اللّٰهَ لَا یُعْبَدُ مَعَهٗ غَیْرُهٗ۔ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۴۔

قرآن نے بھی شکستہ دل مسلمانوں کے استظہار اور قوّتِ قلبی کو قوی کرنے کے لئے رجزیہ اشعار کے بجائے پُر تاثیر آیات بیان فرمائی ہیں۔ جنہوں نے قوی اور کثیر مخالفین کے مقابلے میں سیف و سنان کا کام دیا۔ اور ان تمام آیات کے ضمائر کے مرجع اور اسمائے اشارات کے مشار الیہم اور عہد ذہنی الف لام کے معہود فی الذہن مخصوصاً وہی ظالم و جابر حملہ آور منفا تلین ہیں۔ جن سے اہل اسلام کو پالا پڑتا تھا۔ مخالفین اُن کو استغراقی الف لام گمان کر کے اور مختص المقام آیات نہ سمجھ کے سخت غلطیوں اور دھوکوں میں پڑے ہیں۔ اور اکثر سادہ مفسرین بھی اس غلطی میں پڑنے سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔

ایک اور امر بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ جسقدر لڑائیاں قریش سے ہوئی ہیں۔ اُن کے وجوہ و اسباب کے تلاش کرنے کیلئے ہم کو زحمت اُٹھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ اُن کا وُہی عذر و ستم جو مذکور ہو چکا ہے اہل اسلام کی جنگ کے لئے کافی عذر خواہ خیال کیا جا سکتا ہے اور ایسا ہی حال یہودانِ مدینہ کے ساتھ قتال کرنے کا ہے۔ جنہوں نے اقسام اقسام کے خفیہ نفاقوں۔ عُذروں اور حیلوں سے دین جدید کے استیصال میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی۔ مگر ہم اللہ کی مدد سے ہر غزوے کے وجوہ و اسباب قلمبند کرنے سے کوتاہی نہ کریں گے۔ قرآنِ کریم کی آیاتِ ذیل پر غور کرو۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا

[1] اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو اور مارو انکو جس جگہ پاؤ۔ اور نکال دو اُنکو جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا اور دین بچلانا مارنے سے زیادہ ہے اور نہ لڑو

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ - سورہ بقرہ - سیپارہ ۲ رکوع ۲۴ -

يَسْئَلُوْنَكَ[1] عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ[2] قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ[3] بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا - سُورہ بقرہ - سیپارہ ۲ - رکوع ۲۷ -

وَلَوْلَا[4] دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ - سورہ بقرہ سیپارہ ۲ رکوع ۳۳ -

---

بقیہ حاشیہ اُن سے مسجد الحرام کے پاس جب تک وہ نہ لڑیں تم سے اُس جگہ پھر اگر وہ لڑیں تو اُن کو مارو یہی سزا ہو منکروں کی۔ پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور لڑو اُن سے جبتک نہ باقی رہے فساد اور اور حکم رہے اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر ۱۲

[1] تجھ سے پُوچھتے ہیں مہینے حرام کو اور اس میں لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمیں بڑا گناہ ہوا اور روکنا اللہ کی راہ سے ۱۲

[2] ماہ رجب مطابق نومبر ۶۲۳ء میں مدینے میں خبر آئی کہ اہل مکہ سامان جنگ کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن جحش کو آٹھ آدمیوں کے ساتھ دشمن کی سراغ رسانی پر بھیجا گیا۔ عبداللہ نے مقام نخلہ میں پوشیدہ ہو کر دشمن کے حرکات کو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کارواں چلا آتا ہے وہ اپنے تھوڑے ہمراہیوں کی شرارت کو روک نہ سکا انہوں نے اُس قافلے پر حملہ کر کے ایک کو قتل اور دو کو گرفتار کر مع مال غنیمت مدینے کی راہ لی۔ آپنے عبداللہ بن جحش کو اس قتل پر سخت ملامت کی کہ مَیں نے تجھے لڑنے کو نہیں کہا تھا۔ یہود و مشرکین کو آنحضرتؐ کی بدگوئی کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آگیا۔ جو مسلمان ابتک قریش کے قبضے میں تھے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ سے پوچھوایا کہ اس بدگوئی کا کیا جواب دیا جاوے۔ آپ نے اُس کے جواب میں یہ آیت پڑھی ۱۲

[3] اور اُس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اُسکے لوگوں کو وہاں سے اُس سے زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک۔ اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تم سے لڑنے کو یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر مقدور پاویں ۱۲

[4] اور اگر دفع نہ کرواوے اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو خراب ہو جاوے ملک ۱۲

[1] أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ سورہ حج۔ سیپارہ ۱۷ رکوع ۶۔

غزوات نبویہ محمدیّہ

آپ کے مغازی میں پہلا[1] غزوہ ودان کا غزوہ ہے (یہ جگہ کا نام ہے اور اس مقام کے پاس چھ[6] میل کے فاصلے پر ایک جگہ ابوا نام ہے اسلیئے اس غزوے کو غزوۂ ابوا بھی کہتے ہیں) یہ لڑائی قریش مکّہ سے ٹھنی مگر جنگ نہونے پائی۔[2] اور بنو ضمرہ نام قوم سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ بنو ضمرہ صاحب اسلام سے نہ لڑائی کریں اور نہ اُس سے لڑنے والوں کے شریک و معاون ہوں۔

غزوہ[2]

غزوۂ[2] بواط (بواط ایک پہاڑ کا نام ہے مدینے سے چار منزل پر) یہ جنگ بھی صرف قریش سے ہوئی۔ نہیں بلکہ ہوتے ہوتے رہ گئی۔[3]

غزوہ[3]

غزوۃ[3] العُشَیْرہ (عشیرہ ایک گاؤں کا نام ہے ینبع کے پاس) یہ حملہ بھی صرف قریش پر تھا۔ مگر لڑائی نہ ہوئی۔[4] اور بنو مدلج سے جو کنانہ میں سے تھے صلح کی ٹھہری۔ اور مضمون صلح کا یہ تھا کہ بنو مدلج کے جان و مال کو امن ہوگا اور مصائب کے ہنگام پر اُنکی امداد کیجاویگی۔ بشرطیکہ اہلِ اسلام سے نہ لڑیں اور مسلمانوں سے متفق رہیں۔ بخاری نے

---

[1] حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں۔ اسواسطے کہ اُنپر ظلم ہوا۔ اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے وہ جن کو نکالا اُنکے گھروں سے اور کچھ دعویٰ نہیں سوائے اِسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو ڈھائے جاتے تکئے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت ۱۲

[2] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲ [3] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ [4] ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۶

کہاکہ یہ غزوہ پہلے ہوا ہے۔

غزوہ ۴ — **غزوہ بدر۔ اولیٰ**۔ غزوۂ عشیرہ کے دس روز بعد ہوا۔ کرز بن جابر الفہری نے (یہ شخص مشرکین مکہ کے رؤسا میں سے تھا) مدینے پہنچکر مسلمانوں کے مویشی لوٹ لیئے۔ آنحضرتؐ نے اُس کا تعاقب سفوان تک جو بدر کے پاس ہو کیا۔ مگر سلامت نکل گیا۔

غزوہ ۵ — **جنگ بدر**۔ یہ لڑائی بھی صرف قریش سے ہوئی۔ اِس لڑائی تک بھی مسلمان کمزور اور قلیل التعداد تھے۔ چنانچہ اُن کے حالات قرآن یُوں بیان فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ اور اللہ نے تم کو بدر میں نصرت دی اور تم قلیل التعداد تھے۔ مسلمان کُل تین سَو اور قریش ہزار کے قریب تھے۔

حاصل الامر اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوئے اور ستر کے قریب اسیرانِ قریش گرفتار ہوئے۔ جن میں سے دو فقط مصلحتاً قتل کئے گئے اور باقی چھوڑ دیئے گئے۔

وجوہ جنگ — اِن غزوات کے وجوہ و اسباب میں اسقدر کہنا دلیل قطعی کا پایہ رکھتا ہو کہ اس فساد کے بانی قریش ہیں۔ وُہی معاندین جنکے اوصاف وسلوک کا شمہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اسلیئے ان دفاعی جنگوں کے لئے اور زیادہ معذرت گستری ضرور نہیں ہے۔ ایک اور عجیب دلیل اس امر کے ثبوت میں کہ قریش سے یہ جنگ دفاعی تھی ہم نقل کرتے ہیں۔ اور یقیناً ایسے دلائل فطرت انسانی کے سچّے صحیح فلسفے کا نتیجہ ہوتے ہیں نہ فضول اختراعی منطق کی بے معنی بک بک جھک جھک اور وہ دلیل یہ ہو کہ جب بدر میں کفار کی لاشیں ایک کنوئیں میں دفن کی گئیں اُسوقت آنحضرتؐ نے عبرت انگیز الفاظ میں اُن مقتول کفار کی حیات حال سے خطاب کر کے فرمایا۔

[^1]بِئْسَ عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَصَدَّقَنِيَ النَّاسُ وَ اَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَ اٰوَانِيَ النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيَ النَّاسُ (ابن ہشام جلد۲ صفحہ ۲۲)

---

[^1]: نبی کے تم بڑے رشتے دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی۔ اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ تم نے مجھ سے لڑائی کی۔ اور لوگوں نے مدد دی ۱۲

غزوہ ۶

غزوۃ الکُدر (ایک چشمے کا نام ہے اور اُسے ذوقرقرہ بھی کہتے ہیں) یہ حملہ سُلیم اور غطفان قبیلوں پر کیا گیا مگر لڑائی نہ ہوئی۔ یہ حملہ شوال کی پہلی تاریخ بدر کی لڑائی کے سات روز بعد ہوُا۔

غزوہ ۷

غزوۃ الانمار۔ یہ غزوہ بھی غطفان سے ہوُا۔ اس غزوے کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ یہ حملہ نجد کیطرف ہوُا۔ اس میں بھی لڑائی نہ ہوئی۔

غزوہ ۸

غزوۂ نجران۔ اور اسے غزوۂ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ اسمیں بھی لڑائی نہوئی۔

(۳) ایک عجیب معجزہ

بنو سلیم اور غطفان اسلام کے سخت دشمن تھے۔ اُنکی عداوت کا تھوڑا سا حال سُن لو۔ بنو ثعلبہ بن سعد بن قیس بن غطفان مدینے پر شبخون مارنے کو جمع ہوئے۔ دُعثور[۱] نام ایک شخص اُن کا سرغنہ بنا۔ اس دُعثور کو مؤرخوں نے غورث اور آورک بھی لکھا ہے۔ ایسے ہی بنی سلیم بھی اکٹھا ہوئے۔ آنحضرتؐ اس اجتماع کی خبر سُنکر ازراہِ خود حفاظتی و احتیاط و عاقبت اندیشی وہاں پہنچے۔ مگر وہ لوگ متفرق ہوگئے۔ اسلئے آپؐ نے تعاقب نہ فرمایا۔

غطفانیوں کے حملے میں ایک عجیب قصّہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ اس غزوے میں مینہہ برسا۔ آنحضرت صلعم کے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ آپنے اوتار کر ایک درخت پر سُکھلانے کو لٹکا دیئے۔ اور آپ اُس درخت کے سائے میں لیٹ گئے۔ دُعثور نے دیکھا۔ آپ تنہا ہیں۔ نادان بہادری کے گھمنڈ میں تلوار کھینچے ہوئے سر پر آ پہنچا اور پکار کر کہا۔ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي الْيَوْمَ۔ آج کون تجھے مجھ سے بچا سکتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ اَللّٰہُ۔ اسپر الٰہی قدرت نے ایسا دھکا دیا۔ کہ رُعب زدہ ہوکر گر پڑا۔ اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چُھوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے ویسے ہی اُسکی تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر للکارا۔ کہ اب تُو بتا۔ تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اُس نے کہا کوئی نہیں۔ آپ نے اُسے

[۱] جلد ۲ صفحہ ۱۷۔ مواہب و زرقانی ۱۲

چھوڑ دیا اور فرمایا میں رحم کرنے کے لئے آیا ہوں قتل کرنیکے لئے نہیں۔ اس فوق العادۃ رحم کو دیکھ اور اپنی عداوت کو سوچکر وہ مسلمان ہوگیا۔ اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام کرکے راہِ حق پر لے آیا۔ اسی غطفانی حملے میں بقول واقدی و ابن سعید یہ آیت اُتری۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ۔[۱] سورۂ مائدہ سیپارہ ۶ رکوع ۲۔

بے شک آنحضرت صلعم کی ذات مبارک کی سلامتی ایسے موقعہ میں محض اُسکے فضل وکرم سے ہوئی۔

غزوہ ۹

غزوۃ السویق۔ جب بدر میں اسلام کی فتح اور کفّار کی شکست ہوئی اور مکّے کے بڑے بڑے اسلام کے دشمن مارے گئے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی اور نذر مانی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑوں جنابت کا غسل نہ کرونگا۔ پھر دو سو سوار لیکر مدینے کو چلا اور راہ میں مدینے سے ایک منزل پر خیمہ زن ہؤا۔ اور رات کو چلکر سلیم بن مشکم یہودی کے یہاں دعوت اُڑائی۔ اُس غدار یہودی نے مسلمانوں کے حال کی مخبری اُسکے پاس کی۔ ابوسفیان نے اپنے ڈیرے پر آکر چند سپاہی بھیجے۔ اُنھوں نے مدینے کی کھجوروں کو آگ لگادی اور دو آمیوں کو مار ڈالا اور مکّے کی راہ لی۔ مسلمانوں نے قرقرۃ الکدر مقام تک تعاقب کیا۔ ابوسفیانی لشکر اپنے کھانے کے سَتّو چھوڑ کر مکّے کو چلتے ہوئے۔ اِسلئے اس غزوے کو غزوۃ السویق یعنے سَتّوؤں والی جنگ بولتے ہیں۔

تنبیہ۔ اِس حملے کو یاد رکھو کیسا بے وجہ ہؤا۔ اور یہودیوں نے کیسی دغا کی۔

غزوہ ۱۰

غزوۂ اُحد (اُحد ایک پہاڑ ہے مدینے سے ڈھائی میل کے فاصلے پر) دشمن مکّے سے چلکر مدینے پہنچے۔ وہ لڑائی کا سامان جو ابوسفیان شام سے لایا تھا۔ اور جس کی

---

[۱] اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو۔ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی۔ پھر اُن کے ہاتھوں کو تم سے ہٹا رکھا ۱۲

پیشبندی اور دفع دخل کیلئے آنحضرتؐ کو بدر تک سفر کرنا پڑا تھا۔ اور جس میں کفر کی شوکت ٹوٹ گئی تھی۔ اب وُہی سامان مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع کیا گیا۔ قرآن آیت ذیل میں اُسے اور اسکے خرچ کرنے والے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً۔ [له]

اس جنگ میں قریش کے ساتھ قبیلۂ بنی تہامہ اور بنی کنانہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ کفار کی فوج کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی اور سب فوج مسلح۔ سات سَو اُن میں زرہ پوش سوار تھے۔ اور سب کے سب تُلے ہوئے تھے کہ جلد مسلمانوں سے انتقام لیں۔ اس چھوٹے چھوٹے قبائل کی مکمل پُرغیظ فوج نے بسرداری ابوسفیان مدینے کے شمال مشرق میں ایک مختص مقام میں اپنا مورچہ خوب مضبوط کر لیا۔ اور اس میں اور شہر مدینے میں حدّ فاصل صرف کوہ احد کی گھاٹی رہگئی۔ اس مقام پر مورچہ باندھ کر کفّار نے اہل مدینہ کے کھیتوں اور باغوں کو تباہ کرنا شروع کیا۔ اسپر صحابہ کو نہایت غصّہ آیا اور حمیت اسلام محرک انتقام ہوئی۔ آنحضرتؐ سے بکمال اصرار دفاع کی درخواست کی۔ آپ ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر مقابلے کو مدینے سے باہر نکلے۔ عبداللہ بن اُبَیّ ایک سردار جو مدینے میں رہتا تھا اور جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اب عین معرکۂ جنگ اور اس آڑے وقت میں اپنے تین سو آدمیوں سمیت مسلمانوں سے الگ ہوگیا۔ جس سے مسلمانوں کی جمعیت ہزار سے اب سات سو رہگئی۔ اس قلیل جمعیّت میں کُل دو گھوڑے تھے۔ مگر مجاہدین قدم ہمت برابر آگے بڑھائے چلے جاتے تھے۔ اور نخلہائے خرما میں سے گذر کر کوہ احد پر پہنچ گئے۔ لشکر اسلام رات بھر اس پہاڑ کی کھوہ میں پڑا رہا۔ صبح نماز فجر پڑھ کر میدان میں آجما۔ آنحضرتؐ نے کوہ احد کے نیچے نیچے فوج کی صف کو آراستہ کیا۔ اور عبداللہ بن جبیر کو چند آدمیوں سمیت عقب لشکر ایک ٹیلے پر متعیّن کر کے قطعی حکم دیا کہ جو ہو سو ہو۔ خبردار وہاں سے

[له] یقیناً جو لوگ کافر ہیں۔ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اسواسطے کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں۔ سو ابھی اور خرچ کریں گے۔ پھر وہی مال اُن پر حسرت بنجائے گا۔ ۱۲

نہ ہلنا۔ مشرکین کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اپنے بتوں کو قلب لشکر میں رکھکر وہ فوراً میدان میں
چلے آئے۔ اور اُن کے سرداروں کی بیبیاں لڑائی کے گیت گاتی اور ڈھول بجاتی تھیں۔ قریش
نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے بڑی بہادری سے اُنکو پسپا کردیا حضرت
حمزہؓ لشکر کفار کو پریشان دیکھکر قلب لشکر میں گھس گئے۔ گویا مسلمانوں کی فتح ہوچکی تھی۔ کہ
عبداللہ بن جبیر کے ساتھی آنحضرتؐ کے حکم کو فراموش کر بامید مال غنیمت مورچہ چھوڑ نیچے اُتر
آئے۔ دشمن مورچہ خالی دیکھ سواروں کو سمیٹ فوج اسلام کے عقب پر آگرے۔ جنگ عظیم
ہوئی۔ حضرت امیر حمزہؓ اور عبداللہ بن جبیر شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور
حضرت صدیق رضی اللہ عنہم بھی مجروح ہوئے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان نے امیر حمزہؓ
کا جگر چیر کر چبایا[1] اور مسلمان مقتولوں کے گوش و بینی کاٹ کر اور اُنکے ہار بنا کر گلے میں پہنے۔
یہ بے ادبیاں شہیدوں کی لاشوں سے دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ یہانتک
کہ خود آنحضرتؐ پر ایسی رقت طاری ہوئی۔ اور ایسا غیظ آیا کہ آپنے بھی حکم دیا کہ اب جو تمہاری
فتح ہو تو تم بھی کفار کی لاشوں سے ویسا ہی سلوک کرنا۔ چنانچہ اپنے عزیز جان نثار چچا
امیر حمزہؓ کو دیکھ کر فرمایا۔ لامثلن بسبعین منھم مکانک۔ یعنی تیرے عوض میں اُنکے
ستر کو مثلہ کرونگا۔ مگر فطری رحم جبلی لینت نے بشری عارضی غضب پر غالب آکر آیت ذیل کے
نزول کی تحریک کی۔ اِنْ[2] عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ
خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ نحل۔ رکوع ۱۶۔

ایسے موقع اور ایسی حالت میں یہ صبر سبحان اللہ۔ سچ ہے۔

وَمَآ[3] اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء۔ رکوع ۷

---

[1] زرقانی بر مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۶۰ و ۶۱ — [2] اگر تم سزا دینی چاہو تو بس اُتنی ہی جتنی تمہیں تکلیف دی گئی۔ اور اگر تم برداشت کر جاؤ یہ امر صابرین کے لئے بہت اچھا ہے۔۱۲

[3] اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو (اے محمدؐ) مگر رحمت واسطے تمام جہان کے۔۱۲

پس اُس روز سے لاشوں کی پامالی کرنے اور اُنکے مثلہ کرنے کی رسم قبیح جو اگلے زمانے کی سب قوموں میں جاری تھی مسلمانوں میں قطعاً حرام ہوگئی[۱] - اور صرف اسلام ہی کو یہ فخر عطا ہوا۔

اِس لڑائی میں گو بڑا صدمہ مسلمانوں کو پہنچا اور عبداللہ بن جبیر کی سپاہ کی خطا سے یہ بلا آئی۔ مگر ایک فائدہ عظیم بھی حاصل ہوا کہ منافقوں کا نفاق اور یہودیوں کا بغض و عناد صاف صاف عیاں ہوگیا۔ اور خالص مسلمان ممتاز ہوگئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا۔

غزوہ ۱۱

غزوۂ حمراء الاسد (مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے) اُحد کے واقعے پر مسلمانوں نے اہلِ مکہ کا تعاقب نہیں کیا۔ مگر جب اہلِ مکہ قریب آٹھ دس میل کے چلے گئے۔ تو پھر اُن کو یہ خیال آیا کہ جو ہو سو ہو آؤ ایکدفعہ مسلمانوں کا استیصال کر ڈالیں۔ اِس خبر پر آنحضرت صلعم مع اُن احباب کے جو اُحد میں شریک ہوئے تھے۔ مقابلے کو روانہ ہوئے۔ مشرکین حمراء الاسد میں قریش کو کہہ رہے تھے۔

لَا مُحَمَّدًا قَتَلْتُمْ وَلَا الْكَوَاعِبَ اَرْدَفْتُمْ بِئْسَ مَا صَنَعْتُمْ اِرْجِعُوْا[۲]۔

آپ نے پیشتر دو جاسوسوں کو بھیجا۔ مشرکین نے اُن کو قتل کر ڈالا۔ حمراء الاسد میں لڑائی نہ ہوئی۔ کیونکہ قریش سیدھے مکے کی طرف آئے۔ پھر مدینے کو نہ لوٹے۔

تنبیہ

تنبیہ۔ مَیں نے یہودیوں کے غزوات کو اہلِ عرب کے غزوات سے علیحدہ بیان کرنا مناسب سمجھا ہے۔ اِسلئے غزوۂ بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کو یہاں چھوڑ دیا آگے بیان ہوگا۔

غزوہ ۱۲

غزوۂ ذات الرقاع (یہ ایک جگہ کا نام ہے) زمین وہاں کی کچھ سفید کچھ سیاہ ہے۔

---

[۱] یہود اپنے قیدیوں کو زندہ جلا دیتے اور مقتولین کی لاشوں کو بڑی بے رحمی سے پامال کرتے۔ رومیوں، فارسیوں اور یونانیوں میں بھی یہ قبیح رسم جاری تھی دینِ مسیحی نے بھی اِس ہولناک رسم میں کوئی اصلاح نہ کی اور سولہویں صدی عیسوی تک زندہ آدمیوں کے اعضا کاٹ کاٹ اُن کو مار ڈالتے تھے ۱۲ تنقید الکلام ۱۲

[۲] نہ تم نے محمد کو مارا اور نہ مسلمانوں کی جوان عورتیں اپنے پیچھے چڑھالائے (لوٹ کر) تم نے بُرا کیا لوٹ جاؤ ۱۲

اسلئے اُسے ذات الرقاع کہتے ہیں۔ اس غزوے کو غزوۂ محارب غزوۂ بنی انمار اور غزوۂ بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی بنی ثعلبہ ہیں جن سے سابق غزوۂ بنی غطفان میں مقابلہ ہوا چاہتا تھا۔ اب کی دفعہ یہ لوگ پھر جمع ہوئے اور مدینے پر لوٹ مار کرنے کا قصد کیا۔ آنحضرتؐ اُنپر چڑھے اور نخل مقام میں خیمہ لگایا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ یہیں آپنے نماز خوف ادا فرمائی۔

۱۳ غزوہ

بدر الموعد۔ اُحد کی جنگ میں ابوسفیان آئندہ سال کی جنگ کی دھمکی دے گیا تھا کہ پھر ہمارے تمہارے بدر پر لڑائی ہوگی۔ اسلیئے غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آکر آپ نے اس خوفناک وعید کیلئے طیاری کا حکم دیا۔ مگر ابوسفیان راستے ہی سے لوٹ گیا لڑائی نہ ہوئی۔

۱۴ غزوہ

غزوۂ دومۃ الجندل (یہ ایک مقام ہے مدینے سے پندرہ سولہ منزل پر دوماہ ابن اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنایا ہوا) یہاں دشمنانِ اسلام جمع ہوئے اور مسافرین کو غارت کرنا شروع کیا۔ اور اُن کا قصد یہ تھا کہ مدینے پر جا پڑیں۔ اسلئے بنظرِ پیش بندی حضور علیہ السلام نے وہاں کا عزم کیا۔ مگر وہاں پہنچنے پر دشمنوں کی جمعیت پراگندہ ہوگئی۔

۱۵ غزوہ

غزوۃ المریسیع۔ اس کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں۔ الحرث[1] نام ایک شخص اپنی تمام قوم اور اُن تمام عربوں میں پھرا۔ جن پر اُسکی تقریر کا اثر ممکن تھا۔ اور اُنہیں اہلِ اسلام کی مخالفت میں برانگیختہ کیا۔ آنحضرتؐ اس خبر کی تحقیق کرکے مریسیع تک جا پہنچے۔ مخالفین کی طرف سے پہلے تیر چلا[2]۔ تب مسلمانوں کی طرف سے بھی حملہ کیا گیا۔

۱۶ غزوہ

غزوہ خندق۔ جسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں (وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ آپ نے سلمان کے کہنے پر اپنی فوج کے گرداگرد خندق کھدوا لی تھی۔ جیسا اُس زمانے میں اہل فارس کا دستور تھا) اس موقعہ پر عرب کے بہت سے قبائل اہلِ اسلام کے استیصال کو اکٹھے ہوئے۔ یہود کی ایک جماعت سلام بن حقیق نضری و حیی بن اخطب نضری و کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق نضری و ہوذہ بن قیس وائلی و ابوعمار وائلی بنی نضیر اور بنی وائل قبیلے بہت سے لوگوں کو ساتھ لیکر

---

[1] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ ۔۱۲ [2] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ ۔۱۲

خیبر سے چلکر قریش مکّہ کے پاس آئے اور اُنہیں اپنی کمک و رفاقت کے قوی وعدے دیکر آنحضرت[۴] سے لڑنے کو کہا۔ اور سخت ترغیب دی کہ ایکدفعہ ملکر مسلمانوں کا استیصال کر ہی ڈالیں۔ قریش نے اُنہیں کہا۔ اے گروہِ یہود تم لوگ پہلے اہلِ کتاب ہو۔ اور تم ہمارے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے درمیان اختلاف کی وجہ کو جانتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین اچھا ہے یا دینِ محمدؐ۔ اُنہوں نے (یہود بنی اسرائیل۔ اہلِ کتاب۔ موحّد۔ بُت پرستی کے دشمن) کہا تمہارا دین اِس سے کہیں بہتر ہے اور اِس سے زیادہ حق پر ہو[۱] اُنہیں کے حق میں یہ آیت اُتری۔ [۲]اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا۔ پارہ ۵ سورۂ نسآء رکوع ۸۔

[۳]اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا۔ سیپارہ ۵ سورۂ نسآء رکوع ۸۔

قریش اِس بات سے نہایت خوش ہوئے اور اجتماع عظیم کیا۔ پھر وہ یہود غطفان قیس کے پاس آئے۔ اور وہی مضمون پیش کیا اور کہا کہ قریش سب اِس امر میں ہم سے متفق ہیں وہ بھی جمع ہوئے۔ قریش اور غطفان نکل کھڑے ہوئے۔ قریش کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور غطفان کا عُیینہ بن حصین فزاری[۴]۔ غرض دس ہزار فوج جرّار بڑے بڑے منصوبے باندھ کر خدائی لشکر کے مقابلے کو روانہ

---

[۱] نوٹ۔ سبحان اللہ عداوت اور بغض دیکھئے۔ اہلِ کتاب قریش مکّہ کی بُت پرستی کو عمداً اسلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ یقیناً یہی ایک بات کافی ثبوت عداوت کا ہے۔ جو یہودانِ مدینہ نے اسلام کی نسبت ظاہر کی۔ اور اس عداوت نے اُنہیں بڑے بڑے غدروں اور مکروں پر آمادہ کیا جن کا لازمی نتیجہ وہ تمام غزوات ہوئے جو یہود سے ٹھیرے۔ ۱۲

[۲] تُو نے نہ دیکھے وہ لوگ جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا۔ مانتے ہیں بُتوں کو اور شیطانوں کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پاتے ہیں مسلمانوں سے راہ۔ ۱۲

[۳] یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اُس پر جو دیا اُنکو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہمنے تو دی ابراہیم کے گھر میں کتاب اور علم اور اُنکو دی ہمنے بڑی سلطنت۔ ۱۲

[۴] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ –

ہوئی۔ قریش تو مدینے کے اُس طرف اُترے جہاں بارشی ندیاں بہتی تھیں۔ بنی کنانہ۔ اہل تہامہ بنی قریظہ۔ بنو نضیر۔ غطفان۔ اہلِ نجد وغیرہ اُحد کی طرف اُترے۔ اور مسلمان وہاں اُترے جہاں سلع نام پہاڑ اُن کے عقب میں تھا۔ اور تعداد میں فقط تین ہزار تھے۔

حیی بن اخطب خیبر کا ایک یہودی کعب بن اسد قرظی رئیس بنی قریظہ کے پاس آیا۔ اور کعب قبل اسکے اپنی قوم کیجانب سے آنحضرتؐ کے ساتھ مسالمت کا معاہدہ کرچکا تھا۔ کعب قرظی نے یہ کہکر دروازہ بند کرلیا۔ کہ میں نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کرلیا ہی۔ اور میں نے اُس شخص کو سوائے وفا وصدق کے نہیں دیکھا۔ اسلئے میں نقضِ عہد نہیں کرنیکا۔ ابن اخطب نے بڑے زور سے اُس سے کہا کہ او کمبخت۔ میں تو لشکرِ کرّار اور فوجِ جرّار تیرے پاس لایا ہوں۔ دیکھ وہ مجتمع الاسیال (ندیاں بہنے کی جگہ) میں اُترے پڑے ہیں۔ اور غطفان اُن کے مقدمۃ الجیش ہیں۔ وہ اُحد کے پاس ٹھیرے ہیں۔ اور مجھ سے ان سب جماعتوں نے مضبوط عہد باندھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے استیصال کئے بغیر یہاں سے ٹلیں گے نہیں۔ غرض بڑے الحاح واصرار سے کعب راضی ہوگیا۔ اور نقض عہد کی شامت سے نہ ڈرا۔

جب یہ خبر آنحضرتؐ کو ہوئی۔ آپنے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور ابن رواحہ اور خوات کو اسلئے بھیجا کہ یہود کی خبر لاویں کہیں کفارِ مکّہ سے مل تو نہیں گئے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے دیکھا۔ یہود سخت بگڑے ہوئے ہیں اور مخالف ہوگئے۔ یہ لوگ واپس چلے آئے۔ اور اس واقعے کو نبیؐ عرب پر ظاہر کیا۔ عضل اور قارہ نے جیسے اصحاب الرجیع کے ساتھ غدر اور مکاری کی ہی۔ ایسی ہی اس تکلیف کے وقت یہود نے عہد شکنی کی۔ اِسی واسطے اِس غزوۂ احزاب اور خندق کے واقعے میں قرآن فرماتا ہی۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ[1]

---

[1] جب آئے تمپر اُوپر کیطرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک۔ اور اٹکل کرنے لگے تم اللہ پر کئی کئی اٹکلیں وہاں جانچے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے سخت ہلانا ۱۲

ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔
وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔ سیپارہ ۲۱۔ سورہ احزاب رکوع ۲۔

اس لڑائی میں نوفل بن عبداللہ کفار کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ اور خندق میں گر کر مر گیا دشمنوں نے خوں بہا دیکر اُس کی لاش لینی چاہی۔ مگر نبی اللہ نے مفت دیدی۔

اس شدت کی حالت میں مختلف اقوام عرب اور نواحی مدینہ کے یہود کی حملہ آوری اور اسلام کی کمزوری کو منافق اور کمزور لوگ دیکھ کر چل نکلے۔ اور کُل تین سو آدمی آپکے پاس رہ گیا۔ اس قلیل جمعیت میں خدائی لشکر اسلام کی امداد کو آیا۔ ہوا کی تیزی اور سردی۔ نے دشمن کے ڈیرے خیمے اُکھیڑ دشمن کو راتوں رات بھگا دیا۔ اور کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔

اس لڑائی میں غطفان اور بنو قریظہ اور بنو نضیر اور اہل خیبر کا سلوک ہرگز ہرگز فراموش کرنے کے قابل نہیں۔ ان بدعہد۔ عہد شکن قوموں کی لڑائی کی جڑ یہی واقعات ہیں۔ اس لڑائی میں پانچ نمازیں ایک وقت میں پڑھی گئیں۔ اور اس مکی آیت کی جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ اسی لڑائی میں تصدیق ہوئی۔

غزوہ ۱۷

سترہواں غزوہ بنو لحیان کی لڑائی۔ یہ لڑائی خندق اور قریظہ کے بعد ہوئی۔ اس لڑائی کا باعث یہ تھا۔

عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ ان لوگوں کے سفیر جنگ اُحد کے بعد آنحضرت ؐ کے پاس آئے اور عرض کیا ہم لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ چند آدمی دین کی سمجھ والے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں ہمارے ساتھ روانہ کیجئے۔ پیغمبر خدا کی راستی پسند

لہ اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے جو وعدہ دیا تھا۔ ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسول ؐ نے سب فریب تھا ۱۲

طبیعت نے ان دھوکے باز سفیروں کے ساتھ عاصم اور خبیب مرثد اور زید عبداللہ بن طارق
خالد حزم اور معتب کو روانہ فرمایا۔ یہ بے ایمان سفیر جب ان فقہائے اسلام کو رجیع نام مقام پر
لے پہنچے۔ ہذیل قوم کو اپنی امداد میں بُلا کر محمدؐ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں کو خبیب اور
زید کے ماسوا سب کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دو بچے ہوؤں کو مکّے میں لا کر بیچ ڈالا۔ ہذیل کا بیٹا
لحیان تھا۔ اس لئے ان معاونین قتل کو بنو لحیان کہتے ہیں۔

اس مکّار قوم کو کیفر اعمال پر پہنچانا نہایت ضروری تھا۔ اگر ایسی خطرناک بُرائیوں سے
چشم پوشی کیجاتی۔ تو وہ وحشی قومیں تمام دُنیا کی تہذیب وادیان وقوانین سے آزاد و بیباک
استیصال کے درپے ہوجاتیں۔ اور ان کی بداطواری بنی آدم کو کبھی آرام اور چین نہ لینے دیتی۔
مصلح بنی آدم نے بخیال کمال اصلاح اس غدّار قوم پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ پہاڑ میں بھاگ
گئے۔ اور رسول خدا بدوں لڑائی اور تعاقب کے واپس تشریف لائے۔ ابتدائی تعلیم میں
اتنی سرزنش بھی اُن کی دلیری توڑنے کے واسطے کم نہ تھی۔

غزوہ ۱۸

اٹھارواں غزوہ ذو قرد۔ اس لڑائی کو غابہ کی لڑائی بھی کہتے ہیں۔ اس کا باعث
یہ تھا کہ آپ کی بیس ۲۰ اُونٹنیاں دُودھ دیتی ہوئی تھیں۔ جنکی حفاظت پر ابوذر مع اپنے بیٹے کے
معیّن تھے۔ اور ابوذر کی بیبی بھی وہاں رہتی تھی۔ اُن پر عیینہ بن حصن فزاری کے بیٹے نے
چھاپا مارا۔ اُس لُٹیرے کی لُوٹ میں ابوذر کا بیٹا مارا گیا۔ اور ابوذر کی بیبی اور اُونٹنیوں کو عیینہ
لے گیا۔ کئی روز کے بعد ابوذر کی بیبی عضباء نام رسول خدا کی خاص سواری کی اُونٹنی پر
جو لُوٹ میں چلی گئی تھی۔ سوار ہوکر عیینہ کی قید سے بھاگ آئی۔ ایسی لُوٹوں کے آئندہ انسداد
کے لئے فزاریوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں واپس لے لیں۔ اور باوجودیکہ موقع اور طاقت تھی آپنے
اِس قوم کا تعاقب نہ کیا۔

غزوہ ۱۹

اُنیسواں غزوہ فتح مکّہ ہے۔ اس عظیم الشان فتح کا حال سُنیئے۔ جس کے حاصل ہونے
سے دین الٰہی میں فوجوں کی فوجیں بھرتی ہوئیں۔ رسولِ خدا نے اِس لڑائی سے پہلے ایک دفعہ

مکّۂ معظمہ کی زیارت کا قصد فرمایا۔ جب حدیبیہ نام مقام میں پہنچے۔ اہلِ مکّہ نے شہر مکّہ میں جانے سے روک دیا۔ آپنے فرمایا میں لڑائی کے لیئے یہاں نہیں آیا۔ غرض وہاں صلح ہوگئی اور صلح کے شرائط یہ ٹھہرے۔ اب کی دفعہ مسلمان مدینے کو واپس جائیں اور مکّے میں داخل نہوں۔ اگر مسلمانوں کو سال آئندہ میں بطور زیارت مکّے کا آنا مطلوب ہو تو کھلے ہتھیاروں نہ آویں۔ اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔ اگر کوئی مسلمان اسلام کا منکر ہو کر اہلِ مکّہ سے ملجانا چاہیے تو اُسے آزادی ہے۔ دین اسلام کو چھوڑکر شرک اور کفر اختیار کرے۔ اگر کوئی آدمی کفّار مکّہ سے مسلمان ہوکر مسلمانوں سے ملنا چاہیے۔ تو مسلمانوں پر ضرور ہوگا کہ اُسے واپس کردیں۔ جس قوم کی مرضی ہو۔ اسی وقت مسلمانوں کی طرف ہو جاوے۔ اور جس کی مرضی ہو۔ اہلِ مکّہ کے ساتھ رہے۔

اِس شرط کے بعد پیغمبر خدا بدوں ادائے رسم عمرہ مدینے کو واپس چلے آئے۔ بنو بکر نام قبیلہ قریش کے عقد و عہد میں ہُوا۔ اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے۔ بنو بکر اور خزاعہ میں باہم مُدّت سے جنگ و جدال چلا آتا تھا۔ اسلام کے پھیلنے اور اسلام کے نئے شغل نے ان دونوں قوموں کو لڑائی سے روک رکھا تھا۔ جب اہل مکّہ اور اہل اسلام میں صلح ہوگئی۔ تو اس جنگجو قوم کو نچلا بیٹھنا محال ہوگیا۔

نوفل بن معاویہ بن نفاثۃ الدیلی بنو بکر میں سے ایک نامور سپاہی تھا اُس نے خزاعہ پر شبخون مارا۔ خزاعہ کے لوگ اُسوقت بیخوف و خطر وتیر نام چشمے پر غافل پڑے تھے۔ نوفل کے حملے سے چونک اُٹھے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ بنو بکر ہٹتے ہٹتے حرم مکہ میں پہنچ گئے۔ وہاں کفّار مکّہ نے پہلے اُن کی امداد ہتھیاروں سے کی۔ جب اندھیرا ہوگیا۔ بنو بکر کے ساتھ شریک ہوگئے۔ جب بنو بکر کو اہل مکّہ کی مدد ہوگئی۔ تو خزاعہ قوم کمزور ہوگئی۔ اور بدیل بن ورقا خزاعی اور رافع کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ مگر خزاعہ بیچارے صبح تک بہت مارے گئے۔ صبح کے ہوتے ہی اپنی تباہ حالت کو دیکھکر بھاگے۔ اور آپنے مامن کو پہنچکر عمرو بن سالم

خزاعی کو چالیس آدمی کے ساتھ مدینے کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمرو بن سالم نے آکر عرض کیا۔

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدَا [1]	حِلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْهِ الْاَتْلَدَا [2]
اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا [3]	وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا [4]
وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتَ تَدْعُوْا اَحَدًا [5]	فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَدًا [6]
وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدًا [7]	فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا [8]
اِنْ سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا [9]	هُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ هُجَّدًا [10]
وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّ سُجَّدًا [11]	وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتُ اَدْعُوْا اَحَدًا [12]

اِن واقعات اور سچے اقوال کو سُنکر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نُصِرْتَ یَا عَمْرُو بْنَ سَالِمٍ۔ اُدھر کفّار مکّہ کو اپنے کرتوت کا جیسے ہر ایک گناہ کا نتیجہ افسوس ہوتا ہے۔ افسوس ہوا اور پشیمان ہوئے۔ ابوسفیان اپنے رئیس کو اس بد افعالی کے ثمرات سے بچ رہنے کیلئے مدینے کو روانہ کیا ابوسفیان کو یقین تھا۔ رسول خدا کو اب تک اس عہد شکنی کی خبر نہیں۔ اسی خیال پر آنحضرتؐ سے کہا۔ میں حدیبیہ کی صلح میں موجود نہ تھا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپ عہد سابقہ کی تجدید کریں اور صلح کی مدّت کو بڑھا دیں۔ آنحضرتؐ اُنکی بد عہدیوں کو بارہا دیکھ چکے تھے اور خزاعہ کے مقابلے میں بنو بکر کی امداد خلاف عہد حدیبیہ کی خبر عمرو بن سالم کے ذریعے پہنچ چکی تھی۔ آپنے ابوسفیان کو

[1] اے میرے خدا میں محمدؐ کو قسم دیتا ہوں [2] قسم اپنے اجداد اور اُس کے آبائے قدیم کی ؛ [3] ہر آئینہ قریش نے تجھ سے وعدہ خلافی کی [4] اور توڑ دیا اُن لوگوں نے تیرے وعدے مضبوط کو ؛ [5] اور اُن لوگوں نے یقین کر لیا کہ تو کسی کو نہیں پکارتا ہے ؛ [6] تو مدد کر اللہ تجھ کو ہمیشہ کی نصرت کی راہ دکھائے ؛ [7] خلق خدا کو پکار وہ لوگ برابر بڑھتے آئیں گے۔ [8] ان لوگوں میں اللہ کا رسول تنہا ہو گیا ہے ؛ [9] اگر زمین کے دھس جانے سے وہ لوگ مغلوب ہوئے تو اُن کا چہرہ متغیر ہوا۔ [10] اُنہوں نے ہم لوگوں پر سوتے میں وتیر پر شبخون مارا ؛ [11] اور اُن لوگوں نے ہم سبھوں کو رکوع اور سجدے میں ہلاک کیا۔ [12] اور اُنہوں نے جانا کہ ہم کسی کو نہیں مانتے ؛ ۱۲

جواب دیا کہ تم نے کوئی عہد شکنی کی ہے جو تم عہد کی تجدید چاہتے ہو۔ ابوسفیان نے کہا معاذ اللہ ایسا نہ ہو۔ تب آپ نے فرمایا۔ الحال سابقہ عہد و پیمان کو رہنے دو۔ آخر ابوسفیان واپس مکے کو چلا گیا۔ ابوسفیان کے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے ایک سفیر مکے کو بھیجا۔ اور حسب دستور ملک کہلا بھیجا۔ نہیں نہیں بلکہ حسب قانون اخلاق کہلا بھیجا۔ یا تو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیدو یا بنو بکر کی جانبداری اور حمایت سے الگ ہو جاؤ۔ یا حدیبیہ کی صلح کا عہد جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اُسے پھیر دو۔ اہل مکہ نے دیکھا۔ اہل اسلام ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں! اور اس نصرت الٰہی اور امداد خداوندی کو بھول گئے۔ جو اسلام ہاں سچے اسلام کی ہمیشہ حامی و مددگار ہے۔ صلح کا عہد پھیر دیا۔ کیا معنے کہہ دیا حدیبیہ والی صلح جو ہمارے تمہارے درمیان تھی نہ رہی قطع عہد اور اُنکی بے ایمانی اور خزاعہ کے بدلہ لینے کے لئے آپ نے مکے پر چڑھائی کی اور اس حملے میں وہ نرمی اور اخلاق شریعت کی پابندی کی جسکی نظیر دُنیا میں مفقود ہے۔

فرمایا۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں گھس جاوے اُسے امان۔ جو کوئی اپنا پھاٹک بند کرلے اُسے امان۔ جو کوئی مسجد میں چلا جاوے اُسے امان۔ غرض فتح مکہ ہوا۔ اور کچھ بڑی خونریزی وہاں نہ ہوئی۔ اور کوئی عنفاً بجبر مسلمان نہ کیا گیا۔ جب مکہ فتح ہو گیا۔ خبر آئی ہوازن قوم اہل اسلام سے لڑنے کو اکٹھی ہوئی ہے اور اُن کا سپہ سالار مالک بن عوف نصری تھا۔ جب انپر اسلامیوں کی چڑھائی ہوئی۔ مسلمانوں کی بڑی بھاری جمعیت کو اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا۔ اور اُس خدا داد طاقت کو جس کا نام حزم اور احتیاط ہے کمزور کر بیٹھے۔ ہوازن قوم کے تیراندازوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اور کثرت کے گھمنڈیوں کا مُنہ پھیر دیا۔ مگر الٰہی نُصرت اسلام کے شامل حال تھی۔ بہت جلد تتر بتر ہوئے اکٹھے ہو گئے۔ اور یہ بیسواں[۲۰] غزوہ ھوازن کا فتح و نصرت کے ساتھ ختم ہوا۔ دشمن وہاں سے بھاگ اوطاس نام وادی میں پہنچے۔ اِس لئے اکیسواں[۲۱] غزوہ اوطاس وقوع میں آیا۔ اور ثقیف قوم کے لوگ اوطاس سے بھاگ قلعۂ طائف میں جمع ہوئے۔ اِسلیئے بائیسواں غزوہ طائف قرار پایا۔ اور قلعۂ طائف کا

۲۰ غزوہ

۲۱ غزوہ

۲۲ غزوہ

اہلِ اسلام نے محاصرہ کیا۔ جب پناہ گزین گھبرائے۔ آپنے فرمایا۔ جو کوئی قلعے سے اُتر آئے۔ وہ آزاد۔ اس عہد کے سُنتے ہی بہت غلام اُتر آئے۔ جب ثقیف مسلمان ہوگئے۔ تب اُنہوں نے اپنے یہ غلام طلب کئے۔ اِلّا رسولِ خدا نے فرمایا اب وہ آزاد ہو چکے ہیں۔ غرض بعد چند ایام آپ نے دُعا کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَأْتِ بِھِمْ مُسْلِمِیْنَ۔ الغرض نصف آخر رمضان میں وہ سب مسلمان ہوکر مدینے میں پہنچے۔ اور اسی لڑائی پر مکّے میں بلکہ عرب میں کفر کا خاتمہ ہوا اور اسکے ساتھ کفّار قریش کی لڑائی کا بھی خاتمہ ہوا۔ ان لڑائیوں میں کوئی آدمی بجبر و اکراہ مسلمان نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی شخص صحیح روایت سے ثابت کردے کہ زور سے کوئی متنفس مسلمان کیا گیا۔ تو اُسے ہم دسہزار روپیہ انعام دینے کو طیار ہیں۔

غزوات نبویّہ جو یہود سے ہوئے۔ دیکھو ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۰۱ و ۲۰۴ و ۶۹۔ و زرقانی جلد ا صفحہ ۵۵۱ و ۵۵۳۔ جلد ۲ صفحہ ۱۰ و ۲۶۳ و ۱۲۵۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکّہ کے بغض و عداوت سے مکّے سے ہجرت کر کے حسب استدعائے اہلِ مدینہ مدینے میں تشریف لائے۔ آپ اُسوقت صرف واعظ ہی نہ تھے اور نہ ممکن تھا کہ اِس جنگجو ملک اور جاہل عصبیّت والی قوم میں صرف واعظ بنکر اُنکے بد رسومات پر نکتہ چینی کرسکتے۔ حال کی آزادی ممکن نہ تھی۔ اور نیز آپکا گروہ باشکوہ مچھوں اور ٹوریوں کا مجمع نہ تھا۔ ایک وحشی ملک میں نیا دین اختیار کرکے بدوں اِسکے کہ خود حفاظتی سامان کرتے کیا ممکن تھا کہ اپنے آپکو یا اپنے ہادی کو بچا سکتے۔ حضرت مسیح کی خاکساری، بردباری کو دیکھ چکے تھے۔ اس بیچارے نے صرف اخلاقی تعلیم شروع کی۔ اور ابتدائے پرائمری میں ناکامیاب دُنیا سے چل بسا۔

نیز اسلامیوں کے باہمی تعلّقات اور غیر قوموں سے معاملات۔ اور اس ملک عرب میں نہ کوئی شخصی سلطنت اور نہ جمہوری انتظام کا نام۔ پس آنحضرتؐ کو واعظ ہونے کے سوا قاضی اور حاکم بننا پڑا۔ اور انسانی فطرت کے لحاظ سے یہ امر نہایت ضروری تھا۔

مدینے کی رونق افروزی کے وقت عرب تین قسم کے لوگ تھے۔ کھلے دشمن جیسے قریش اور اُنکے حلیف۔ دوسرے معاہدین جیسے یہود کے مختلف قبائل۔ تیسرے منافق بظاہر اسلام کے ساتھ اور بباطن کفار کے دوست۔ عامہ عرب میں بعض قومیں اسلام کی ترقی خواہ تھیں۔ جیسے خزاعہ۔ اور بعض دشمن کی فتح کے طالب جیسے بنو بکر۔ اور بعض قومیں بالکل خاموش اور حیران تھیں۔

آنحضرت صلعم نے مدینے میں پہنچتے ہی یہود سے ایک عہد کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:-

یہ فرمان محمدؐ رسول اللہ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں۔ خواہ اہل یثرب (مدینے کا پرانا نام ہے) اور سب لوگوں کو چاہے کسی مذہب اور قوم کے ہوں جنھوں نے مسلمانوں سے صلح وآشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت میں سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کریں۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام ذلتوں اور زیادتیوں سے بچائے جائینگے اور ہماری اُمت کے ساتھ متساوی حقوق اُنکو ہماری نصرت اور حمایت اور حُسن سلوک کے حاصل رہینگے۔ یہودان بنی عوف بنی نجار بنی حارث بن خشم بنی غالب بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائینگے۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائینگے۔ جیسے مسلمان اپنے رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں۔

یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُنکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہیگی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور اُنکو سزا دیجائے گی۔ یہود مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہینگے مسلمانوں اور یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جاویگا۔ جیسا خود اُن کا کیا جاویگا۔

سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم نا اتفاقی یا بغاوت کا

مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہووے۔
آئندہ جو تنازعات اِن لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے۔
تھوڑے دنوں بعد۔ یہودآن بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع اس معاہدے میں شامل ہو گئے۔ اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی۔ جو عرب میں رائج تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوی یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسا کرتا تھا۔ دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف تھی۔ ابن ہشام صفحہ ۱۷۸ و لائف آف محمدؐ صفحہ ۲۷۔
یہود بڑے قسی القلب تھے۔ چونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ بھی تھے اور عقیل بھی۔ اور فرقۂ منافقین سے اُنکو اتفاق تھا۔ اور باہمی بھی یہود میں اتفاق تھا (برخلاف عرب جن میں باہمی سخت نا اتفاقی تھی) لہذا وہ نہایت خطرناک دشمن اس جمہوری سلطنت کے تھے۔ جو شارع اسلام کے زیر حکومت قائم ہوئی تھی۔
نا تربیت یافتہ قوموں میں شاعروں کا وہی مرتبہ ہوتا ہے اور شاعر وہی اقتدار رکھتے ہیں جو اہل اخبار مہذب قوم میں۔ شعرائے یہود چونکہ نہایت ذی علم اور ذی شعور تھے۔ لہذا اہل مدینہ پر بڑے حاوی تھے۔
اس قوت کو انھوں نے اس میں صرف کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈالنے لگے اور اُن میں اور فریق مخالف میں بغض و عداوت کو ترقی دینے لگے۔ بلکہ میں کہتا ہوں باہم اسلام میں اختلاف و عناد کا بیج بوتے تھے۔ شاس بن قیس یہودی نے ایک بار دیکھا کہ انصار مسلمان (مدینے کے اصل باشندے) باہم کمال محبت و اتفاق سے بیٹھے ہیں۔ اور خیال کیا یہ وہی گروہ اوس اور خزرج کا ہے جو ہمیشہ جنگ و جدل میں بسر کرتے تھے۔ اب بالکل شیر و شکر ہیں۔ اور اسلام کی پاک تعلیم کی بدولت کمال اتحاد اور اخوت کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ اس اتفاق کو دیکھ شاس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اور ایک جوان یہودی سے کہا۔ تو ان میں بیٹھ جا۔

اور باتوں باتوں میں بعاث[1] کی لڑائی کا قصہ چھیڑ دے اور وہ اشعار پڑھ سُنا جو اُسوقت پڑھے گئے تھے۔ غرض اُس بدذات نے وہی کرتوت شروع کی۔ آخر وہ نئے نئے اپنی قدیمی چال پہ آ گئے۔ اور باہم کہنے لگے۔ آؤ اِس معاملے کو نیا کر دکھلائیں۔ خلاصہ کلام حرّہ نام جگہ مقام جنگ تجویز ہوا۔ اور ہتھیار لینے کو وہاں سے چلدیئے۔ مصلح عالم خیرخواہ بنی آدم کو خبر ہوگئی۔ آپ جھٹ پہنچ گئے۔ اور فرمایا اے مسلمانو۔

اَللّٰهَ[2] اَللّٰهَ اَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ بَعْدَ اَنْ هَدٰىكُمُ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ وَ اَكْرَمَكُمْ بِهٖ وَقَطَعَ بِهٖ عَنْكُمْ اَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهٖ مِنَ الْكُفْرِ وَ اَلَّفَ بِهٖ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔

غرض یہ آرام بخش اور حیات افزا بات سُنکر رو پڑے اور باہم گلے ملے اور آپ کے ساتھ شہر میں چلے آئے۔ اُس وقت یہ آیت اُتری۔

يٰۤاَهْلَ[3] الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

اور انصار اہل اسلام کو قرآن نے بتایا۔

يٰۤاَيُّهَا[4] الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ سیپارہ ۴۔ سورۂ اٰل عمران۔ رکوع ۱۔

بدر کی لڑائی میں چونکہ مسلمانوں کی فتح پر ایک طرف قریش مکّہ آگ بگولا ہو گئے تھے۔ اور ایک طرف اُن یہود کو غضب آیا اور ابوعفک نام یہودی نے آپ کے مار ڈالنے پر کوشش کی

---

[1] باہم اوس اور خزرج کی ایک سخت جنگ ہوئی تھی اور اسمیں سینکڑوں آدمی اُدھر اِدھر مارے گئے تھے اور کھیت اوس کے ہاتھ رہا تھا ۱۲

[2] اللہ اللہ یہ جہالت کے دعوے اور میں تمہارے درمیان ہوں اسکے پیچھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کیطرف ہدایت کی اور اسلام کیساتھ تم کو عزت بخشی اور جہالت کی باتیں تم سے کاٹ دیں اور اسلام کے باعث تم کو کفر سے نکالا اور تم کو باہم الفت دی ۱۲

[3] اے کتاب والو! کیوں روکتے ہو خدا کی راہ سے ایمان والے کو۔ چاہتے ہو اس میں ٹیڑھا پن ۱۲

[4] اے ایمان والو اگر تم اطاعت کروگے ایک گروہ کی اہل کتاب کے پھیر دینگے وہ لوگ تم کو بعد تمہارے ایمان کے کافر ۱۲

اور بہت اشعار میں لوگوں کو نبیؐ عرب کے مار ڈالنے کی ترغیب دی۔ اسواسطے وہ مارا گیا۔ کچھ عداوت سابقہ اور کچھ اس ابو عفک کا مارا جانا یہود کی خطرناک کارروائیوں کا باعث ہؤا۔

یہود ان بنی قینقاع صنعت اور حرفت والی قوم تھے۔ مگر اسکندریہ کے یہودیوں کیطرح شریر وغدار۔ فاسق و فاجر تھے۔ ایک روز ایک نوجوان مسلمان لڑکی اُنکے بازار میں گئی اور بضرورت اپنے کاروبار کے ایک یہودی لوہار کی دُکان پر پہنچی۔ نوجوانان یہود نے حرمت نسوان اور مہمان نوازی کے اصول کو بالائے طاق رکھ اُس نوجوان عورت کی ہتک حرمت اور آبروریزی چاہی۔ وہاں ایک مسلمان راہگیر اُس عورت کا شریک ہوگیا اور خوب مار پیٹ ہوئی۔ جو یہودی شرارت کا بانی تھا مارا گیا۔ تب یہودیوں نے جمع ہوکر اُس مسلمان کو قتل کر ڈالا اور فتنۂ عظیم برپا ہؤا۔ ادھر مسلمان جوش میں آگئے اور ہتھیار لے یہودیوں پر جا پڑے۔ اور طرفین میں لوگ مارے گئے۔ جونہی مصلح عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے فساد کو فرو کیا۔ اور مسلمانوں کا طیش کم ہؤا۔ اس عاقبت اندیش اور دُوربین مصلح نے دیکھا۔ غور کیا کہ اگر یہی حالت مدینے کی رہی تو انجام اچھا نہ ہوگا۔ مدینہ باہمی فسادوں کا جنگ گاہ ہی نہ رہیگا۔ بلکہ مخالف فرقوں کے لئے بے تردّد حملہ آوری کا باعث ہوگا۔ یہود خلاف عہد کر ہی چکے تھے۔ آنحضرت صلعم فوراً یہود کے محلے میں جا پہنچے اور یہ حکم قرآنی اُترا۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ[1]۔ سورۂ انفال۔ سیپارہ ۱۰۔ رکوع ۳۔

اور اسی واسطے آپنے خود تشریف لیجاکر یہود سے فرمایا۔ یا تو مسلمان ہوجاؤ۔ یا یہاں سے چلدو۔ یہود نے بڑی سختی سے جواب دیا[2]۔ کہ قریش کو شکست دیکر (بدر میں) نازاں نہ ہو وہ فنونِ جنگ سے ناواقف ہیں۔ اگر ہم سے لڑا۔ تو دیکھے گا۔ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ یہ

[1] اور اگر تجھ کو ڈر ہو ایک قوم کی دغا کا تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز ۱۲ –

[2] ابن ہشام ۱۲ –

کہکر قلعہ بند ہو گئے اور آنحضرتؐ کی حکومت سے باہمہ عہد سرکش بن گئے۔ اس شریر قوم کا فتنہ فرو کرنا نہایت ضروری تھا۔ بنا براں اُنکا محاصرہ کیا گیا۔ پندرہ روز کے بعد قلعہ بند لوگ گھبرا گئے۔ اور یہ کہکر اُتر آئے۔ محمد صلعم جو ہماری نسبت فیصلہ فرمائیں وہ فیصلہ ہمیں منظور ہے آپنے پہلے سخت سزا تجویز فرمائی۔ مگر آپکا جبلی رحم طبعی خلق اُن کے سزا دینے پر غالب آگیا۔ اور عبداللہ بن اُبی نے بھی سفارش کی۔ اسلئے بنو قینقاع صرف جلاوطن کئے گئے۔

یہود کے ساتھ دوسری لڑائی کا نام غزوۂ بنو نضیر ہے۔

کعب بن اشرف یہود میں ہاں بنو نضیر میں کا سردار تھا اور بڑا شاعر۔ برخلاف عہدنامہ بدر کی لڑائی کے بعد قریش مکہ کے پاس پہنچا اور اُنکو بڑا طیش دلایا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم تم کو مدینے میں امداد دینگے تم اسلام پر حملہ کرو۔ اور اپنی جادو انگیز تقریر سے قریش کو انتقام پر آمادہ کیا۔ آخر قریش کعب بن اشرف کی اثر بھری تقریروں سے مدینے پر حملہ آور ہوئے۔ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر جبل احد کے پاس لڑائی ہوئی اور نیز کعب بن اشرف نے رسول خدا کے قتل پر منصوبہ باندھا۔ مگر قدرت الٰہی سے وہ راز کھل گیا۔ اور یہ کعب بن اشرف اپنی ایسی ایسی حرکتوں سے مارا گیا۔ بنو نضیر کے دلوں میں اُسکے قتل کا رنج پیدا ہوا۔ اور اُسپر یہ طرہ ہوا کہ ابو براء نام عامری آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دم دلاسا دیکر اپنے ہمراہ رسول خداؐ کے ستر حواری جو قرآن کے قاری تھے۔ اس عہد پر ساتھ لے گیا کہ انکو ہر طرح امداد دیجائے گی۔ جب اپنے ملک میں پہنچا اور صحابۂ کرام نے آنحضرتؐ کا خط عامر عامری اہل نجد کے رئیس کے پاس پہنچایا۔ تو عامر نے ایلچی کو مار ڈالا۔ اور عصبہ اور رعل قبیلوں کے لوگوں کو اپنا ممد بنا کر ان ستر قاریوں محمد رسول اللہ صلعم کے اصحابوں پر آپڑا۔ اور ان مسلمانوں کو مار ڈالا۔ صرف دو آدمی بچ گئے۔ ایک تو زخمی تھا اور دوسرا قید کیا گیا۔ اس مقید کا نام عمرو ابن امیہ تھا۔ اور اسلئے کہ مضری قوم کا تھا۔ اسکو عامر ابن طفیل نے اپنی ماں کے کسی کفارے میں آزاد کر دیا۔ یہ قیدی عمرو بن اُمیہ آزاد ہو کر

مدینے کو آتا تھا۔ راستے میں اُسے دو عامری مل گئے۔ یہ دونوں عامری اگرچہ اُس قوم کے تھے جنہوں نے غدّاری سے ستّر آدمیوں کو مع ایلچی مارا تھا۔ مگر یہ دو عامری بخلاف اپنی قوم کے رسول اللہ صلعم کے ہم عہد تھے اور عمرو اس عہد سے ناواقف تھا۔ عمرو نے موقعہ پاکر ان دونوں عامریوں کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ کو خبر ہوئی۔ کہ عمرو بن اُمیّہ نے اُن دو عامریوں کو مار ڈالا ہے جو ہمارے ہم عہد تھے۔ تو آپ نے تجویز کی۔ ان دو مقتولوں کا خون بہا (بدل قتل) دیا جاوے۔ حسب عہد نامۂ مذکورۂ سابق یہودیوں کو بھی اس خون بہا کے چندے میں شریک ہونا ضرور تھا۔ آپ یہود کے پاس تشریف لے گئے۔ دونوں مقتولین کے وارث بنو نضیر کے دوست تھے اور اُنہیں کو یہ چندہ دیا جاتا تھا۔ اسلئے آنحضرتؐ کو بنو نضیر کی شرکت کا اس چندے میں بڑا یقین تھا۔ اور خیال کیا۔ اوّل تو حسب معاہدہ یہود کو اس چندے میں شریک ہونا ضروری ہے۔ دوم جن کو روپیہ دیا جاتا ہے وہ اُن کے دوست ہیں۔

جب آنحضرت صلعم یہودان بنو نضیر کے محلّے میں تشریف لے گئے تو اُنہوں نے چندہ دینے سے انکار کیا۔ اور اُسوقت ایک دلیر بہادر عمرو بن جحاش نام یہودی سے کہدیا کہ ایک بڑا بھاری پتھر کوٹھے کی چھت پر سے آنحضرت صلعم پر لڑھکا دے اور اُنکا کام تمام کر۔ سلّام بن مشکم نے یہود کو بہت روکا اور منع کیا۔ مگر وہ اس غدر سے باز نہ آئے۔ آخر اُس سچے حافظ حقیقی نے جس نے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[1] کہا تھا خبر دے دی۔

زرقانی نے لکھا ہے ایک یہودیّہ عورت نے اپنے مسلمان بھائی کے ذریعے سے جناب کو یہود کی غدّاری کی اطلاع دیدی۔ اسلئے یہودانِ بنو نضیر کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر چھ

---

[1] پہنچا دے جو تجھ کو اُترا تیرے رب سے اور اگر یہ نہ کیا تو تُو نے کچھ نہ پہنچایا اُس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے ۱۲

دن کے بعد اُنہوں نے صلح چاہی۔ مگر عبداللہ بن ابی منافق نے کچھ اپنی امداد کا ایسا چکما دیا کہ پھر باغی بن بیٹھے۔ اسلئے پھر محاصرہ کیا گیا۔ بہت دنوں بعد لاچار ہو کر جلا وطنی پر راضی ہو گئے رسولِ خدا کو جبر و اکراہ سے مسلمان بنانا منظور ہی نہ تھا، اُنکو اجازت دیدی۔ مدینے سے چلے جاویں اور مدینے کو امن و امان کا محل بنایا اور وہ خیبر کو چلے گئے۔

غزوہ قریظہ۔ خندق اور احزاب کی لڑائی میں تم دیکھ چکے ہو مشرکوں کے مختلف گروہ اور یہودی اور غطفانی خاص مدینے میں اسلامیوں پر چڑھ آئے۔ حیی ابن اخطب یہودی، بنو نضیر کی جلا وطنی کے بعد قریش کو تحریص دیتا۔ اور کنانہ ابو الحقیق کا پوتا غطفانیوں کو اکسالایا اور اُن سے وعدہ کیا۔ خیبر کی آمدنی سے نصف آمدنی میں دونگا اگر مسلمانوں پر حملہ آوری کرو۔ سلام بن مشکم اور ابن ابو الحقیق اور حیی اور کنانہ یہ سب بنو نضیر مکے میں پہنچے اور کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تم اسلام پر حملہ آوری کرو۔[1]

ان یہودیوں کی کارستانی اور جادو بیانی قریش کے غیظ و غضب سے ملکر تمام عرب کو مدینے پر چڑھا لائی۔ جب یہ مختلفہ اقوام بغرض استیصال اسلام مدینے میں پہنچے۔ حیی ابن اخطب یہودی خیبری نضری کعب بن اسد قرظی (یہ شخص بنو قریظہ کا ہم عہد تھا) کے پاس پہنچا۔ پہلے تو کعب نے حیی کو گھر میں گھسنے نہ دیا۔ اور کہا ہمارا اور اسلامیوں کا باہم معاہدہ اور اتحاد ہے۔ اور بنو قینقاع اور بنو نضیر پر جو کچھ بدعہدی کا وبال آیا اُسے یاد کیا۔ مگر حیی نے کہا۔ میں تمام قریش اور عرب کے مختلف قبائل کو مدینے پر چڑھا لایا ہوں۔ اور اُن تمام اقوام عرب نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اسلام کا استیصال نہ کرلینگے مدینے سے واپس نہ جائیں گے۔ کعب نے پہلے پہل بہت ٹالم ٹالا کیا اور کہا۔ محمدؐ بڑا راستگو راستی پسند انسان ہے اور عہد کا بڑا پکا ہے ہم کو مناسب نہیں اُسکے ساتھ بدعہد بنیں۔ مگر آخر دشمنوں کی کثرت اور اُنکے استقلال کو دیکھ اور حیی کے پھسلانے اور عداوت اسلام کی قدیم بدعہدی میں آکر باغی بن گیا اور تمام عہدوں

[1] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - ۱۳۵ - ۱۴۱ -

کو بالائے طاق رکھکر اُس عبرت بخش عاقبت اندیش عقل کو کھو بیٹھا جو معاملات بنو قینقاع اور بنو نضیر میں تجربہ کار ہو چکی تھی اور عین جنگ کے وقت آنحضرت صلعم کو ان یہودیوں کی بدعہدی کی خبر پہنچی۔ آپ نے بہت سے آدمی تحقیق خبر کے لئے روانہ فرمائے اور کہا ان لوگوں کو فہمائش کرو عہد پر قائم رہیں۔ مگر یہود نے درشت جواب دیا۔ اور کہا رسول اللہ کیا ہیں جو ہم اُن کی اطاعت کریں۔ ہمارا اُن کا کوئی عہد نہیں۔ ان تمام آدمیوں نے جو یہود کے مقابلے کی خبر لینے گئے تھے۔ آکر عرض کیا یہود دشمن کے ساتھ ہو گئے۔ قرآن بھی اسکی خبر دیتا ہے اور احزاب کے قصے میں کہتا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ سیپارہ ۲۱۔ رکوع ۱۸۔ سورۂ احزاب۔

جہاں یہود کی سزا کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے۔ وہاں صاف وجہ سزا کو بیان فرمایا ہے۔ اور اسی صورت میں کہا ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا۔ سیپارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔ سورۂ احزاب۔

آپکے ساتھی گھبرا گئے۔ ادھر تھوڑے سے معدود گروہ پر سارے عرب کی چڑھائی اُدھر گھر میں یہود کی بدعہدی۔ پھر یہود مدینے کی طرق اور راستوں کی کیفیت سے واقف

۱؎ جب آئے وہ لوگ اوپر تمہارے اور نیچے تمہارے سے اور جب کج ہوئیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک اور تم گمان کرتے تھے اللہ کے ساتھ طرح طرح کے اُسجگہ ایمان والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے ہلانا سخت ۱۲

۲؎ اور اُتارا اللہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے اہل کتاب سے اُنکی مدد کی اُنکے قلعوں سے اور ڈالا اُنکے دلوں میں خوف کو۔ ایک گروہ کو تم ہلاک کرتے ہو۔ اور ایک گروہ کو تم قید کرتے ہو ۱۲

محاصرین کفار کو غیر محفوظ مقام بتا سکتے تھے۔ اسلئے بڑا خوف ہوُا۔ علاوہ براں منافقوں کا نکل بھاگنا اور کمزوردلوں کا عُذر بلاؤں پہ بلائیں لایا۔ قربان جائیے الٰہی عاجز نوازی کے اُسکے جنود نے اِن سب اعدا کو بھگوڑا بنایا۔ اور تخمیناً ایک مہینے کے محاصرے پر کفار رعب الٰہی اسبابوں سے بھاگ گئے۔ کیونکہ دس ہزار کی بھیڑ کے ساتھ تین ہزار اسلامیوں میں سے صرف تین سو باقی رہ گئے تھے۔ (وُہی جو سچے مسلمان تھے) جب دشمن خود بخود بھاگ گئے اور آپکو انکی طرف سے امن ہوُا۔ اور یہ اندیشہ مٹ گیا۔ تو اہلِ اسلام کو ایک نیا کھٹکا ہوُا کہ بنو قریظہ عہد شکنی کر چکے ہیں۔ اگر انہوں نے مدینے پر شبخون مارا۔ تو ہر ایک اسلام والا قتل ہو جائیگا۔ لہذا مقتضی عاقبت اندیشی نے بتایا تو آپ مقامِ جنگ سے جہاں خود حفاظتی کے لئے آپ نے کھائی کھود لی تھی۔ مدینے تشریف لائے اور قلعہ جات بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ دس پندرہ روز محاصرے میں لگ گئے۔ اب قلعہ بند لوگ گھبرائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکے دِلوں میں رُعب ڈالا۔ (وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ)[1] تب یہود اِن بنو قریظہ کا رئیس کعب بن اسد قوم میں کھڑا ہوُا۔ اور وہ اسپیچ دی جس میں کہا۔ اے قوم تمکو مناسب ہے۔ تین باتوں میں سے ایک بات مان لو۔ یا تو اس شخص (محمدؐ) پہ ایمان لاؤ۔ تم کو صاف عیاں ہو چکا ہے۔ یہ شخص بیشک نبیؐ ہے اور یہ وہی ہے جس کی بابت توریت میں پیشینگوئی اور بشارت ہو چکی ہے۔ تم اور تمہارا مال و اسباب اور تمہاری جانیں بچ رہیں گی۔ قوم نے اسپر انکار کیا۔ تب اُس نے کہا۔ آؤ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالیں (اسکی سزا پائی) اور تلواریں لے مسلمانوں پر گر پڑیں یہانتک کہ شہید ہو جاویں۔ قوم نے کہا۔ اگر ہم جیت گئے تو بال بچوں اور عورتوں کے بغیر ہماری زندگی کیونکر ہو گی۔ تب کعب نے کہا آج سبت کی رات ہے۔ محمدؐ جانتے ہیں۔ آج ہم غافل ہیں اور سُست ہیں۔ آؤ غفلت میں مسلمانوں پر حملہ آوری کریں۔ تب قوم نے کہا۔ تجھ کو خبر نہیں۔ سبت کی بیحرمتی سے ہمارے بڑوں پر کیسے وبال آئے۔ وہ سُور اور بندر بن گئے۔

[1] اور ڈالا اُنکے دلوں میں خوف کو۔ یہ آیت سیپارہ ۲۱ رکوع ۱۹ سورۂ احزاب میں ہے۔

آخر قوم کے اتفاقات سے یہود نے ایک سفیر جناب رسالتمآبؐ کے حضور روانہ کیا۔ اور کہا ابولبابہ بن منذر کو ہمارے پاس بھیجئے ہم اُس سے صلاح لینگے۔ جب ابولبابہ اُنکی درخواست سے وہاں آئے۔ عورتیں اور بچے چلّائے اور یہود نے کہا۔ کیا تیری صلاح ہے۔ ہم لوگ محمدؐ کے فیصلے پر دروازہ کھولدیں۔ اُس نے کہا بیشک۔ مگر اشارہ کیا وہ تمکو ذبح کا فتوی دینگے۔ پھر ابولبابہ پچتایا اور اپنے آپکو مسجد میں جا باندھا۔ جب محاصرے پر مدت گذری اور وہ یہود تنگ ہوئے۔ تو ان کمبخت لوگوں نے کہلا بھیجا۔ ہماری نسبت جو سعد بن معاذ فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمکو منظور ہے۔ بدقسمتوں نے رحمۃ للعالمین کو حاکم نہ بنایا بلکہ سعد کے فتوے پر راضی ہوگئے اور قلعے سے نکل آئے۔ رسولؐ خدا نے سعد بن معاذ کو بلایا اور کہا یہ لوگ تیرے فیصلے پر ہمارے پاس آئے ہیں۔ اس سپاہی کو اس قوم کی بدچلنی اور بدعہدی اور ناعاقبت اندیشی اور بنو قینقاع اور بنو نضیر سے عبرت نہ پکڑنے پر یہی سوجھی کہ اس بدذات قوم کا قصہ تمام کرو۔ اُس نے کہا۔ ان کے قابل جنگ لوگ مارے جاویں۔ اور باقی قید کئے جاویں۔ غرض کئی سو آدمی قریظی مدینے میں لاکر قتل کیا گیا۔

مانا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ چاہے کوئی کیسے جرائم اور معاصی کا مرتکب ہو جب اُس سے کوئی ایسا سلوک کیا جاوے جو ہمارے نزدیک سختی اور بے رحمی ہو۔ تو اُسوقت ہمیں نخواہ مخواہ ایک نفرت اور کراہت معلوم ہوتی ہے۔ اور ہمارے دل میں رحم عدل کی جگہ کو چھین لیتا ہے۔ مگر رحم کے باعث عدل چھوڑنا۔ اور جرائم کی سزا سے درگذر نہ چاہیئے۔ یہود نے دغا دی۔ بدعہدی کی۔ علین شہر کا امن کھو دیا مسلمانوں کی توحید اور موسیٰ و توریت کی تعظیم کو بُت پرست قوم کے مقابلے میں بھولا دیا۔ بہرحال مسلمانوں کا حکم قریظہ کی نسبت کرامول کے حکم سے بہت کم تھا جسکے بموجب آئرلینڈ میں شہر ورڈ ہیڈا کے سب باشندے بلا فرق تہ تیغ بے دریغ کئے گئے۔ کارلائل لکھتا ہے۔ سچ ہے شریر کا سو مرتبہ قتل ہونا بہتر ہے کہ وہ بے گناہوں کو اغوا کرے۔ یہ اسلام کا فعل اسوقت کے مارشل لا سے

بہت نرم تھا۔ اور حضرت داؤد کی سزا سے جس میں اُنہوں نے جیتے آدمی جلتے پژاووں میں جلائے۔ اور پھر ہمیشہ خدا کے مطیع کہلائے۔ نہایت نرم ہے۔

غزوۂ خیبر۔ غزوۂ احزاب کے بیان میں گذر چکا سلام بن مشکم اور ابن ابی الحقیق اور حیی اور کنانہ اور ہوذہ اور ابو عمار خیبر سے قریش پاس پہنچے اور اُنکو اور عرب کے مختلف اقوام غطفان اور فزارہ کو مدینے پر چڑھالائے۔

پھر ابو رافع سلام بن مشکم جو یہودیوں کا راس رئیس تھا اپنی ایسی حرکتوں سے مارا گیا۔ اور یہود نے اُسکے جا پر اُسیر بن رزام یہودی کو اپنا امیر بنایا۔ اور اُس لئے امیر نے اپنی بڑائی کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ غطفان قبیلے میں پھروں۔ اور اُنکو ہمراہ لے کے اسلامیوں پر چڑھائی کروں۔ اسی فکر میں تھا۔ مصلح عالم کو خبر ہوگئی۔ آپنے اپنا سفیر بھیجا۔ اُس نے جاکر اس نئے امیر کو فہمائش کی اور ہمراہ لایا۔ الا نئے امیر کو پھر ایک خبط سوجھا۔ اور چاہا۔ ان سفیروں کو مار ڈالے۔ اس امر کی اطلاع پر عبد اللہ انیس نے اُسیر کو مار ڈالا۔ غرض اہل خیبر سے یہ معاملات صادر ہوتے رہے۔ علاوہ بریں خیبر والوں سے بنو نضیر و بنو قینقاع جا ملے تھے اُن کے شور فساد کرنے کے خیال سے آپ نے خیبر کا عزم کیا۔ اور وہاں کی رجز صاف اسباب اور وجہ جنگ کو ظاہر کرتی ہے۔

إِنَّ الْأُولَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا[۱] ❊ إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا ❊

خیبری اور سب قومیں اسی سازش میں رہتی تھیں کہ مسلمانوں کی بیخ کنی کریں[۲]۔ اسلام نے اس بات کا تدارک یہ کیا کہ چودہ[۱۴] سو سپاہیوں کے ساتھ خیبر چلدیئے۔ اوّل اسلام نے صلح کا پیغام بھیجا۔ جب خیبریوں نے نہ مانا تب اُن پر حملہ کیا۔ خیبر میں یہود کے بہت قلعے تھے

---

[۱] تحقیق پہلی جماعت نے بغاوت کی ہمپر جبکہ ارادہ کیا فتنہ یا پوں ہمارے کا ۱۲[۱]

[۲] وہ صحرائی قومیں اُن کے ساتھ متفق تھیں اور ہمیشہ اُن لوگوں کی یہ حالت تھی۔ لُوٹ مار کی۔ جب اُدھر سے حملہ ہوا۔ جنگلوں میں بھاگ گئے۔ ۱۲

[۱] میرے نزدیک یہ لفظ أبینا ہے ہم نے انکار کیا۔ شمس

اور آہستہ آہستہ وہ سب فتح ہوگئے۔ آخر بڑا قلعہ القموص نام تھا۔ اُسپر لڑائی ہوئی۔ جب وہ فتح ہوا یہود کو شکست کا یقین ہوگیا۔ تب انہوں نے معافی مانگی۔ اور انکی درخواست پر معافی دی گئی۔ مگر اُن کی نیک کرداری کی ضمانت (کاسن دی پرسول جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴) جائداد غیر منقولہ سے کی گئی۔ اور رسومات مذہبی کی نسبت یہود کو آزادی دی گئی۔ چونکہ کوئی باضابطہ ٹیکس اُن پر نہ تھا۔ اور سلطنت کے خرچ میں شرکت اُن پر فرض نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے اُن کی حفاظت کے معاوضے میں جو اَب اُن کو حاصل ہوئی۔ ایک محصول بقدر نصف پیداوار اُنکی اراضی کے اُن پر مقرر کیا۔ اور منقولہ جائداد جو لڑائی اور محاصرے کے بعد قلعوں سے نکلی اور ضبط ہوئی۔ وہ لشکر اسلام میں سپاہیوں کو تقسیم کیگئی۔ پادریوں اور انکے ہمدلوگوں کی یہ روایت غلط ہے کہ کنانہ کو خزائن و دفائن بتانے کیلئے عذاب دیا گیا۔

یہاں آنحضرت صلعم کو زہر دینے کا منصوبہ ہوا۔ اور اس دغاباز قوم نے گوشت میں زہر ملا کر آپکو کھلانا چاہا۔ اس دعوت میں ایک صحابی اسی زہر سے مرگئے اور آنحضرت صلعم کو زہر کی بڑی تکلیف رہی۔ مگر آپنے اُس عورت کا جُرم معاف کیا جس نے زہر دیا تھا۔

غزوۂ تبوک۔ آنحضرت صلعم نے حارث بن عمیر الازدی کو امیر بصری کے پاس ایک خط دے کے روانہ کیا۔ جب یہ قاصد موتہ نام مقام پر پہنچا۔ تو وہاں کے حاکم شرحبیل غسانی عیسائی نے اس قاصد کو مار ڈالا (یہ عیسائی صاحبوں کی تہذیب اور خاکساری ہے)۔ اس واقعے کی جب مدینے میں اطلاع ہوئی۔ تو آپنے زید بن حارث کو تین ہزار سپاہ کا افسر بناکر موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا جہاں حارث مارا گیا وہاں جاؤ۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔

أُوصِيكُمْ[1] بِتَقْوَى اللهِ وَبِمَنْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا اُغْزُوا بِسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ مَنْ كَفَرَ بِاللهِ لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَلَا

---

[1] میں وصیت کرتا ہوں تم کو اللہ کے ساتھ پرہیزگاری کی اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے کی راہ خدا میں اللہ کے نام سے اُس شخص کے ساتھ لڑو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے اور بیوفائی اور سرکشی نہ کرو۔

اِمْرَأَۃً وَّلَا کَبِیْرًا فَانِیًا وَّلَا مُنْعَزِلًا بِصَوْمَعَۃٍ وَّلَا تَقْرَبُوا نَخْلًا وَّلَا تَقْطَعُوْا شَجَرًا وَّلَا تَہْدِمُوْا بِنَاءً۔

غرض یہ فوج ظفر موج وہاں پہنچی اور موتہ کے لوگ مقابلے کو کھڑے ہوئے۔ زید سپہ سالار مارا گیا۔ اور اسکی جگہ عبداللہ بن رواحہؓ مقرر ہوا۔ پھر جعفرؓ بن ابی طالب علیؓ بن ابی طالب کے بھائی سپہ سالار ہوئے۔ اُنکے نصف بدن میں اَسّی سے زیادہ زخم تھے اور وہ سب آگے کی جانب۔ پھر خالد بن ولید سپہ سالار ہوئے۔ اور یہ تدبیر کی کہ میمنہ اور میسرہ اور ساقہ اور قدام کو بدل دیا۔ دشمن نے سمجھا کہ ان کی مدد آگئی ہے۔ غرض وہاں مخالف کو شکست ہوئی۔ لڑائی میں مخالف ہرقل شاہ روم کے ماتحت تھے۔ اِسلئے عرب کی طرف روم کا خیال بڑھ گیا۔ پہلے بھی وہ فتح عرب کے خواہاں تھے۔ اب وہ خواہش دو بالا ہوگئی۔ ہجرت کے نویں سال شام کے تجار سے خبر ملی۔ ہرقل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ حملہ آوری کی طیاری کر رہا ہے۔ جب یہ خبر مدینے میں پہنچی۔ اُن دنوں بڑی گرمی پڑتی تھی۔ آپنے جب کوچ کیا راستے میں اُونٹوں کے اوجھ سے پانی میسّر ہوتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں ایک ہزار اُونٹ مع سازوسامان اور ستّر گھوڑے اور دو سو اوقیے چاندی کے بلکہ ہزار اشرفی کا چندہ دیا۔ جسپر آپنے فرمایا۔ لایضر عثمان ما عمل بعدہا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال واسباب چار ہزار درم کا اور عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال دیا۔ غرض اس جنگ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد تہائی لشکر کو کافی تھی منافقوں نے لوگوں کو بہت بہکایا۔ اِلّا خالص مسلمان جسقدر تھے وہ سب ساتھ ہولئے۔ تیس ہزار سپاہ آپکے ساتھ تھی۔ اور اسمیں دس ہزار گھوڑے تھے۔ غرض آپ تبوک پہنچے۔ ایلیہ کے رئیس نے ٹیکس منظور کر کے صلح کر لی۔ پھر آپنے خالد بن ولید کو دومۃ الجندل

بقیہ حاشیہ: اور بچے اور عورت اور بڈھے اور عبادتخانے گوشہ نشینوں کو نہ مارو۔ اور باغ کے نزدیک نہ جاؤ۔ اور درخت نہ کاٹو۔ اور مکانات کو نہ ڈھاؤ۔ ۱۲

بھیجا۔ وہاں یہود سے لڑائی ہوئی اور اکیدر یہود کا رئیس اعظم قید ہوگیا۔ اکیدر جب آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا۔ اُس نے جزیہ منظور کیا۔ اسواسطے رہا کیا گیا۔ اور بدستور رئیس بنایا گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ہرقل کو خط لکھا۔ اور چونکہ بڑا بھاری سفر فوج کو طے کرنا پڑا۔ اور تبوک میں کھانا چارہ پانی زیادہ تھا۔ اور نیز ہرقل کی خبر کو جاسوس بھیجے گئے تھے۔ اسلئے آپ بیس روز وہاں ٹھہرے۔ تبوک نصف راہ شام سے تھا۔ وہاں معلوم ہوا۔ ہرقل کو اندرونی مشکلات ایسے آپڑے ہیں کہ وہ مدینے کو فوج نہیں پہنچا سکتا۔ اسلیئے وہاں سے واپس تشریف لائے۔

ازواج مطہرات محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پادریوں کی بیہودہ سرائی

اعتراض۔ عائشہؓ کو دُعا گویوں نے متہم کر دکھلایا۔

جواب۔ پادری صاحبان الزام مت لگاؤ۔ اگر الزام لگاؤ گے۔ تو تم پر بھی الزام لگایا جائے گا۔ پادریو تم تہذیب کے مدّعی اور مسیح کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہو۔ سنو عیب نہ لگاؤ۔ کہ تم پر بھی عیب لگایا جاوے۔ ۷ باب ۱ متی۔

عائشہؓ کا اتہام صرف اتہام ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اپنے گھر میں دیکھئے ایک کنواری کے رحم میں سے لڑکا پیدا ہوا اور بقول تمہارے وہ تمہاری نجات کا متکفل ہوا۔ ایک متہم ہوئی۔ اور اتہام لگانیوالے وجوہ اتہام کے بیان سے عاجز آئے اور دوسری متہم ہوئی۔ اور کنوارے پن میں (بقول عیسائیوں کے) لڑکا جن چکی۔ پھر بدنامی سے بچگئی اور روح القدس سے حاملہ کہلائی۔

راحاب (فاحشہ) یسوع ۲ باب ۱۔ یہود کی بہو تمر کسبی بنی۔ پیدائش ۳۸ باب ۱۴ و ۱۵۔ اور یہ دونوں تمہارے مخلص رب کی پردادیاں ہیں۔ متی باب ۱ باب ۳ و ۵۔

یاد رکھو۔ جس طرح تم عیب لگاتے ہو۔ اُسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جاویگا۔ متی ۷ باب ۲۔
ناظرین اس لمبے چوڑے سوال اور اس سوال کی تہذیب کو دیکھئے۔

پادری کا سوال سُورۂ تحریم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے۔ محمدؐ صاحب اپنی زوجہ حفصہ کے گھر گئے اور اسکی لونڈی ماریہ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی غیر حاضری میں ہم بستر ہوئے۔ حفصۂ مذکورہ یہ معلوم کرکے ناراض ہوگئی۔ تب محمدؐ صاحب نے اس شہرتِ بد کو بند کرنے کے لئے اور اپنی زوجۂ حفصہ کو راضی کرنے کیلئے قسم کھائی اور کہا کہ میں پھر اس لونڈی سے ہم بستر نہ ہونگا۔ اور اپنی زوجہ حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے پاس امانت ہے سو یہ ماجرا تو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ جب محمدؐ صاحب اُسکے گھر سے چلے گئے تو حفصہ نے یہ تمام احوال عائشہؓ پر ظاہر کر دیا۔ اور پھر عائشہؓ سے جب محمدؐ صاحب کو معلوم ہوگیا کہ یہ ماجرا چھُپ نہ سکا۔ تو قرآن میں بمقام مذکورۃ الصدر ایک آیت نازل کرلی کہ بیشک قسم کو توڑ کر لونڈی سے ہم بستر ہوتے رہے۔ اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہیئے۔ پس اس ماجرے سے تین گناہ محمدؐ صاحب پر ثابت ہیں۔

اوّل۔ گناہ زنا کا جسکے سبب محمدؐ صاحب نے اپنی زوجہ حفصہ سے ملامت اُٹھائی۔ اور بدنام ہوکر اس گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخر کار قسم اُٹھا کر جان چھوڑانی پڑی۔

دوم۔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا۔ کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اسی سبب محمدیوں پر بھی قسم کا توڑنا جائز کر دیا۔

سوم۔ ایسے ناشائستہ فعل میں یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے۔ اور قسم کے توڑنے میں خدا کو بھی شریک کرکے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمانے والے ناظرین سنو۔ عیب گیر پادری صاحب اوّل تو قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہیں دکھا سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ سچ ہے قرآن کریم ایسے اعتراضات کا اناجیل کی طرح منشاء نہیں ہوسکتا۔

رہیں تفاسیر سیل صاحب اور رنڈویل نے تفاسیر قرآن لکھی ہیں۔ پھر کیا ان تفاسیر کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن محل اعتراض ہوسکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہیں حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ۔ حال آنکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک۔ ہاں نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد اور سریہ بی بی تھیں۔ ماریہ۔ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہیں۔ ہاں ہرگز نہیں۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے۔ جسکے ام ولد بننے سے مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ افسوس آپکو گھر کی خبر بھی نہیں۔ یہ مقوقس عیسائی تھا۔ زرقانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جس کی حقیقی بہن حسان کے گھر میں تھی۔ اور عبدالرحمٰن بن حسان اُس کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جسکے ساتھ شہباء خچری آئی۔ جسے مسلمان دلدل کہتے ہیں۔

پادریو آپکے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہوا تو آپکی ساری یاوہ سرائی بیہودہ گوئی اُڑ گئی۔

سوم۔ پادری کہتے ہیں۔ محمدؐ صاحب نے ایک آیت سورہ تحریم کی ابتدا میں نازل کرلی۔ پادری لوگ آیت تو نہیں لکھتے۔ صرف اُسکے بدلے یہ اُردو عبارت لکھدیتے ہیں۔

بیشک قسم توڑکر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے۔ اپنی عورتوں کی خوشنودی نچاہیئے۔

اعتراض میں یہی عبارت مرقوم ہے۔

اب تمام ناظرین کی خدمت میں التماس ہے۔ قرآن کریم تمام عمرانات میں موجود ہے ایسی کوئی آیت تمام قرآن میں نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اِس محرّفِ قوم کے تعصبات کی حد نہیں۔ جان بوجھ بے ایمانی پر کمربستہ ہے

اور کیوں نہ ہوں۔ کفارے کے بیہودہ خیالی پلاؤ نے انکو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے۔

پادریوں نے آخر تین اعتراض اس قصے پر جمائے۔ جب قصہ ہی سرے سے غلط ٹھیرا تو یہ نتیجہ کیونکر قابل التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں تو زنا کیسا۔ ہوش کی لو۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھیریں۔ تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کرلی قسم توڑنے کی کوئی آیت سورۂ تحریم میں نہیں اور نہ اسکے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اُتری۔ ہاں قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن میں سورۂ مائدہ میں ذکر آیا ہے۔ مگر یاد رہے سورۂ مائدہ سورۂ تحریم سے پہلے اُتری ہے۔

ہاں مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورۂ تحریم کی پہلی چند آیت کی تفسیر لکھدوں۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ[1] وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ۔ سیپارۂ ۲۸ سورۂ تحریم رکوع ۱

آنحضرت صلعم نے اپنی بی بی زینبؓ کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہؓ اور حفصہ نے زینبؓ پر غیرت کی اور رسولؐ خدا سے عرض کیا۔ آپکے مُنہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ آپنے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے گھر میں شہد پیا ہے۔ اب پھر شہد نہ پیونگا۔ یہ بات اسلئے کہی کہ جب عورتوں کو شہد کی بُو سے نفرت ہے تو اُسکا پینا کیا ضرور۔ معاشرت میں نقص آتا ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ حلال اشیاء کا ترک کرنا اور اسپر حلف کرنا کیوں۔ ایسے امور میں عورتوں کی رضامندی ضرور نہیں۔ قسم سے بچ رہنے کیلئے سورۂ مائدہ میں کفارے کا حکم ہے اسپر عمل کرو۔

[1] اے نبی تو کیوں چھوڑے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ٹھہرا دیا ہے اللہ نے تم کو کھول ڈالنا اپنی قسموں کا ۱۲

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ۔ میں فَرَضَ ماضی کا صیغہ ہے حال یا استقبال نہیں۔ یہ زینبؓ کا قصہ اور اُس پر آیت کا نازل ہونا۔ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابوں میں موجود ہے۔ اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغت عرب سے یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے۔

بعض مفسر لوگوں نے زینبؓ کے بدلے میں ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الّا ماریہ بھی رسول خدا کی بیبی ہیں۔ اور ایک بیٹے کی ہاں اس بیٹے کی ماں ہیں جس نے لڑکپن میں انتقال کیا۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ الّا یہ مفسروں کا قول حدیث کے مقابلے میں التفات کے قابل نہیں۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔

اعتراض۔ سورہ احزاب ۵ ارکوع۔ محمدؐ صاحب نے اپنے لے پالک کی جورو سے عشق کیا۔ پھر لوگوں سے ڈرے تو ایک آیت اُتار لی۔

جواب معترض نے عشق کا ثبوت تو کوئی نہ دیا۔ لوگوں سے ڈرنا مقتضائے بشریت ہے حضرت مسیح بقول آپ کے باوجود الوہیت کے لوگوں (یہود) سے ڈرتے رہے اور حاکم کے سامنے حضرت سے کچھ بن نہ پڑا۔ صم و بکم سے رہ گئے۔ بھلا صاحبان جس صبح کو پکڑے گئے۔ اُس رات مسیح کی کیا حالت تھی۔ متی ۲۶۔ باب ۳۸۔

اگر لے پالک کی جورو سے شادی منع ہے تو اُس کا ثبوت توریت یا انجیل یا شرع محمدی (قرآن) سے یا دلائل عقلیہ سے دیا ہوتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں سارے عیسائی لے پالک بیٹے ہیں (نامۂ رومیاں ۸ باب ۵) تو اب کیا وہ باہمی عقد میں بہنوں سے نکاح کرتے ہیں۔ توریت میں بھی بہن سے نکاح حرام ہے۔ اگر کہو وہاں حقیقی بہن مراد ہے تو کیا دینی بہن سے نکاح جائز ہے۔ پولوس صاحب فرماتے ہیں "کیا ہمیں اختیار ہے کہ دینی بہن سے نکاح کرلیں"۔ (قرنتی ۹ باب ۵)

ہم کہتے ہیں اسی طرح حقیقی بیٹے کی جورو سے نکاح منع ہے نہ لے پالک کی جورو سے۔

جواب الزامی

مجھے اسوقت مولوی لطف اللہ لکھنوی یاد آگئے۔ اُن سے بھی ایک پادری صاحب
نے مجمع عام میں یہی سوال کیا تھا۔ آپ نے کیا خوب جواب دیا۔
”سارے راستباز خدا کے فرزند ہیں۔ تو یوسف نجّار بھی فرزند تھا۔ پھر اُسکی جورو
سے خدا نے فرزند لیا۔ پس اگر اُسکے رسول نے لیپالک کی بی بی مطلّقہ سے نکاح کیا۔ تو کیا
عیب کیا۔ اگر جماع عیب ہے، تو ایک عضو کی نسبت سارے سموچے خدا کا رحم میں از راہ . . . .
چلا جانا اور پھر مجسم بنکر نکل کر کھڑا ہونا تو شاید اور بھی معیوب ہوگا۔ زید نے تو طلاق بھی
دے ڈالی تھی۔ یوسف سے تو کسی نے براءت نامہ بھی نہ لیا۔ ہاں شاید الوہیت اور رسالت
میں بھی فرق ہوگا۔ کہ اُس میں طلاق کی ضرورت نہیں رہتی۔“
کتب مُقدّسہ کے محاورات تمہیں تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتے اَے میری زوجہ
اے میری بہن تیرا عشق کیا خوب ہے۔ تیری محبت مَے سے کتنی زیادہ لذیذ ہے۔

حقیقی جواب۔ اصل قصّہ یوں ہے کہ زینبؓ ایک بڑے خاندان کی عورت تھی۔
آنحضرتؐ نے اپنے خادم زید کے لئے اُس کے وارثوں کو ناتے کا پیغام دیا۔ وہ اپنی
عظمت اور شرافت شان کے خیال سے اوّل تو ناراض ہوئے پھر آخر کار راضی ہوگئے۔
کچھ مدّت توجوں توں کر کے بسر ہوئی۔ آخر زید نے اُسکی تعلّی اور طنز و تعریض سے تنگ آکر
اُسکے چھوڑ دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چونکہ آپ بذاتِ مبارک اس شادی کے انصرام کے
متکفّل ہوئے تھے۔ اس لئے اس طلاق کے انجام اور اُسکے مفاسد پر قومی دستوروں
اور حالات معاشرت ملکی کے لحاظ سے آپ کے دل میں کھٹکا پیدا ہؤا۔ اسمیں شک
نہیں کہ رخنہ جو کفار اور حیلہ طلب معاندین کو رسماً و عرفاً ایسے موقع پر بہت ملامت و طنز
کا قابو مل سکتا تھا۔ اور آپ گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ اس مفارقت اور معاشرتی ناچاقی کا
حال مخالفین منکرین پر کُھلنے پائے جو اُنکی زبان درازی اور تعریض کا باعث ہو۔ اور
نیز زینب کے وارثوں کا خیال ایک رسمی اور قومی خیال تھا جو آنحضرت صلعم کے دل کو

اور بھی مضطرب کرنے کا موجب ہو سکتا تھا۔ بنا برآں آپ نے زید کو بہت روکا اور تلخی معاشرت پر صبر کرنے کی بہت نصیحت و ہدایت کی اور سخت الحاح و اصرار کیا کہ وہ اس ارادے سے باز آجائے۔ مگر خدا کو ایک عظیم الشان کام پورا کرنا اور ایک خلافِ قدرت مضر معاشرت رسم کا توڑنا منظور تھا۔ اس موقع پر قرآن کے الفاظ جن میں آنحضرتؐ کی دلی حالت کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ الہامی حقیقت پہچاننے والے منصف کے نزدیک قابلِ غور ہیں۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ[1] فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔[2] سیپارہ ۲۲ سورۂ احزاب رکوع ۵

خصوصاً آیت اَمۡسِکۡ الخ۔ "اپنی بی بی کو نگاہ رکھ اور اللہ سے ڈر"۔ بہت غور کے قابل ہے۔ "خدا سے ڈر" یہ ایسے الفاظ ہیں کہ باز داشت اور زجر کیلئے اس سے زیادہ اور نہیں کہا جا سکتا۔ عیسائیوں کی شوخی اور جرأت سخت قابلِ افسوس ہے کہ "آنحضرت صلعم نے اوپرے دل سے زید کو منع کیا"۔ (لائف آف محمد از سر ولیم میور صفحہ ۲۲۸) معلوم نہیں صادق کے دل کے اظہار مافی الضمیر کا اور کیا طریق ہو سکتا ہے۔

کسی سوسائٹی کے رسوم و آئین کی اصلاح میں اگر کسی مصلح کو تکالیف و زحمات اُٹھانی پڑتی ہیں تو آنحضرت صلعم کو چند در چند صعوبات اُٹھانی پڑتیں اور پڑنے والی تھیں۔

---

[1] اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز کو جو اللہ اُسکو کھولا چاہتا ہے اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو ۱۲

[2] پھر جب زید تمام کر چکا اُس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی تا نہ رہے سب مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا اپنے لیپالکوں کی جوروئیں جب وہ تمام کریں اُن سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم کیا گیا ۱۲

جن کے در پیش عرب جیسی غیر مہذب اکھڑ سوسائٹی کے خلاف قدرت اور مضر معاشرت رسوم کا اصلاح کرنا تھا۔ عرب میں (ہندوؤں کی طرح) متبنی (منہ بولا بیٹا) صلبی بیٹے کے مانند سمجھا جاتا تھا۔ اس رسم قبیح سے جو نتائج فاسدہ دنیا میں ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں عیاں ہیں۔ اور حقیقتاً قدرت کہاں اجازت دیتی ہے کہ پسر حقیقی اور متبنی دونوں مساوات کا درجہ رکھیں۔ قرآن نے اس مضر اصل کی بیخکنی کر دی کہ "منہ بولے بیٹے تمہارے بیٹے نہیں ہیں۔ تمہارے بیٹے وہی ہیں جو تمہارے نطفے سے ہیں"۔ اب یہاں قوم و ملک کے رسوم کے مخالف دو عظیم مشکلوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔

ایک تو خدا کے قول و فعل کے مطابق رسم تبنیت کا (کہ وہ حقیقی بیٹے کے مانند ہے) توڑنا۔ اور دوسرا ایک مطلقہ عورت سے (جس سے شادی کرنا عرب جاہلیت میں سخت قابل ملامت و نفرت اور ذلت تصور کرتے تھے) نکاح کرنا۔ مگر چونکہ عقلاً و رسماً و شرعاً یہ افعال معیوب نہ تھے۔ اور ضرور تھا کہ مصلح و ہادی خود نظیر بنے تاکہ تابعین کو تحریک و ترغیب ہو۔ آپ پہلے بیشک بمقتضائے بشریت گھبرائے۔ اور بالآخر ان مشکلات پر غالب آکر ایک عجیب نظیر قائم کر دکھلائی۔

پادری صاحب کی عقل پر تعجب آتا ہے۔ جو کہتے ہیں "محمدؐ نے لوگوں سے ڈر کے آیت اوتار لی"۔ کونسی آیت اوتار لی اور ڈر ہی کیا تھا۔ آنحضرتؐ کو اِس بات کا ڈر تھا اور لوگوں کی طرف سے خوف تھا کہ دشمن اِس بات کا طعنہ دینگے کہ انکا اپنے ہاتھ سے کیا ہوا کام انجام کو نہ پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم خود اس مزاوجت کے متکفل اور منصرم ہوئے تھے اور بڑے اصرار سے زینب کے وارثوں سے اُسکو زید کے لئے مانگا تھا۔ اور اب اس مفارقت پر دشمن طعنہ دے سکتے تھے۔ بیشک اس بات کا آپ کو خوف تھا اور اُن کی اس ناچاقی کو وہ اخفا کرنا چاہتے تھے جو بالآخر پھوٹ نکلی۔ اسی خوف و اخفا کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے کہ تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ ڈرنا تو مجھ سے چاہیئے۔ یہ ایک عجیب محاورہ قرآنی

ہے۔ مطلب ایسے جملے کا یہ ہوتا ہے کہ جو امر حسب مقتضائے قانون الٰہی ہو اُسکے اجراو تعمیل میں انسان سے ڈرنا یعنی اُس کا عمل میں نہ لانا عبث ہے۔

ناقص العقل پادری اتنا بھی خیال نہیں کر سکتے کہ اگر اس عقد میں کوئی امر معیوب اور قادح نبوت ہوتا تو یقیناً اوّل منکر زید ہوتا۔ حال آنکہ بعد ازاں بہت دنوں تک اسلام اور سچے ہادی کی خاطر بڑے بڑے معرکوں اور مہلکوں میں جان نثاری کرتا رہا[1]۔ اور بڑے بڑے غیور جری صحابہ (جو یقیناً مچھوؤں اور باج گیروں سے بہت بڑھ کر وقعت و غیرت میں تھے) جو اسلام کے رکن رکین تھے بہت جلد ہاں اُسی دم آپکے پاس سے ٹوٹ پھوٹ جاتے اور یہ تانا بانا درہم برہم ہو جاتا۔ مَیں سچے دل سے کہتا ہوں کہ اس قصے کا ہونا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اور یہ نبیؐ عرب کی ترکیب و آورد کا (جیسے منکرین سمجھتے ہیں) کلام نہیں۔ کیا امانت کا حق ادا کیا ہے۔ کیا صادق امین ہے کہ تمام الٰہی واردات اور ربّانی الہامات و واقعات بلاکم و کاست دُنیا کے آگے رکھدیئے۔ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

آپکی پاک اور اصلی تعلیم قرآن کریم پر جو پادریوں نے اعتراض کئے ہیں انکے جواب

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ ؕ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ[2]۔ سیپارہ ۳۰۔ سُورۂ طارق۔ رکوع ۱۔

[1] قردہ کے لشکر کا افسر۔ لشکر بنی سلیم کے منتشر کرنے میں اور بنی ثعلبہ اور وادی القریٰ اور عبس وغیرہ جنگی کاموں پر افسر رہا ۱۲۔ [2] پس دیکھ لے کس چیز سے آدمی بنایا گیا ہے۔ بنایا گیا ہے اُچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے صلب اور ترائب[3] کے درمیان کی جگہ سے ۱۲۔

[3] الترائب جمع تریبۃ وھی عظم الصدر من رجل او امرأۃ۔ صحاح۔ ترائب جمع ہے تریبہ کی اور تریبہ سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ مرد کی ہو یا عورت کی ۱۲۔

اِس آیت قرآنی پر جس میں انسان کی فطرت کا بیان مشاہدے کے طور پر بتایا گیا ہے پادری صاحب اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ کبھی قرآن کے اصلی لٹریچر سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ عوام کی سُنی سُنائی باتوں کو دل میں رکھ کر اعتراض جمانے لگتے ہیں۔ کسی کتاب پر اعتراض کرنے سے پہلے اُسکے اصلی ادب سے بلاواسطہ واقف ہونا فرض ہے۔

اعتراض۔ نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر صاف صاف دکھلا سکتے ہیں کہ منی خصیے میں پیدا ہوتی ہے یہ بات غلط ہے کہ منی باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے میں ہو جیسے قرآن میں ہے۔

جواب۔ ہم کو نہایت تعجب آتا ہے جب ہم پادریوں کو نیچرل فلاسفی وغیرہ سائنٹیفک مصطلحات بولتے سُنتے ہیں۔ انجیل اور فلاسفی انجیلی تعلیم سخت ہچکچاتی ہے کہ میدان میں نکل کر سائنس سے مقابلہ کرے۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس (تشریح التثلیث صفحہ ۲۲) معمائے تثلیث کے حل سے عاجز آکر کیسے بے اختیار کہہ اُٹھے ہیں۔ "خلقت (نیچر۔ قانونِ الٰہی) کے احوال سے استدلال اور عقلی دلائل اس میں چل نہیں سکتے۔ اس کا ثبوت بہمہ کلام الٰہی موقوف ہے۔"

نیچرل فلاسفی! بڑا الفظ بولا۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کیلئے تو بے اختیار یہ لفظ زبان سے نکلیگا۔ اندرون خانہ تو امید ہے کم ہی استعمال کرنیکا موقع آتا ہوگا۔

پادری صاحب! نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر یوشع بن نون کی خاطر سورج کا کھڑا ہونا۔ مُردوں کا زندہ کرنا۔ مجسّم شخص کا آسمان پر چڑھ جانا۔ بے باپ کے لڑکا پیدا ہونا کب تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے اُنہیں ہی نیچرل فلاسفی کی کسوٹی پر کس لیا ہوتا۔

اب حقیقی جواب دینے سے پہلے ایک دو باتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قرآن مجید کی عظمت بخوبی واضح ہو جاوے۔

شیخ سعدیؒ ملک ایران میں پیدا ہوئے۔ جس ملک کی نسبت مؤرخوں نے

لکھا ہی کہ یونان اور عرب کے علوم مصر سے۔ اور مصر کے علوم ہند یا ایران سے۔ اور بہتوں کا خیال ہی کہ ہند کے علوم بھی ایران سی لائے گئے۔ پھر اسلام کے ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جبکہ مسلمانوں کے علوم اپنے اوج پر پہنچے ہوئے تھے۔ مزید برآں حضرت شیخ نے اپنے علوم کو سیاحت اور تجربہ زمانہ سے اور بھی جلادی تھی۔ باایں ہمہ شیخ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے۔ "ز صلب آورد نطفہ در شکم"؛ جسپر آجکل کی علمی دنیا ہنسی اُڑاتی ہی۔

ملک عرب میں بھی بالخصوص صلب و اصلاب ہی کا محاورہ دائر و سائر تھا۔ اور یہیں تک اُنکے محدود ذہن کی رسائی تھی۔ مگر قرآن کریم پر قربان جائیے۔ جو ہمیشہ ہر زمانے میں اپنی راستی اور صداقت دکھانے کو طیار ہی۔ اور ابد تک رہیگا۔

یہیں سی انسانی کلام اور الٰہی کلام کا تفرقہ معلوم ہوتا ہی لیجیے اب قرآن کا مطلب سُنیئے۔

حقیقی جواب

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۃ والسماء والطارق۔ رکوع ۱۔

کیا معنی کہ نطفہ صلب اور ترائب کے بیچوں بیچ سے آتا ہی۔ صلب پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ ترائب جمع ہے تریبہ کی۔ سینے کی ہڈی۔

اب غور کرو نطفہ اور منی شریانی خون سے بنتی ہی اور وہ شریان دل سے نکلتا ہی۔ اور دل صلب و ترائب کے بیچوں بیچ ہے۔

اور طرح پر مطلب اس آیت کا یہ ہی کہ باری تعالیٰ متکبر انسان کی گردنِ عُجب توڑنے کو اُسے اُس کی خلقت جسمانی منبع کیطرف توجہ دلاتا ہی۔ اور چونکہ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور ہر مجلس میں جوانوں، بوڑھوں، عورتوں میں پڑھا جاتا ہی اسلیئے ضرور ہی کہ انسانی

لہ انسان کو چاہیئے۔ وھیان کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی۔ پیدا کیا گیا ہے اُچھلتے پانی سے جو پُشت اور سینے کی ہڈیوں کے بیچوں بیچ سے ہو کر نکلتا ہے ۱۲

اصلاح کے ہر قسم کے مطالب و اشارات اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور تہذیب سے ادا کرے۔

یہاں دانا سمجھ گئے ہونگے اور حق شناس تو سمجھتے ہی ہیں کہ گردن کش انسان کو نصیحت کرنا قرآن کریم کو منظور رہی اور کس جگہ کی طرف اشارہ اُسے مقصود ہے۔

مگر اللہ اللہ کس خوبی اور لطافت سے اس مضمون کو نبھایا ہے۔ یہی اس کتاب کریم کا اصلی اور سچا معجزہ ہے۔

معترضو! خواہ مخواہ کی طعنہ زنی کے عاشقو! ترائب سے نیچے نگاہ کرتے جاؤ۔ اور صلب کی طرف چلے جاؤ۔ عین بَین یعنی بیچوں بیچ میں تم کو وہ پمپ یا فوّارہ نظر آوے گا۔ جس میں سے وہ اُچھلتا پانی نکلتا ہے۔ جو انسان کی پیدائش کا منبع یا مبدا ہو۔

غور کرو۔ سوچو۔ ایمان اور انصاف سے کام لو۔ کیا مقصود تھا۔ کیا مطلب تھا کس طرز پر ادا کیا۔ اس سے بڑھکر فصیح اور پاک کلام کوئی دنیا میں ہے۔

علم ادب اور عربی سے آگاہی حاصل کرو۔ فصحائے عرب عضو تناسل کا نام جب بتقاضائے وقت لازم ہو۔ ایسی ہی نہج سے لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ افصح العرب والعجم ایک حدیث میں فرماتے ہیں۔

مَنْ[1] يَضْمِنُ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ فَاَضْمِنَ لَهُ الْجَنَّةَ۔

یعنی جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کو فواحش اور منکرات سے روکے میں اُسے جنت دلوا دُونگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ اِنْ هُوَ اِلَّا مَا اَلْهَمَنِيْ بِهٖ رَبِّيْ۔

اعتراض۔ سورۂ صافات ۲ رکوع۔ گناہگار اور اُنکی جوروان اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پُوجتے ہیں مع اُنکے دوزخ میں جائینگے۔ سب پر روشن ہے بہت لوگ انبیاء و اولیاء کی پرستش کرتے ہیں اور عیسائی عیسٰے مسیح کی۔ تو کیا یہ سب اور مسیح دوزخی ہیں۔

---

[1] جو شخص مجھے ضمانت دے اُس چیز کی جو اُسکے دو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور اُس چیز کی جو اُس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی عضو تناسل) میں اُسکے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں ۱۲

جواب۔ معترض کی آیت محوّلہ یہ معلوم ہوتی ہے۔

[1] اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۃ الصّٰفّٰت۔ رکوع ۲۔

ازواج جمع زوج کی۔ اور زوج کے معنی ہیں ساتھی (الازواج القرناء) یعنی ازواج بمعنی ساتھی کے ہیں۔

[2] سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۃ یٰس۔ رکوع ۳۔

[3] ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔ سیپارہ ۸۔ سورۃ انعام۔ رکوع ۱۷۔

[4] وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ۔ سیپارہ ۲۳۔ سورۃ صٓ۔ رکوع ۴۔

[5] لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۃ حجر رکوع ۶۔

[6] فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى۔ سیپارہ ۱۶۔ سورۃ طٰہٰ۔ رکوع ۲۔

دیکھو ان تمام محاورات میں جوروان معنی کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ یہاں ہر جگہ ازواج کے معنے ساتھ والے لیے ہیں۔ مطلب آیت کا نہایت صاف ہے کہ بڑے بڑے ظالم بدکار اور اُن کی جنس کے سنگی ساتھی سب کو دوزخ میں لے جاؤ۔

---

[1] جمع کرو اُنکو جنہوں نے ظلم کیا اور اُنکے ساتھی اور جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں پس اُنہیں دوزخ کی راہ کیطرف لیجاؤ ۱۲

[2] پاک ذات ہے، وہ جس نے بنائے جوڑے سب چیز کے اُس قسم سے جو اُگتا ہے زمین میں اور اُن کے نفسوں سے ۱۲

[3] پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکریوں میں سے دو ۱۲

[4] اور کچھ اور اسی شکل کا طرح طرح کی چیزیں ۱۲

[5] مت پسار اپنی آنکھیں اُن چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے اُن کو کئی طرح کے لوگوں پر ۱۲

[6] پھر نکالا ہم نے اُس سے بھانت بھانت سبزہ ۱۲

وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کی تشریح خود قرآن نے فرمادی ہے کہ مشرک کس کو پوجتے تھے۔ سنو۔

اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا۔ نہیں پکارتے اسکے سوا مگر شیطان سرکش کو۔ یعنی اصل اور حقیقت میں یہ مشرک لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔ جسکے اغوا اور فرمان کے مطابق ماسوی اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ دیکھو۔

قرنتیون کو خط ۱۰ باب ۲۰۔ غیر قومیں قربانی شیطان کے لئے کرتی ہیں نہ خدا کے لئے۔ اور مَیں نہیں چاہتا کہ تم شیاطین کے شریک ہوجاؤ۔ تم خداوند کا پیالہ اور شیاطین کا پیالہ پی نہیں سکتے۔

معترض صاحب خوب سمجھ رکھیئے کہ جو لوگ مسیحؑ اور دیگر انبیاء اولیاء کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں شیطان لعین کی پرستش کرتے ہیں اور بخلاف مرضی اور فرمان انبیائے کرام کے شیاطین کو اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے اور چونکہ شیاطین کی پرستش کرتے اور اُن کے اغوا و اضلال سے گمراہ ہوئے ہیں اور خدائے حقیقی کی عبادت چھوڑ کر مخلوق کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور اُس کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں اسلئے اس شرک کے بدلے وہ مشرک مخلوق پرست مع اپنے مغوی شیاطین کے دوزخ میں جائیں گے۔

قرآن اور اہل اسلام کب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحؑ نے یا دیگر انبیاء اولیاء نے لوگوں کو خدا کے سوا اپنی عبادت کرنے کو کہا ہے۔ بلکہ وہ سب کے سب خدائے تعالے کی توحید اور اُسی کی عبادت کی وعظ دُنیا میں کرتے رہے۔ پس اگر کوئی عقل کا اندھا مشرک (عیسائی ہو یا بُت پرست) اُن مقدسوں کی عبادت کرتا ہے۔ تو یہ اُسکی کج فہمی ہے۔ حقیقت میں وہ شیطان کی پُوجا کرتا ہے۔ اس میں مسیح اور دیگر انبیاء اولیاء کا کوئی قصور اور کوئی شرکت نہیں ہے۔ یاد رکھو مسیح کی پُوجا مسیح کے فرمانے سے نہیں ہوتی بلکہ شیطان کے کہنے پر خود شیطان ہی کی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اس شرکت سے بالکل بری ہیں۔

اِس لئے اُن پر کوئی سزا نہیں ہوسکتی۔ دیکھو قرآن کریم مسیحؑ کی بریت عیسائیوں کے اِس شرک سے بیان فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ سیپارہ ۷۔ سورۂ مائدہ ۔ رکوع ۱۶۔[1]

پادری صاحب سُن لیا آپنے۔ قرآن تو اس طرح حضرت مسیحؑ کو اس شرک و کفر سے بری کرتا ہے پس وہ اعتراض آپکا قرآن پر کس قدر بے معنی ہے۔ اب آؤ خدائے واحد خالق مسیح و ربِّ مسیحؑ کی عبادت مقدس اہلِ اسلام کے ساتھ مل کر کرو۔ اور شرکِ مخلوق پرستی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ تاکہ ابدی سزا سے بچو۔

اعتراض ۔ سورۂ مؤمن ۳ رکوع ۲۶ ۔ آیت ۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو اِسلئے مار ڈالا کہ وہ موسٰیؑ پر ایمان لائے ۔ یہ غلط ہے ۔ بلکہ فرعون نے موسٰیؑ سے پہلے یہودی لڑکے اسلئے مارے کہ وہ بڑھ نہ جاویں ۔ خروج ۱ باب ۷ ۔

---

[1] اور جب کہیگا اللہ اے عیسٰی مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ مجھکو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود ٹھہرالو ۔ وہ بولا تو پاک ہے مجھکو سزاوار نہیں ہے کہ کہوں وہ بات جو مجھے پہنچتی نہیں ۔ اگر مَیں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا ۔ تُو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور مَیں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بیشک تُو ہی چھپی باتیں جاننے والا ہے ۔ مَیں نے تو انہیں وُہی کہا جس کا تُونے مجھے حکم کیا تھا یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے اور مَیں اُن پر خبردار رہا جب تک مَیں اُن میں رہا ۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دی تو تُو اُن پر خبردار تھا ۔ اور تُو ہر چیز پر خبردار ہے ۔"

جواب۔ اصل آیت جس پر اعتراض ہے یہ ہے۔

قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ۔ سیپارہ ۲۴۔ سُورۂ مؤمن۔ رکوع ۳۔

میں انصافاً اور حقاً کہتا ہوں کہ یہ اعتراض محض نادانی اور قرآن کے طرز اور زبان کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ صیغۂ امر ہمیشہ کسی فعل کے وقوع کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔

قرآن کی اس آیت سے یہ کہاں پایا جاتا ہے کہ فرعون نے اُنہیں قتل کر ڈالا انصار کی عادت میں داخل ہے کہ دھوکا دہی کے طور پر ایک ترجمہ فرضی اور ذہنی لکھدیتے ہیں۔ جو اصل کلام منقول عنہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ اس سے بجائے اس کے کہ اُن کا مقصودِ اغوا و اضلال بر آوے اہلِ انصاف کے نزدیک اُن کی اصلیت باطن اور غرض ظاہر ہو جاتی ہے۔

اگر زبانِ عرب سے ذرا بھی مس ہو۔ اور قرآنی طرز سے کچھ بھی واقفیت ہو تو بادنے تامل آشکار ہو سکتا ہے کہ آیت کا پچھلا حصہ معترض کے اعتراض کو باطل کئے دیتا ہے کہ "کافروں کا کیدؔ یعنی دھوکے اور فریب کی تدبیریں اکارت ہو جانیوالی ہیں"۔ قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب منکروں اور کافروں نے خدا کے کسی برگزیدہ شخص کی نسبت ایذا رسانی یا قتل وغیرہ کا منصوبہ باندھا اور خفیہ تدبیریں کیں۔ مگر بوجہ من الوجوہ اُن کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔ اور وہ برگزیدہ شخص اُن کے ابتلا کے دام سے محفوظ رہا۔ اُس وقت قرآن اُس شخص یا اشخاص کے سلامت رہنے اور دشمنوں کی تدابیر کے کارگر نہ ہونے کو اسی طرح پر لفظ کیدؔ کے اطلاق سے ذکر کرتا ہے کہ اُنہوں نے تدبیر تو کی اور منصوبہ تو باندھا مگر اُن کا

لے بولے مارو بیٹے اُن کے جو یقین لائے ہیں اُس کے ساتھ اور جیتی رکھو اُن کی عورتیں اور جو داؤں ہے منکروں کا سو غلطی ہیں ۱۲

کید یعنی داؤں نہ چلایا ہمنے چلنے نہ دیا۔

نظیراً دیکھو حضرت ابراہیم کے واقعے میں جب دشمنوں نے اُن کو آگ میں ڈالا اور پھونک کر جلا دینا چاہا۔ اور نصرتِ الٰہیہ سے جو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے شاملِ حال رہتی ہے۔ حضرت ابراہیم اُن کے مکائد اور شر سے محفوظ رہے۔ قرآن اس کو اس طرح پر بیان فرماتا ہے۔

وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ[1]۔ سیپارہ ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۵۔

اور کفار مکہ جس وقت اُس بنی نوع انسانی کے سچے خیر خواہ رؤف و رحیم ہادی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی تدابیر و فکر میں لگے ہوئے تھے۔ قرآن کہتا ہے۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا[2]۔ سیپارہ ۳۰ سورۂ طارق رکوع ۱۔

غرض اسی طرح کسی واقعے کو بیان کرنا زبانِ عرب کا عموماً اور قرآن خصوصاً طرز ہے۔

ٹھیک ایسا ہی اس آیت میں ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ فرعون نے کہا یا اپنے ہالی موالی سے مشورہ کیا کہ مومنین کے بیٹوں کو مار ڈالو۔ مگر کسی وجہ سے اُس کا ارادہ یا قول یا مشورہ صورت پذیر نہ ہوا۔ جیسے قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ کفار کی تدابیر یا داؤں اکارت جانے والا ہے۔ یعنی وہ امر وقوع میں نہیں آیا۔

بھلا پادری صاحبان! اگر قتل والی بات غلط تھی تو کیوں بنی اسرائیل موسیٰ اور ہارون کو کہتے ہیں۔ تم نے کیوں فرعون کے ہاتھ میں تلوار دی ہے کہ وہ ہم کو قتل کریں۔ خروج ۵ باب ۲۲۔

اعتراض۔ مصنف الجواہر القرآن نے جو ایک عیسائی ہے آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "قرآن نے خدا کا نام ظاہر یا تو صرف

---

[1] اُنھوں نے اُس سے داؤں کرنے کا ارادہ کیا۔ پس ہم نے اُنہیں کو ٹوٹا پانے والا کیا ۱۲

[2] وہ خفیہ داؤں بچارہے ہیں اور میں اُن کے داؤں کو باطل کرنے کے درپے ہوں ۱۲

قافیہ بندی کے لئے لیا ہے یا ویدانتیوں کی مت پر مخلوق کو خدا کہا ہے۔

جواب۔ پوری بحث اس آیت پر آریہ سماجوں کے جوابات میں دیکھنی چاہیئے۔ یہاں مختصراً اتنا ہی لکھدینا کافی ہوگا کہ اس آیت میں پہلا نام الاوّل ہے اور دوسرا نام الآخر۔ یہ دونوں نام یسعیاہ ۴۴ باب ۶ میں موجود ہیں۔ ربّ الافواج فرماتا ہے "میں اوّل اور آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں"۔

تیسرا نام اس آیت میں الظّاہر اور چوتھا الباطن ہے۔ ظاہر کے معنی لغت عرب میں غالب اور بڑے زور والے کے ہیں۔ اور ظاہر اُونچے کو بھی کہتے ہیں اور باطن مخفی کو۔ اب دیکھو ٹھیک انہیں الفاظ کے مرادف معنی ایوب ۱۱ باب ۸ "وہ تو آسمان سا اُونچا تو کیا کرسکتا ہے اور پاتال سے نیچے ہے تو کیا جان سکتا ہے"۔

اور حدیث صحیح میں اس آیت کی تفسیر خود افصح العرب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ لَيْسَ قَبْلَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی جب مخلوق میں سے کسی موجود چیز کو دیکھو تو خدائے تعالیٰ کی ذات بابرکات اُس موجود مخلوق سے پہلے موجود ہے۔ مخلوقات سے کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا سے پہلے ہو۔

هُوَ الْاٰخِرُ لَيْسَ بَعْدَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی ہر چیز کی فنا اور زوال کے بعد اُس کی ذات پاک موجود ہے۔

هُوَ الظَّاهِرُ لَيْسَ فَوْقَهٗ شَيْءٌ۔ یعنی ہر چیز سے اُوپر اور غالب وُہی ہے اُس سے اُوپر اور غالب کوئی شے نہیں۔

هُوَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُوْنَهٗ شَيْءٌ۔ وہی پوشیدہ ہے سوا اُسکے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تفسیر خوب واضح کرتی ہے کہ زبان عرب میں ان الفاظ کا مفہوم اور مراد یہ ہے۔ اور وُہی معتبر ہے۔

اعتراض۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا۔ سیپارہ ۱۳۔ سُورۂ رعد رکوع ۶۔ کیا نہیں دیکھتے ہم آتے ہیں زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے ہیں۔ یہ فلاسفی قرآن کی عجیب ہے۔ زمین کناروں سے گھٹتی چلی آتی ہے۔

جواب۔ ہر زبان میں یہ محاورہ ہے کہ مکان سے مکان والے مراد ہوتے ہیں۔ جیسے نحو میں ظرف بمعنی مظروف سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذری متی کی انجیل ۱۱ باب ۲۱ اُٹھا کر پڑھو۔ "ہائے خورزین تجھ پر افسوس۔ ہائے بیت صیدا تجھ پر افسوس۔ کیونکہ یہ معجزے جو تم میں دکھلائے اگر صور و صیدا میں دکھلائے جاتے تو ٹاٹ اوڑھ کے اور خاک میں بیٹھ کے کب کی توبہ کرتے۔" پھر متی ۲۳ باب ۳۷ دیکھو "اے یروشلم اے یروشلم جو نبیوں کو مار ڈالتا اور اُنہیں جو تیرے پاس بھیجے گئے سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا تیرے لڑکوں کو جمع کروں۔" دیکھو متی کی ان آیات میں خورزین اور بیت صیدا اور یروشلم سے اسکے مکین مراد ہیں بولتے ہیں تو مکان بولا گیا ہے پر مقصود مکان والے ہیں۔ ایسا ہی قرآن کریم کی اس آیت میں جو اعتراض میں مذکور ہے الارض سے جو معرف بالف لام ہی خاص زمین والے یعنی اہل مکہ مراد ہیں۔ مقصود آیت کا یہ ہے کہ باری تعالیٰ مکے کے رُوسا اور شرفا کو نصیحت کرتا اور عبرتاً ارشاد فرماتا ہے "کیا انہوں نے (اہل مکہ) نہیں دیکھا کہ ہم مکے والوں کے پاس آتے ہیں اور اُن کی طرف کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ اطراف کے معنی سمجھنے کے لئے اُس فقرے پر غور کرنا واجب ہے جو ابو طالب نے وفات کیوقت اپنی آخری اسپیچ میں کہا۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

وَاَیْمُ اللّٰهِ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی صَعَالِیْكِ الْعَرَبِ وَاَھْلِ الْاَطْرَافِ[لہ] وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ
اور خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں عرب کے غریبوں اور اہل اطراف اور کمزور
مِنَ النَّاسِ قَدْ اَجَابُوْا دَعْوَتَهٗ۔
لوگوں کو کہ محمد کے کہنے کو مان لیا ہے ۱۲۔

لہ اہل اطراف وہ لوگ جو امیروں کے خدام اور اُن کے حواشی ہیں اور گاؤں کے لوگ ۱۲۔

اس اسپیچ میں ابو طالب گویا تمام رؤسائے مکہ کے روبرو اس آیت کی تصدیق کرتا ہے۔ جو اعتراض میں مذکور ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے مکے والو اہلِ اطراف نے تو اُسکی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو مان لیا ہے۔

اور تعلیم الٰہی اور کلام ربانی کا اطراف میں آنا یعنی پھیلنا گویا خدا کا اطراف میں آنا ہے۔ حاصل کلام آیت یہ ہوا کہ کفار کی تعداد کم ہوتی چلی جاتی ہے اور مسلمان دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

پادری صاحبان! ملاحظہ فرمائیے اب وہ زمین (مکہ) گھٹتے گھٹتے بالکل فنا ہی ہوگئی۔ اور ایک نئی زمین جس پر توحید ہی توحید ہو۔ اُس کے عوض نکل آئی۔ خوب سوچیئے۔ یہی اطراف کا کم کرنا اور اُن کا سمیٹنا ہے اور یہی مقصود آیت قرآنی کا ہے۔ افسوس دل دانا اور چشم بینا کہاں جو ان الٰہی اسراروں کو دیکھے اور سمجھے۔ اب آئیے کتب اناجیل کو ٹٹولیئے۔ کہ اُن میں "زمین کے کناروں" کا لفظ و محاورہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ آئیے ہم نکالے دیتے ہیں۔

یسعیاہ ۴۱ باب ۵۔ "زمین کے کنارے ہراساں ہوتے وے نزدیک آتے اور حاضر ہوتے ہیں"۔

یسعیاہ ۔ ۴۹ باب ۶۔ "تجھ سے میری نجات زمین کے کناروں تک پہنچی"۔

حزقیل ۷، باب ۳۔ "اُس سرزمین کے چاروں کونوں پر آخر آن پہنچا ہے"۔

پادری صاحبان! اگر زمین کے کناروں کا ہراساں ہونا اور نزدیک آنا اور حاضر ہونا ممکن ہے۔ تو اُن کا گھٹنا کیا ناممکن ہے۔

اصل یہ ہے کہ قرآن مجید کا مطلب تو صاف ہے اور عہد عتیق کے محاورات اُس کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر یہ چشم بستہ قوم جس صورت میں اپنی ہی کتابوں سے جاہل ہے۔ پھر بھلا قرآن پر غور کرنے کا موقع اُنہیں کیونکر ملے!

اعتراض۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡهَا۔ "تحقیق قیامت آنیوالی ہے۔ قریب ہے۔ میں اُسے چھپاؤں" یہ غلط ہے۔ کیونکہ چھپانا اُس کا ہوتا ہے جو ظاہر ہو۔ قیامت ظاہر ہی نہیں۔ اُس کا چھپانا کیسا۔

جواب۔ معترض کا ترجمہ غلط ہے۔ اور اس آیت کا اخیر جملہ خود ہی اُس کی غلطی کو ظاہر کئے دیتا ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡهَا لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰی۔ سیپارہ ۱۶ سورۂ طٰہٰ رکوع اوّل۔

تحقیق وہ گھڑی آنے والی ہے۔ قریب ہے میں اُسے ظاہر کر دوں۔ تو کہ ہر جی اپنے کیئے کا بدلا پائے۔ یہ معنی بالکل صاف اور صحیح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔ اور نہ ان معنوں پر کچھ اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی کہے اخفیہا کا مادہ ہے خفی اسکے معنی ظاہر کروں کیسے ہوئے۔ تو اُسے زبان عرب میں غور کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ خفی کا لفظ متضاد معانی رکھتا ہے۔ اب خفی بمعنی ظاہر ہوا کا محاورہ سُنو۔ خَفِیَ الۡبَرۡقُ خَفۡوًا وَخَفۡوًا اَیۡ لَمَعَ یعنے خفی البرق کے معنی ہیں بجلی چمکی۔ خَفِیَ الشَّیۡءُ اَیۡ ظَهَرَ یعنی چیز ظاہر ہوئی خَفِیَ الۡمَطَرُ النَّافِقَ۔ یعنی مینہ نے چوہے کے چھپے بِل کو ظاہر کر دیا۔ اگر خفی بمعنی چھپانے کے لیں تو بھی وہی ترجمہ جو مَیں نے کیا ہے صحیح ہے۔ کیونکہ اُخفی مزید علیہ مجرد مادہ خفی کا ہے۔ اور اُخفی افعال کا باب ہے جو کبھی سَلب کے معنی دیتا ہے۔ یعنی مادہ مجرد کے معنی کو دُور کر دینا۔ دیکھو۔ اَشۡکَیۡتُ مَیں نے شکوہ دُور کیا۔ اَشۡکَلۡتُ میں نے مشکل کو دُور کیا۔ طَاقَ یطیق مجرداً بمعنی برداشت کرنا ہے اور اَطَاقَ یُطِیۡقُ مزیداً بمعنی برداشت نہیں کرنا۔ اسی طرح خَفِیَ کے معنی ہیں چھپا۔ اَخۡفٰی ماضی کے معنی ہیں ظاہر کیا۔ اور اُخۡفِیَ مضارع کے معنی ہیں ظاہر کرونگا۔

ایک اور دلیل جو نہایت صفائی سے اس ترجمے کی صحت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے۔ اکاد کے معنی ہیں "مَیں ارادہ کرتا ہوں"۔ قرآن میں دُوسری جگہ بھی یہ محاورہ موجود ہے

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ - سیپارہ ۱۳ - سورۂ یوسف - رکوع ۹ یعنی ایسا ہی ہم نے یوسف کیلئے ارادہ کیا اور عرب کا محاورہ ہو لَا اَفْعَلُ وَلَا اَكَادُ - نہ میں کرتا ہوں اور نہ میرا ارادہ ہے۔ پس اُكَادُ اُخْفِيْهَا کا ترجمہ ہوا میں ارادہ کرتا ہوں اُسے ظاہر کروں۔

اعتراض - سورۂ انبیاء ۳ رکوع ۳۰ - کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین تھے ملے ہوئے پس جدا کیا ہم نے ان دونوں کو یہ سب پر روشن ہے کہ کافر آسمان اور زمین کی جدائی سے پیچھے پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی پیدائش سے پہلے خدا کو یہ کام کرتے ہوئے کیسے دیکھ لیا۔

الزامی جواب - پس کیا متی ۳ باب ۱۶ جھوٹ کہتا ہے " یسوع بپتسما پا کے فوراً پانی سے نکل کے اوپر آیا " اور دیکھو اُسکے لئے آسمان کھل گیا۔ اور کیا حواریوں کے اعمال (۷ باب ۵۶) میں کذب بولا ہے۔ دیکھو آسمان کھلا اور ابن آدم کو خدا کے داہنے ہاتھ کھڑے دیکھتا ہوں " اب غور کرنا چاہیئے کہ متی اور اعمال میں جن لوگوں کو کہا دیکھو کیا وہ دیکھتے اور دیکھ سکتے تھے یا اب بھی ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا ان لوگوں کی چشم دانش کو کھولے اور انہیں راہِ حق دکھلائے۔ عجیب عجیب اعتراض کرتے ہیں جن کا منشا جہل اور نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں بیسیوں جگہ یہ لفظ موجود ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ[1] - سیپارہ ۳۰ سورۂ فیل رکوع ۱ -

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ[2] - سیپارہ ۳۰ - سورۂ فجر - رکوع ۱ - وغیرہ وغیرہ حالانکہ اصحاب فیل اور عاد کا واقعہ ولادتِ آنحضرت ؐ سے پیشتر واقع ہو چکا ہے ایسے موقعوں میں لفظ دیکھا یہ معنی نہیں رکھتا کہ موجود و حاضر ہو کر بایں چشم سر دیکھا بلکہ وہ واقعات جو مسلّم اور متداول لاریب چلے آتے ہیں اور جنکی صداقت کو اخلاف واقعۂ چشم دید سے کچھ کم اعتقاد

---

[1] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے خدا نے اصحاب فیل کے ساتھ کس طرح کیا ۱۲

[2] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد کے ساتھ تمہارے خدا نے کیسا کیا ۱۲

نہیں کرتے۔ لفظ دیکھا سے تعبیر کئے جاتے ہیں اور یہ محاورہ ہر زبان کی عام بول چال میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ دیکھو مصر میں انگریز کیا کارروائی کر رہے ہیں۔ دیکھو آئرلینڈ کے لوگ کیسا فساد مچا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ فقرات ہندوستان میں بیٹھا ہوا ایک شخص کہہ رہا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اُس کے اِس کلام کے مخاطبین ان آنکھوں سے مصر اور آئرلینڈ میں موجود ہو کر وہ کارروائی اور فساد دیکھ رہے ہیں۔

حقیقی جواب۔ لغت میں رویت اور رائی کے معنی جن سے یرٰی کا لفظ مشتق ہوا ہے غور کے قابل ہیں۔ دیکھو قاموس اللغت۔ اَلرُّؤْيَةُ النَّظَرُ بِالْعَيْنِ وَالْقَلْبِ وَالرَّأْیُ الْاِعْتِقَادُ۔ یعنی رویت آنکھ سے دیکھنے اور دل سے دیکھنے اور رائی اعتقاد کرنے کو کہتے ہیں۔

معترض نے زبان کی ناواقفیت کے سبب سے رویت کو آنکھ کے ساتھ دیکھنے ہی پر منحصر سمجھا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے ”کیا کفار نے نہیں سمجھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پس ہم نے اُن کو جُدا کیا۔

اصلی حقیقی جواب۔ آیت یہ ہے:۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ سیپارہ ۱۷۔ سورۂ انبیاء۔ رکوع ۳۔

سماوات جمع ہے سما کی اور اس کے معنی ہیں اوپر کی چیز۔ اور بادل کو بھی کہتے ہیں۔ رتق کے معنی ہیں جوڑنا۔ بند کرنا۔ قحط۔ خشک سالی۔ فتق ضد ہے رتق کی اسکے معنی ہیں پھاڑنا کھولنا۔ سماں جسے ارزانی کہتے ہیں۔ دیکھو قاموس اَلسَّمَآءُ كُلُّ مَا ارْتَفَعَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَالسَّحَابُ۔ الفتق الشق۔ فتقه شقه۔ وَالخصب والرتق ضده۔

پس ٹھیک ترجمہ آیت کا یہ ہوا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے (نہیں سوچتے) کہ اُوپر کی سطح (بادل)

ا؎ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک آسمان اور زمین دونوں بند تھے اور ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے زندہ کیا ہر چیز کو پانی سے ۱۲۔

اور زمین بند ہوتے ہیں (یعنے خشک سالی واقع ہوتی ہے) پھر ہم اُنہیں کھولدیتے ہیں (یعنی مینہ برستا ہی) اور ہر جاندار چیز کو پانی سے بناتے ہیں۔ یعنی آسمان سے مینہ برستا زمین سے نباتات نکلتے ہیں۔ سمان ہوتا ہے۔ ارزانی ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص سماوات پر جو سما کی جمع ہو اعتراض کرے تو اُسے ایوب ۸ ۳ باب ۳۷ پڑھنا چاہیئے۔ جہاں لکھا ہی "کون اپنی دانش سے بادلوں کو گن سکتا ہی" عربی اور عبری زبانیں دونوں قریب قریب ہیں۔

یہی محاورہ کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ دیکھو پیدائش ۷ باب ۱۱-۱۲- آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ چالیس دن اور رات پانی کی جھڑی لگی رہی۔

پیدائش ۸ باب ۲- آسمان کی کھڑکیاں بند ہوئیں اور آسمان سے مینہ تھم گیا۔

اوّل سلاطین ۸ باب ۳۵- پھر جب آسمان بند ہو جائیں اور بارش نہ ہو۔

حجے ۱ باب ۱۰- آسمان بند ہے اوس نہیں گرتی۔

۲- تاریخ ۶ باب ۲۶- اگر آسمان بند ہو جاویں۔ اور نہ برسیں۔

۲- تاریخ ۷ باب ۱۳- جو میں آسمان کو بند کروں کہ بارش نہ ہو۔

لوقا ۴ باب ۲۵- ساڑھے تین برس آسمان بند رہا۔ زمین حاصل دینے سے باز آئی اور میں نے خشک سالی کو طلب کیا۔

اعتراض۔ (ا) سورۂ ہود ۹ رکوع۔ مومن بہشت میں رہیں گے جبتک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور کافر دوزخ میں رہیں گے جبتک آسمان و زمین قائم ہیں (ب) سورۂ الحاقہ ۱۴ سے ۱۶ تک۔ جب صور پھونکا گیا آسمان پھٹ جائیگا اور زمین اُلٹائی جائیگی (ج) سورۂ الرحمٰن ۲ رکوع۔ سب کچھ فنا ہو جاویگا۔ لاکن صرف مُنہ خدا کا باقی رہیگا۔ سورۂ الحاقہ اور الرحمٰن سے ظاہر ہے کہ نہ آسمان و زمین رہیں گے۔ اور نہ مؤمن بہشت میں نہ دوزخی دوزخ میں۔ کیونکہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ تو یہ بھی سب کچھ کے احاطے سے باہر

نہیں۔ اِس لئے یہ کذب ہے۔

جواب۔ پس کیا ہی بُرا بول بولا۔ اور کیسا غلط الہام اور جھُوٹی رُوح سے کہا اور یہ کہ اے خداوند تو نے ابتداء میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں وَے نیست ہو جائینگے پر تُو باقی ہے۔ وَے سب پوشاک کے مانند پُرانے ہونگے اور چادر کی طرح تُو اُنہیں لپیٹیگا[ا] اور وَے بدل جاوینگے پر تو وُہی ہے اور تیرے برس جاتے نہ رہیں گے۔ (نامۂ عبرانیاں ا۔ باب ۱۱-۱۳)

کیا پطرس جھوٹ کہتا ہے کہ خداوند کا دن جس طرح رات کو چور آتا ہے آویگا اور اسی میں آسمان سناٹے کی طرح جاتے رہیں گے۔ اور اجرام فلکی جل کر گداز ہو جائیں گے۔ اور زمین اُن کاریگروں سمیت جو اس میں ہیں بھسم ہو جائیگی۔

ناظرین غور کرو۔ پطرس فرماتا ہے کہ اجرام فلکی اور زمین مع اپنی کاریگروں کے فنا ہو جاوے گی۔

ہم پُوچھتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ فنا ہو جاوینگے۔ تو پھر مسیح کس کی عدالت کو آوینگے اور عیسائیوں کو ابدی آرام کیسے ملیگا۔

سچ پُوچھو تو اِس یاجوجی قوم کو اعتراض کرنے اور عیب بینی کے سوا اور کچھ نہیں سُوجھتا۔ حقیقت شناسی اور صداقت طلبی سے تو کچھ سروکار نہیں۔ کاش قرآن پر اعتراض کرنے سے پہلے کتب اناجیل کو بغور ملاحظہ کر لیا کریں۔ کہ ان کتابوں کا طرز ادائے مطلب کس قدر آپس میں ملتا جُلتا ہے۔

چونکہ عبرانی اور عربی زبان کے محاورات نہایت ہی مشابہ ایک دوسرے سے ہیں۔ اِس لئے قرآن کے مجازات اور استعارات میں خوض کرنے سے قبل توریت کے طرق ادائے

[ا] یَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ۔ ترجمہ۔ جس دن لپیٹیں گے آسمان کو مانند لپیٹنے کاغذ کتاب کے جیسے ہم نے پہلے پیدائش کو شروع کیا۔ ہم دوہرا دینگے اُس کو ۱۲

مطالب میں بغور نگاہ کرنی اشد ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اب انصاف سے دیکھو آیاتِ قرآنی کا مقصود کس قدر صاف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت اور دوزخ میں نیا آسمان اور نئی زمین ہوگی۔ اور یہ زمین اپنی موجودہ حالت پر نہ رہیگی۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔[1]

سیپارہ ۱۳۔ سورۂ ابراھیم۔ رکوع ۷۔

جس آیت کا سوال میں اشارہ ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ جب تک (وہ) آسمان و زمین قائم ہیں۔

یعنے مومن بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ عربی زبان میں الف لام خصوصیت کا نشان ہے۔ اُردو فارسی میں معرفے اور نکرے میں امتیاز کرنے کے لئے کوئی نشان نہیں۔ پس السمٰوٰت اور الارض میں سمٰوات اور ارض کے اوّل میں الف لام تخصیص کا اظہار کرتا ہے۔ اور مقصد اس تخصیص سے وُہ خاص آسمان و زمین مراد ہیں۔ جو اُس عالمِ آخرت کے مناسب اور اُس مقام کی صورت طبعی کے اقتضا کے موافق ہونگے۔ غرض بہشت اور دوزخ میں خاص آسمان اور زمینیں ہونگی اور موجودہ آسمان و زمین اپنی حالت سے بدل جائینگے۔ نافہم عیسائی اپنی کتب مسلّمہ سے بیخبر اسی عدم امتیاز کے باعث ایسی فاحش غلطیوں میں پڑتے اور بیابان ضلالت میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اناجیل کا بھی یہی منشاء ہے جہاں لکھا ہے "اور کہ تم خدا کے اُس دن کے آنیکے منتظر ہو۔ جس میں آسمان جل کر گداز ہو جاوینگے۔ پر ہم نئے آسمان اور نئی زمین کی جن میں راستبازی بستی ہے اُسکے وعدے کے موافق انتظاری کرتے ہیں۔" (۲ پطرس ۳ باب)

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔[2] سیپارہ ۲۰۔ سورۂ قصص۔ رکوع ۹۔

---

[1] جسدن بدل ڈالی جاویگی زمین سوائے (اس موجودہ) زمین کے اور آسمان اور اللہ واحد زبردست کے رُوبرو پیش ہونگے ۱۲

[2] ہر شئے اُس کی ذات کے سوا فنا ہونے والی ہے ۱۲۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ - سیپارۂ ۲۷ - سورۂ الرَّحمٰن - رکوع ۲ -

ان آیات کا مطلب واضح ہے کہ بقا صرف ذاتِ الٰہی کے واسطے ہے - دیکھو اتمطاؤس ۶ باب ۱۶ - لفظ وجہ کے معنی لغت عربی میں دیکھو - اَلْوَجْهُ مُسْتَقْبَلُ کُلِّ شَیْءٍ وَ نَفْسُ الشَّیْءِ - یعنی وَجْهُ ہر چیز کے حصّہ مقدم اور نفس شَے کو کہتے ہیں اس لئے ہم نے اُردو ترجمے میں وجہ کا ترجمہ ذات کیا ہے -

اعتراض - سورۂ اعراف ۲۲ رکوع ۱۷۲ - آدم کے بیٹے اُسکی پیٹھ سے نکالے گئے اور اُن سے وعدہ کرایا گیا کہ خدا کے سوا کوئی ماننے کے قابل نہیں یہ کذب ہے - ہنود کے مقبولہ مسئلہ تناسخ کے مثل معلوم نہیں خدا نے کب اقرار لیا - سچ ہو تو بھی خدا کا مطلب نہ نکلا - یہی کذب ہے -

الزامی جواب - متی ۱۷ باب ۳ - حواریوں کے رُوبرو جب مسیحؑ مجسّم تھے - موسیٰؑ و ایلیا مسیحؑ کو ملے -

ایوب ۳۸ باب ۵ - زمین کے کونے کا پتھر رکھتے وقت صبح کے ستارے ملکے گاتے تھے - اور سارے نبی اللہ خوشی کے مارے للکارتے تھے -

انصاف سے سوچنے کا مقام ہے کہ موسیٰؑ تو مسیحؑ مجسم سے سینکڑوں برس پہلے مر چکے تھے - ایلیا بھی اُن سے قبل چل بسے تھے - پھر مسیحؑ بن مریم کو کیسے ملے - کیا پھر جنم دھارا -

آدمؑ حسب بیان پیدائش زمین کے بننے کے بعد پیدا ہوئے - یہ سارے نبی اللہ کہاں سے آ گئے - اور کب پیدا ہوئے -

جو جواب اور تاویل ان آیات کی نسبت آپ بیان کرینگے وُہی قرآن کریم کی آیت کی نسبت سمجھ لیجئے -

---

ف سب جو اس (زمین) پر ہیں فنا ہونیوالے ہیں اور بقا تیرے ربّ کی ذات کو ہے جو جلال اور اکرام والا ہے ۱۲

یہاں ایک اور امر بھی اظہار کے قابل ہو کہ معترض نے آیت کے ترجمے میں مِنْ ظُہورِہم کا ترجمہ "اس کی پیٹھ سے" کیا ہو۔ اور یہ صحیح نہیں ہے۔ ہم پہلے اصل آیت کو لکھتے ہیں اور پھر صحیح ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ سیپارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۲۲۔

یاد رہے کہ مِنْ ظُهُورِهِمْ میں ظُهُور کا لفظ زبانِ عرب میں زائد آیا کرتا ہو دیکھو قاموس بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ۔ أَيْ وَسْطِهِمْ۔ بَيْنَ کا لفظ وسط کے معنی دیتا ہو۔ اور اظہر کا لفظ زائد ہو معنی اس فقرے کے اُن کے بیچ یا اُن میں۔ حدیث میں بھی یہ محاورہ آیا ہو۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان صفحہ ۷۔ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا۔ آپ تھے ہم میں۔ محاورۂ عرب دیکھو۔ مَا أَفْصَحَكَ وَمَا خَرَجْتَ مِنْ أَظْهُرِنَا۔ تو کیسا فصیح ہو۔ اور تو ہم سے الگ نہیں نکلا۔ اور عرب بولتے ہیں۔ کان ینشد عن ظهر قلبه۔ یعنے وہ دل سے یا از بر شعر پڑھتا تھا۔ ظہر کا لفظ زائد ہے۔

حقیقی جواب ۔ اصل مطلب آیت کا یہ ہو کہ عادل رحیم قدوس خدا نے تمام بنی آدم میں اُن کی بدو فطرت میں ایک قوت ایمانیہ اور نور فراست ودیعت رکھا ہے جو ہمیشہ وجود الٰہی اور اُس کی ربوبیت کا اقرار یاد دلاتا رہتا ہے یا اقلاً یوں کہو کہ اگر مثلاً کسی عارض کے باعث غافل بھی ہو جاوے۔ تو بھی چونکہ اصل فطرت میں وُہ قوت مجبول کی گئی ہے کسی بیرونی محرک کے سبب سے حرکت میں آجاتی ہے۔ ہاں اگر کسی بے ایمان کے اندر کسی باعث سے وہ قوت بالکل مرگئی ہو۔ اور وہ کم بخت اتھاہ کنوئیں میں جا پڑا ہو۔ اور شیطان کا فرزند بنکر آسمانی دفتر سے اُس نے اپنا نام کٹوا لیا ہو تو یہ اُس کا اپنا قصور ہو۔

ل۱ اور جب لی تیرے رب نے آدمیوں سے اُنہیں کے درمیان سے اُن کی اولاد اور اُنہیں اُنہیں گواہ ٹھرایا کہ مَیں تمہارا رب نہیں ہوں اُنہوں نے کہا ہاں ہم گواہ ہوئے ۱۲۔

عادل خدا کی ذات اس سے منزہ ہے۔

اب اُسی فطرت کے اقرار کو اُسی ربوبیتِ الٰہی کے جبلّی معترف فطرت کو الہامی زبان ربانی کلام اس طرزِ عبادت میں بیان فرماتا ہو۔ اور اس دقیق فطرت کے راز کو اِس طرح پر انسان کو سمجھاتا ہو کہ انسان بر فطرت میں میری ربوبیت کا اقرار کر چکا ہے۔ یعنی اُلوہیت ایزدی کا اعتراف انسان کا امر جبلّی اور فطری ہے۔ اور اُس کی ترکیب و ہیئت ہی اس امر پر شاہد عادل کافی ہے۔

قرآن کا یہ عجیب معجز طریق ہو کہ وہ ایسے باریک مسائل کو اس نہج میں ادا کرتا ہو کہ اُس سے عالم و جاہل یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ عیسائی ظاہر بین الفاظ پرست ان اسرار کو کیا سمجھیں۔ وہ تو کتب الہامیہ کے خصوصیات اور اُن کے طرق ادا ہی مطالب سے آشنا ہی نہیں ہوئے۔ خواہ مخواہ ہر ایک حقیقت پر اعتراض جما دینے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے۔ گو وہ اناجیل ہی میں کیوں نہ ہو۔

اعتراض۔ سورۂ بقرہ ۸ رکوع۔ اعراف ۲۱ رکوع ۱۶۷۔ مائدہ رکوع ۶۵ میں ہو یہود بندر بن گئے۔ کب کس ملک میں کس شہر میں یہ عظیم واقعہ ہوا۔ اُن لوگوں کے قرب و جوار والوں سے کس نے لکھا۔

الزامی جواب۔ لیجئے صاحب گھبرائیے نہیں خدا کے فضل سے ہم بتائے دیتے ہیں۔ متی ۱۵ باب ۲۶۔ ایک عورت نے مسیحؑ سے روٹی مانگی (آپ کس لطافت اور نرمی اور حسن خلق سے اُسے جواب دیتے ہیں) "لڑکوں کی روٹی لے لینی اور کتوں کو ڈالنی خوب نہیں"۔

متی ۷ باب ۶۔ جو پاک ہے کتوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو۔

متی ۲۳ باب ۳۳۔ اے سانپو۔ اے سانپوں کے بچو تم جہنم کے عذاب سے کیونکر بچو گے۔

پادری صاحبان! مہربانی کر کے آپ بھی ذری تکلیف اُٹھائیے اور حقیقت بینی کو مدِّ نظر رکھ کر آپ ہی بتائیے۔ یہ کتّے اور سور اور سانپ کون تھے۔ یہی عرفی اور مشاہدے

کے حقیر جانور تھے۔ کیا یہودی تھے۔ کیا وہ مسیحؑ کے معہود فی الذہن اور قابل ملامت بنی اسرائیل نہ تھے۔ اب بتائیے وہ کب کس ملک اور کس شہر میں کتے اور سور اور سانپ بنیں اور سچ مچ مسیح ہی ہوئے ہوئے تھے یا ہو گئے۔ خوب سمجھ رکھیئے۔ جہاں یہ واقعہ عظیم واقع ہوا۔ وہاں ہی اور انہیں معنوں ہیں قرآن والا واقعہ عظیم گذرا۔

حقیقی جواب (اصل قصہ قرآن مجید میں یوں ہے)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ۔ سیپارۂ ۱۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۸۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ۔ سیپارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۱۳۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ سیپارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۱۔

سبت لغت میں آرام کو کہتے ہیں۔ دیکھو قاموس السبت الراحۃ اور ہفتے کے دن کو بھی کہتے ہیں۔ یہودی آرام کے دنوں میں یا یوں کہو سبت کے دن خدا و ند خدا کی نافرمانی کرتے اور اُن کی سرکشی اور بغاوت پر جب باریتعالیٰ کا غضب بھڑکتا تو ذلیل اور خوار ہو جاتے اور اُنکی حالت اس ذلت اور ادبار کی وجہ سے گویا بندروں اور سوروں اور کتوں کی سی ہو جاتی۔ اسی مجاز کو قرآن کریم بیان کرتا اور اہل کتاب کو جو زمانۂ نبویؐ میں تھے، اُن کے اسلاف کا عبرت انگیز حال یاد دلا کر نصیحت دیتا ہے۔ مسیحؑ کی لعنت کا ذکر بنی اسرائیل پر جو قرآن کی آیت میں مذکور ہوا ہے۔ یاد رکھو۔ وہ وُہی لعنت ہے جو الزامی جواب میں بیان فرمائی۔

۱۲

لے اور تم جان چکے ہو اُن لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن میں زیادتی کی پس ہم نے کہا اُنکو کہ ذلیل بندر ہو جاؤ ۱۲ لے تو کہہ میں تمہیں بتاؤں جسے خدا کے یہاں سے سخت سزا ملی وہ جنہیں اللہ نے ملعون کیا اور غضب کیا اُسپر اور اُن میں سے بندر اور سور بنائے ۱۲ سے لعنت کیے گئے وہ لوگ بنی اسرائیل سے کافر ہوئے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی ۱۲۔

ایسے مجازوں کو جو کتب الہامیہ میں خصوصاً اور ہر زبان میں عموماً مستعمل ہوتے ہیں۔ حقیقت اور نفس الامری سمجھ لینا سخت غلطی ہے۔ اور یہ خوش فہمی انہیں حضرات نصاریٰ سے ہی مخصوص ہے۔

پادری صاحبان! ہماری مہربانی کا شکریہ ادا کیجئے۔ اور اس شکریے میں کلامِ حق پر جاہلانہ اعتراض کرنے سے باز آیئے۔ ہم آپکی جہل کا پردہ اٹھائے دیتے ہیں اور کتبِ مقدسہ ہی سے اُس گاؤں کا پتہ لگائے دیتے ہیں۔ سُنیئے۔ وُہ گاؤں یروشلم ہے۔ دیکھو نحمیاہ ۱۳ باب ۱۶۔ اور وہاں کے صور کے لوگ بھی ٹکتے تھے۔ جو مچھلی اور ہر طرح کی چیزیں لاکر سبت کے دن یہوداہ اور یروشلم کے لوگوں کے ہاتھ بیچتے تھے۔ تب میں نے یہوداہ کے شریف لوگوں سے تکرار کرکے کہا کہ یہ کیا بُرا کام ہے جو تم کرتے ہو کہ سبت کے دن کو مقدس نہیں جانتے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادوں نے ایسا کام نہیں کیا۔ اور ہمارا خدا ہم پر اور اس شہر پر یہ سب آفتیں نہیں لایا۔ تب بھی تم سبت کے دن کو پاک نہ ماں کے اسرائیل پر زیادہ غضب بھڑکاتے ہو۔

دیکھو یرمیاہ باب ۴۴۔ حزقیل باب ۲۰ و ۲۲ و ۴۴۔ سبت کی عدم حفاظت پر عذاب الٰہی آتا تھا۔

زبور ۱۰۵۔ ۲۹۔ اُن کی مچھلیوں کو مار ڈالا۔ یہ گویا نشان قہر الٰہی ہے۔

حزقیل ۴۷ باب ۶۔ ۱۲۔ مچھلیوں کی کثرت ہوگئی۔ یہ گویا فضل الٰہی کا نشان ہے۔

بعض مچھلیوں کی ہلاکت اور کثرت گویا خدا کے قہر و لطف کی علامت ہُوا کرتی تھی۔

قرآن مجید میں بھی اِس واقعے کا ذکر ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔

اِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا۔

چونکہ یہود کو سبت کی حفاظت کی تاکید شدید تھی۔ جیسا خروج ۲۰ باب ۹۔ اور ۳۵ باب سے پایا جاتا ہے۔ مگر وہ شریر قوم بخلاف حکم ربانی بغاوت اور عصیان کرتی تھی۔ اس لئے غضب

خداوندی اُن پہ نازل ہوتا۔ اور وُہ ذلیل و مردود ہو جاتے۔ اور اِس کو سؔور اور بندؔر کے استعارے میں مجازاً ذِکر کیا ہے۔

اعتراض۔ سورۂ ہوؔد ۴ رکوع ۲۲ و ۲۳۔ نوحؑ کا بیٹا طوفان میں ڈُوب مرا مفسرین نے اُس کا نام کنعاؔن بتایا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کنعان بعد طوفان پیدا ہُوا۔

جواب۔ الحمدللہ معترض نے بھی خود ہی اِس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ قرآن میں کنعان وغیرہ نام کچھ نہیں لکھا ہے البتہ مفسرین نے دو نام لکھے ہیں۔ ایک یاؔم بن نوحؑ۔ دیکھو فتح البیان اور قاموس لغت یوم۔ قرآن کو بغور پڑھیئے۔ اُس میں یہ بھی نہیں لکھا کہ وہ نوحؑ کا بیٹا حقیقی تھا۔ بلکہ قرآن کریم میں تو ہے۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ یعنی میرا بیٹا میری بیبی کی طرف سے۔ اور قرآن تو صاف کہتا ہے یہ لڑکا تیرے اہل کا بیٹا بھی نہیں۔ جہاں کہتا ہے۔

اِنَّہٗ[1] لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ سیپارہ ۱۲ سُورۂ ھُود رکوع ۴۔

اعتراض۔ سورۂ انفال ۴ رکوع۔ خدا محمدؐیوں پر عذاب نہ کریگا۔ جب تک محمدؐ اُن میں ہے۔ یہ کذب ہے۔ مدینے میں محمدؐ صاحب کی موجودگی میں قحط پڑا۔ بدؔر اور اُحدؔ میں محمدؐ صاحب کے ہوتے محمدؐیوں پر دُکھ آیا۔

الزامی جواب۔ پھر لوقاؔ کا کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ (لوقا ۲۱ باب ۱۶-۱۸) "بلکہ وے تم میں سے بعضوں کو قتل کرینگے"۔ پھر لکھتا ہے کہ "تمہارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جاویگا"۔

اور یہ الہامی کلام کیسے درست اُتریگا۔ (پیدائش ۱۷ باب ۸) جسمیں ابراہیمؑ و یعقوبؑ سے وعدہ ہُوا کہ "کنعان کی زمین مَیں تیری اولاد کو ابد کے لئے دُونگا"۔ ہزاروں برس ہو گئے ہم دیکھتے ہیں کہ وُہ ملک بنی اسرائیل کے قبضے سے نکلا ہُوا ہے۔ یہاں ایک آیت میں تو ہے۔ کہ قتل کئے جاؤگے۔ اور ایک آیت کہتی ہے کہ تمہارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جاویگا۔ ایک آیت ابد کا وعدہ دیتی ہے اور مشاہدہ اُس کے خلاف میں شہادت دیتا ہے۔ اگر ان

---

[1] وہ نہیں تیرے گھر والوں میں۔ اُس کے کام ہیں ناکارہ ۱۲۔

آیات کی توفیق و تطبیق میں کوئی تاویل کی جاتی ہے۔ اور ضرور کرنی پڑتی ہے۔ تو قرآن کے حل مطلب میں اُسے کیوں بھول جانا چاہیئے۔

جوابِ حقیقی۔ مَیں نے سُورۂ انفال کو غور و تدبر سے پڑھا ہی۔ جو بات اعتراض میں بیان ہوئی ہی وہ ہرگز ہرگز سورۂ انفال تو کیا تمام قرآن بھر میں کہیں نہیں ہی۔ مگر بعد غور کے معلوم ہُوا کہ ایک آیت ہے جس کا مقدم و مؤخر کاٹ کر اور اصلی مطلب نہ سمجھ کر یہ اعتراض پیدا ہُوا ہی۔ لہٰذا ہم تمام آیات متعلقہ حل معانی کو لکھ کر اصل مطلب بتاتے ہیں۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔ سیپارہ ۹۔ سورۂ انفال۔ رکوع ۴۔

اب اس میں یہ آخری آیت زیر بحث ہے۔ جس پر محض ناسمجھی سے تیز فہم معترض نے اعتراض جمایا ہے۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ان تمام آیات کے ترجمۂ لفظی سے ناظرین کو اصل مدعا کا پتہ لگ گیا ہوگا۔ مگر مزید توضیح کے لئے مختصرًا کچھ لکھے دیتا ہوں۔

اس اخیر آیت میں لِیُعَذِّبَھُمْ میں جو (ھُمْ) کی ضمیر ہے اُس کا مرجع وُہی (الّذین کفروا) ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تنذیرِ قرآن کفار مکہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا کہ قرآن کی تکذیب و انکار پر ضرور ضرور غضب الٰہی اُن پہ نازل ہوگا۔ اِس پہ

---

[1] اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھ کو بٹھادیں یا مار ڈالیں یا نکالدیں۔ اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا۔ اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں کہیں ہم سُن چکے ہم چاہیں تو کہ لیں ایسا یہ کچھ نہیں مگر احوال ہیں پہلوں کے۔ اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا پتھر آسمان سے یا لا ہم پہ دُکھ کی مار۔ اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا اُن کو جب تک تُو تھا اُن میں ۱۲۔

اُن جاہلوں نے از راہِ کمال جرأت وہ کہا۔ جس کا مضمون آیت سوم میں مذکور ہے۔ باریتعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جب تک تو اَے محمدؐ ان لوگوں میں ہے (یعنی سرزمین مکّہ اور اُسکے اہالی کے درمیان) تب تک ان پر عذاب نہیں آنے کا۔ اور بیشک یہ وعید الٰہی یہ پیشینگوئی ایک برس بعد ہجرت کے جب آپ مکّے کو چھوڑ مدینے چلے گئے۔ پُوری ہُوئی۔

کیسی صاف اور واضح بات تھی۔ حضرت زکی طبیعت معترض کہاں لے گئے۔ افسوس ان لوگوں کے قصور فہم یا عمدًا دیدۂ انصاف کے بند کر لینے کی کیا اور کہانتک شکایت کیجاوے گو حقیقۃً یہ بے معنی اور پوچ اعتراضات ہرگز لائق التفات نہ تھے۔ مگر ہم نے اس پر بھی محض بایں نیت کہ شاید اب بھی کوئی دل نُورِحق سے منوّر ہو جاوے۔ اس مخاطبے کو گوارا کیا ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کی پیشینگوئیوں میں دیکھو۔

ایک لطیف نکتہ

ایک اور بات خیال میں آئی۔ جس کا لکھنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سُنو ہم اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بلحاظ اصل مطلب معترض کے معنی صحیح ہیں۔ گو سورۂ انفال کی آیت کا مُدعا یہ نہ ہو کہ "جب تک محمدؐ محمدؐیوں میں ہے۔ اُن پر عذاب نہیں آویگا" بیشک یہ درست اور نہایت درست بات ہے اور واقعی امر ہے کہ جب تک محمدؐ محمدؐیوں میں ہو۔ اُنپر کوئی دُکھ کوئی وبال کوئی عذاب آ نہیں سکتا۔ محمدؐ محمدؐیوں میں ہو۔ اس کے یہ معنی کہ محمد رسُول اللہ کی اصلی اور واقعی تعلیم پر اُنکا ٹھیک ٹھیک عمل ہو۔ اور سر مُو اُسکے پاک احکام سے وہ تجاوز و انحراف نہ کریں۔ پس کیا ہی صحیح بات ہے کہ جب تک محمدؐ محمدؐیوں میں ہو۔ اُنپر کوئی عذاب نہ آویگا۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں اور بڑی دلیری سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام پر کوئی عذاب کبھی بھی نہیں آیا۔ جب تک محمد رسُول اللہ صلعم اُن میں رہے۔ بایں معنی کہ اُن کے کلام مقدس پر اہلِ اسلام ٹھیک ٹھیک عمل رہا۔ تاریخ صاف شہادت دیتی ہے کہ جب اہلِ اسلام نے اپنے پیارے ہادی کے نصائح سے انحراف کیا۔ جب ہی اُن پر ادبار آیا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہم ان معنوں کا ثبوت جو ہمنے اس فقرے "جب تک محمدؐ محمدیوں میں ہو" میں لفظ "میں ہو" سے اُن کے کلام مقدس پر قرار واقعی عمل کرنے کے لئے ہیں۔ انجیل سے دیں۔ سنو۔

انجیل یوحنا ۱۷ باب ۱۹۔ مسیح فرماتے ہیں "جس طرح تُو نے مجھے دُنیا میں بھیجا۔ مَیں نے بھی اُنہیں دُنیا میں بھیجا۔ اُن کے لئے بھی جو اُن (حواری) کے کلام سے مجھ پر ایمان لاوینگے۔ عرض کرتا ہوں تاکہ وے سب ایک ہوں۔ جیسا کہ تُو اے باپ مجھ میں اور مَیں تجھ میں وہ بھی ہم میں ایک ہوں۔"

یوحنا کا ۱۔ خط ۲ باب ۲۴۔ اسی واسطے جو تم نے شروع سے سُنا ہی۔ وُہی تم میں بسے۔

رومیوں کو ۱۲ باب ۵۔ ایسے ہی ہم جو بہت سے ہیں مسیح میں ہو کے ایک بدن ہوئے ہیں۔

۱ خط یوحنا ۳ باب ۲۴۔ اور جو اُسکے حکموں پر عمل کرتا ہی۔ یہ اُسمیں اور وہ اسمیں رہتا ہی۔

۱ خط یوحنا ۴ باب ۱۲۔ اگر ہم ایک دُوسرے سے محبت کریں۔ تو ہم خدا میں رہتے ہیں۔

اب دیکھو ان آیات سے صاف عیاں ہی کہ کسی کا کسی میں ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ پہلا شخص دُوسرے کا تابع فرمان ہو۔ اور اُسکے نصائح پر پُورا پُورا کاربند ہو۔ اسی کے مطابق آیت قرآنی کے معنی لے لو۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ جہاں جہاں کسی محمدی کو کوئی ایذا اور تکلیف پہنچی ہی بیشک اُسوقت محمدؐ رسول اللہ اُن میں نہ تھے۔ یعنی وہ لوگ نصیحت نبویؐ کو بھول گئے

لو سنو۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ اُس کا سبب خود ہی قرآن نے بتایا ہے۔

إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ[1]۔ سیپارۂ ۱۰۔ سُورۂ توبہ۔ رکوع ۴۔

اہل اسلام اس غزوے میں اپنی کثرت و جمعیت پر بھول گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] جب تمہاری کثرت تمہیں گھمنڈ میں لائی پس تمہارے گروہ تمہارے کسی کام نہ آئے پھر تم پیٹھ دیکر بھاگ نکلے ۱۲

علیہ وسلم کے فرمان ہدایت نشان کو طاق پر دھر دیا۔ اور اُس خدا داد قوت اور عطیے سے جسے حزم کہتے ہیں کام نہ لیا۔ اسلیئے وہ چند لمحہ کی اور جلد تدارک پانے والی تکلیف اُنہیں پہنچی۔ چونکہ وہ لوگ حکم رسول ص سے غافل ہو گئے۔ پس یقیناً رسول اللہ اُن میں اور وہ رسول اللہ میں اس وقت نہ تھے۔ گو تھوڑی دیر بعد پھر نصرتِ الٰہی نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ایسا ہی جو صدمہ اہل اسلام کو غزوۂ اُحد میں پہنچا۔ اُس کا سبب بھی رسول اللہ صلعم کی نافرمانی ہوا۔ کہ عبد اللہ بن جُبیرؓ کے ہمراہیوں نے بخلاف حکم آنحضرت صلعم کے اُونچے ٹیلے کو جس پر ثابت رہنے کیلئے آپ کا تاکیدی حکم تھا چھوڑ دیا۔ اِسلیئے وہ صدمہ اُنہیں پہنچا۔ جس کا تدارک فضلِ ایزدی نے بہت جلد کر لیا (ان سب کی تفصیل مضمون جہاد میں دیکھو) پس یہاں بھی کیسی صاف بات ہے کہ اس مصیبت کے نزول پر محمد رسُول اللہ صلعم اُن میں نہ تھے کہ عدولِ حکمی سے یہ سزا اُن پر آئی۔

شاید کسی کے دِل میں یہ وسوسہ گذرے کہ خود آنحضرت ص پر بھی تکلیف و مصیبت آئی۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم کا خیر خواہ اور ان کا دِلی ہمدرد ہادی و مصلح ہر حال میں اپنی قوم کا شریکِ نیک و بد رہتا ہے۔ بعض اوقات میں اس لزوم کی وجہ سے ضرور ہے کہ اُن لوگوں کے مصائب و آلام سے اُسے بھی حسب قانون قدرت بہرہ ملے۔ تاکہ ہر حال میں اُن کا ہمدرد اور سچا رفیق و انیس ثابت ہو۔ پس یُونہی ہوا کہ جب اس معرکے میں بعض کوتاہ اندیش آدمیوں کی غلطی کے سبب سے مسلمانوں پر ایذا آئی۔ سچے ہمدرد رسول مقبول ص نے اُن سے الگ ہونا گوارا نہیں فرمایا۔ بلکہ اُن کی شمولیت میں اس دُکھ سے حصّہ لیا۔ اِس لئے پاک وجود باجود کے طفیل پھر رحمتِ الٰہی اُن لوگوں کی مدد و معاون ہُوئی۔ عیسائی مذاق پر ثبوت سُن لو۔

مسیحؑ کامل راستباز تھے۔ اِلّا ملعون قوم کی خاطر ملعون ہوئے۔ گناہ اٹھائے۔ سزا سہی۔ موسےٰ و ہارون پر اپنی قوم کی خاطر ملعون ہوئے۔ گناہ اُٹھائے۔ سزا سہی۔ موسیٰ و ہارون پر اپنی قوم کی شمولیت کی وجہ سے عتاب آیا اور کنعان نہ پہنچے اور قوم کو چھوڑ خود چل نہ دیئے۔

اعتراض۔ سورۂ مومن ۳ رکوع۔ موسیٰ فرعون اور ہامان کے پاس بھیجا گیا۔ یہ غلط ہے۔ موسیٰ فرعون کے پاس ضرور بھیجا گیا۔ لیکن ہامان تو موسیٰ کی موت کے ڈیڑھ سو برس بعد اخویرس کا وزیر تھا۔ دیکھو استیر ۳ باب۔

الزامی جواب۔ کیا خوب! عجیب اعتراض ہے۔ پادری صاحب! ٹھیکہ پورا کرنا اسے ہی کہتے ہیں۔ کلام حق پر اعتراض کرنا اور یہ تغافل شعاری۔ یہ اعتراض ٹھیک ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائیوں کو کہے۔ساول داؤد سے پہلے سموئیل کے وقت بادشاہ ہوا مسیحؑ کا رسول کیسے ہو گیا۔ یعقوب تو بنی اسرائیل کا باپ اسحاق کا بیٹا تھا۔ مسیحؑ کا بھائی کیونکر بن گیا۔ مریم تو موسیٰ اور ہارون کی بہن تھی مسیحؑ کی ماں کس طرح ہو گئی۔ افسوس صد افسوس۔ ضد اور ہٹ انسان کو کس طرح موت کے اتھاہ کنوئیں میں جھکاتی ہے!

ینیس اور یمبرس نے موسیٰ کا مقابلہ کیا (۲ تمطاؤس ۳ باب ۸) بتاؤ توریت میں کہاں لکھا ہے کہ موسیٰ کا مقابلہ انہیں دو آدمیوں نے کیا۔ اگر ساول یعقوب اور مریم کئی آدمیوں کے نام ہو سکتے ہیں۔ تو کیا ناممکن ہے کہ ہامان فرعون کے افسر کا نام بھی ہو۔ اور خویرس کے وزیر کا بھی۔

اگر کہو ینیس اور یمبرس کا نام گو توریت میں نہیں تو تمطاؤس چونکہ الہامی کلام ہے اسلئے اُس میں ہونا بھی اُن کی صداقت کی کافی دلیل ہے تو ہم بھی قرآن کو الہامی اور الٰہی کلام مانتے ہیں۔ اور بہت صفائی سے وہی جواب دے سکتے ہیں۔

حقیقی جواب۔ ہامان کے معنی عربی میں محافظ کے ہیں۔ اور یہ وہ شخص ہے جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر متعین تھا۔ کہ اُن سے اینٹیں پکانے کا کام لے۔ دیکھو خروج ۵ باب۔ ا حضرت موسیٰ اُس شخص کو بھی نصیحت فرماتے تھے اور بنی اسرائیل کیساتھ حسن سلوک کو کہتے تھے۔ قرآن مجید سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ یہ شخص افسر عمارت تھا۔ جہاں فرمایا ہے اور فرعون کا قول جو اُس نے ہامان کو کہا۔ نقل کیا ہے۔

يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا[1] - سیپارہ ۲۴ - سورۂ مؤمن - رکوع ۴ -

اعتراض - سورۂ یونس ۹ رکوع ۸۷ - آیت - موسیٰ اور ہارون بھیجے گئے کہ اپنی قوم کے گھروں کے مُنہ رو بقبلہ بناویں - یہ باطل ہے کیونکہ کتب سماوی سے ظاہر ہے کہ موسیٰ کو خدا نے اسلیئے بھیجا کہ قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے چھوڑا کر ملک کنعان میں لا بساوے نہ یہ کہ مصر میں رہنے دے - دیکھو خروج ۳ باب ۷ سے ۱۰ تک -

جواب - اس باایمان معترض سے کوئی اہل انصاف پُوچھے کہ قرآن کی کس آیت کا یہ لفظی ترجمہ اُسنے کیا ہے - حقیقت میں اسکسے بڑھ کر کیا دھوکے بازی ہوسکتی ہے کہ اپنے زعم میں ایک بات کو اِدھر اُدھر سے کاٹ کر اس طرح پیش کرنا اور عوام کو جتانا کہ گویا بعینہٖ مقصود مصنف یا کلام مصنف ہے -

قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ موسیٰ اور ہارون اسلیئے بھیجے گئے تھے الخ جیسا معترض نے اعتراض میں پیش کیا ہے - قرآن میں بھی بالکل وہی مطلب اور وہی مضمون ہے جو خروج میں لکھا ہے -

فَأْتِيَا[2] فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

سیپارہ ۱۹ - سورۂ شعرا - رکوع ۲ -

وَلَقَدْ فَتَنَّا[3] قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ أَنْ أَدُّوْا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ - سیپارہ ۲۵ - سورۂ دخان - رکوع ۱ -

فَأْتِيَاهُ[4] فَقُوْلَا إِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ - سیپارہ ۱۶ سورۂ طٰه - رکوع ۲

---

[1] اے ہامان میرے لئے ایک محل طیار کر ۱۲ - [2] پس جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم پیغام لائے ہیں جہاں کے صاحب کا کہ بھیجدے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ۱۲ - [3] اور ہر آئینہ آزمایا ہم نے اُن سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا اُن لوگوں کو رسول بزرگ کہ حوالے کرو طرف میرے اللہ کے بندوں کو ہر آئینہ میں تم لوگوں کا امانتدار اور رسولؐ ہوں ۱۲ [4] سو جاؤ تم دونوں اُس کے پاس اور تم دونوں کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں اور تو بھیج ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور اُن کو دُکھ نہ دے ۱۲ -

جس آیت پر معترض کو دھوکا ہؤا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔
وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً[1]۔ سیپارہ ۱۱۔ سُورۂ یونس۔ رکوع ۹۔
اب اس کی تشریح سُنو۔ قبلۂ یہود وُہ جگہ تھی جہاں وہ قربانی کرتے تھے اور فصح کی رسم ادا کرتے اور عبادت کرتے تھے۔ دیکھو میزان الحق صفحہ ۲۲۔ پھر یروشلم یہودیوں کا قربان گاہ اور عبادتگاہ تھا اور خدائے تعالیٰ وہاں اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتا تھا کہ گویا اس جگہ میں رہتا تھا۔
انجیل لوک ۲ باب ۴۱ سے ۴۲ تک۔ اُسکے (مسیح) ماں باپ ہر برس عید فصح میں یروشلم کو جاتے تھے۔ اور جب وہ بارہ برس کا ہؤا وے عید فصح کے دستور پر یروشلم کو گئے۔
خروج ۳۴ باب ۲۳۔ اور استثنا ۱۶ باب ۱۶ میں بھی ایسی ہی باتیں لکھی ہیں اب اس سے واضح ہوگیا کہ یہ نشانات اور یہ حقیقت قبلۂ یہود کی تھی۔
اب خروج ۱۲ باب ۳ سے ۷ تک اور ۲۲ سے ۲۴ تک دیکھ ڈالو۔ اس میں لکھا ہے کہ
"اسرائیلیوں کے سارے گروہ سے یہ بات کہو کہ اس مہینے کے دسویں دن ہر ایک مرد اپنے اپنے گھر باپ دادوں کے گھرانے کے مطابق ایک برہ گھر پیچھے اپنے لیئے لے۔ اور شام کو ذبح کرو۔ اور اُس کا چھاپا دروازے پر لگاؤ"
۲۳ میں ہے۔ خداوند در پر سے گزر کریگا۔ اور ہلاک کرنے والے کو نہ چھوڑیگا کہ تمہارے گھروں میں آکے تمہیں مارے اور خداوند کا یہ بھی حکم تھا کہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اور یہ رسم گھر کے اندر ہی ادا ہو۔
یہی مطلب قرآن کا ہے کہ گھروں کو قبلہ بناؤ۔ یعنی یہ رسم گھروں ہی میں ادا کرو۔
جواب[2]۔ اہل اسلام کے نزدیک قبلہ وہ جگہ ہے جہاں قتل کا امن ضروری ہو۔ اور جس پر خاص خداوندی نظر ہو۔ چنانچہ دیکھو بیت اللہ کی نسبت جو اہل اسلام کا قبلہ ہے قرآن میں حَرَمًا اٰمِنًا وارد ہؤا ہے۔ اسلیئے کہ وہاں قتل نفس حرام ہے اس طور پر بھی قبلہ کہنا صحیح ہی کہ

[1] اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ ۱۲۔

فرشتے نے بنی اسرائیل کے گھروں کو امن دیا۔ اور فرعون کے پلوٹھے مار ڈالے۔

جواب۔ قبلۃً کے معنی متقابلۃً کے بھی ہیں۔ یعنی آمنے سامنے۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ اپنے گھر ایک دوسرے کے سامنے بناویں۔ اور مصلحت اس میں یہ تھی کہ رات کو نکل جانے کے لئے اچھا موقع ملے۔ دیکھو گنتی۔

اعتراض۔ سورۂ قٓ۔ رکوع ۳۔ وَيَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ ترجمہ۔ اور جسدن ہم کہینگے دوزخ کو کیا تو بھر گئی ہے تو وہ کہیگی کیا کچھ اور ہے۔ اور دیکھو ترجمہ مشارق الانوار لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ۔ ترجمہ۔ کہ ہمیشہ دوزخ کہیگی آیا کچھ ہے۔ تو کہہ رکھیگا بیچ اُسکے اللہ تعالیٰ قدم اپنا۔ پس دوزخ کہیگی۔ بس بس۔ چار باتیں جواب طلب ہیں۔

۱۔ کوئی معقول سبب بتاویں جسکے باعث خدا کو دوزخ میں پاؤں ڈالنا ضروری ہے۔

۲۔ کسی آیت کی سند سے بتاویں کہ خدا کے پاؤں کو دوزخ سے کبھی رہائی ملیگی یا ہمیشہ اُسی میں رہیگا۔

۳۔ کسی سند سے بتاویں کہ خدا کے پاؤں کے دوزخ میں جانے سے اُسکی جلانے والی تاثیر میں تبدیلی ہوگی یا نہیں۔ اگر تبدیلی ہوئی تو دوزخی عذاب سے چھوٹے ورنہ خدا کا پاؤں بھی جلا۔

۴۔ خدا جو بقولِ قرآن عرش پر بیٹھا ہے۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے دوزخ میں پاؤں لٹکا دیگا۔ یا عرش سے نیچے اُتر پڑیگا۔ اور جب پاؤں دوزخ میں گیا دوزخی بھی اُسے دیکھینگے یا نہیں۔

جواب۔ پادری صاحب نے اس اعتراض میں کمال قوت استنباطی کو خرچ کیا۔ اور شاید اُنہیں اپنے اس استخراج پر بڑا ناز ہوگا۔ صاحب اتنا ہی پوچھ لیا ہوتا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ حدیث کا مطلب صاف اور درست ہے مگر زبان اور محاورۂ عرب نہ جاننے کے سبب سے پادری صاحب اس بھول بھلیاں میں جا پڑے ہیں جو

خود اُنکے چالاک ہاتھوں کی کرتوت ہے۔
اصل منشا آپکے اعتراض کا جملہ یَضَعَ فِیْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ ہی جسکا ترجمہ ہے۔ رکھیگا اُس میں عزّت والا اپنا قدم۔ اب ہم آپ کو اُن الفاظ کا صحیح مطلب اور منشاء بتاتے ہیں۔ جن سے آپ کو بوجہ عدم فہم زبان عرب دھوکا ہُوا ہے۔ گو الفاظ نوصاف تھے اور محاورۂ عرب کی طرف ذرا ہی سی رجوع کرنے سے بآسانی حل ہو سکتے تھے۔ مگر چونکہ عادۃً نصاریٰ کا خاصّہ ہے کہ کسی کلام کا اصلی مقصد عمداً یا جہلاً بدوں توضیح و تفسیر نہیں سمجھتے یا سمجھ نہیں سکتے اور یہ عادت نسلاً بعد نسلٍ حضرات حواریین سے وراثت میں اُنہیں ملی ہو کہ وہ سادہ مزاج بھی حضرات مسیحؑ کے کلام کو بدوں تفسیر و تمثیل سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اِسلیئے ضرور ہوُا کہ ہم پوری تفسیر ان الفاظ کی کر دیں۔ سُنو۔

جواب۔ پہلا لفظ جسپر پادری صاحب کو دھوکا ہوُا ہے لفظ ربّ ہی۔ سُننا چاہیئے کہ ربّ کا لفظ بڑے بڑے آدمیوں پر بولا گیا ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قول اُس زندانی کو اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ۔ سیپارۂ ۱۲۔ سورہ یوسف۔ رکوع ۵۔ کہ مجھے اپنے آقا کے رُوبرو یاد کرنا۔ اور فرعون کہتا ہی۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ سیپارہ ۳۰۔ سُورۂ النازعات۔ رکوع ا۔ مَیں تمہارا بڑا ربّ ہوں۔

یہ لفظ عام بڑے بڑے رئیسوں اور امیروں پر بھی اطلاق ہوتا ہی اس لیئے اُس کی جمع ارباب سے اُمرا اور دُنیادار مُراد لیئے جاتے ہیں۔ اور ٹھیک اسی طرح عبرانی زبان میں بھی جسے عربی کے ساتھ مشابہت تامّہ ہے۔ استعمال ہوُا ہے۔ چنانچہ ربّی بڑے بڑے کاہنوں اور عالموں پر بولا ہی جاتا ہے۔

اور بعض جگہ جب کسی اسم کے ساتھ ترکیب میں مذکور ہوتا ہے۔ جیسے مثلاً اسی جگہ ربّ العزۃ یا ربّ البیت یا ربّ المنزل۔ اُسوقت مرادف لفظ صاحب کے ہوُا کرتا ہی۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں۔ صاحب العزۃ۔ صاحب البیت۔ صاحب المنزل۔ عزّت والا۔

گھروالا۔ منزل والا۔ یا مالک منزل۔

جواب۔ اور عزت بمعنی حمیت۔ ضد جاہلیت ہے۔ دیکھو قرآن میں ایک جگہ اس کا استعمال ہوا ہے۔

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ۔ یعنی جب اُسے خدا سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے تو اُسے عزت (ضد وحمیت جاہلانہ) گناہ پر آمادہ کرتی ہے۔ پس ایسے کیلئے جہنم بس ہے۔

اور عزیز کا لفظ جو اس سے مشتق ہوا ہے۔ قرآن میں (سورۂ دخان) شریر جہنمی پر جب جہنم میں ڈالا جائیگا۔ بولا گیا ہے۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔ چکھ کیونکہ تو بڑی حمیت والا اور بزرگ بنا بیٹھا تھا۔ اور عزیز اور رب العزۃ کے معنی ایک ہی ہیں۔ پس رب العزت اُس شخص سے مراد ہے جو دُنیا میں متکبر اور جبار اور بڑا ضدی کہلاتا ہے۔ اسی حدیث کی بعض روایات میں آیا ہے۔ حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا الْجَبَّارُ قَدَمَهٗ۔

جبار اور رب العزت کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنے متکبر سرکش حدود سے نکل جانیوالا پس گویا دونوں روایتیں علیٰ اختلاف الفاظ معنی واحد رکھتی ہیں۔ اب حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ دوزخ زیادہ طلبی کرتی رہیگی۔ جب تک شریر متکبر اپنے تئیں عزیز جاننے والے اُس میں اپنا پاؤں رکھیں یعنے داخل ہوں۔

یاد رہے کہ اہلِ اسلام کے اعتقاد میں دوزخ شریروں اور بدذاتوں کی جگہ ہے۔ جیسا حدیث ذیل میں مذکور ہے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۶۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دوزخ میں ایک وادی ہے اُس کا نام ہبب ہبب ہے۔ اُسکی تسکین کا باعث ہر ایک جبار ہوگا۔ اُسکے آخری جملے کے الفاظ یہ ہیں۔ يُسَكِّنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ۔

جواب۔ بعض روایات میں اگر آیا ہے۔ حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ فِيْهَا قَدَمَهٗ۔ اوّل تو یہ روایت حدیث کے اعلیٰ طبقے کی روایت نہیں کیونکہ اسمیں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔

اگر مان بھی لیا جاوے۔ تو قدم سے مُراد اشرار ہیں۔ پاؤں نہیں۔ دیکھو قاموس اللغۃ۔
قَدَمَہٗ۔ ای الذین قدمھم من الاشرار۔ فھم قدم اللّٰہِ للنار کما ان الخیار قَدَمَہٗ
للجنۃ۔ یعنے قدم سے مراد وہ شریر لوگ ہیں جنکو خدا نے دوزخ کے آگے دھر دیا۔ پس وہ
لوگ خدا کیطرف سے آگ کیلئے آگے کئے گئے۔ جیسے اچھے لوگ خدا کی طرف سے جنّت کی جانب
آگے کئے گئے۔ پس حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ دوزخ هَلْ مِنْ مَّزِیْد پُکارتی رہے گی۔
جب تک خدا اشرار کو اُس میں نہ ڈالیگا۔ پھر وہ بس کریگی۔

جواب۴ ۔ وَضَعَ القدم ۔ مَثَلٌ لِلرَّدعِ وَالْقَمْعِ ۔ یعنی وضع قدم ایک محاورہ ہے
جسکے معنی ہیں روکنا اور تھام دینا۔ اب حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ "یہانتک اللہ تعالیٰ اپنی
روک اور تھام رکھیگا۔ اور ایسی روک کردیگا کہ دوزخ هَلْ مِنْ مَّزِیْد کہنے سے رُک جاویگی۔

جواب۵ ۔ وضع القدم (پاؤں رکھ دینا) ذلیل اور خوار کرنے پر بولا جاتا ہے۔ چونکہ
عبرؔی اور عرؔبی قریب قریب زبانیں ہیں۔ اور کتب مقدسہ میں بھی یہ محاورہ برتا گیا ہے۔
بنظر ثبوت اتنا ہی بس ہے۔

یسعیاہ ۳۷ باب ۲۵۔ خدا فرماتا ہے مَیں اپنے پاؤں کے تلووں سے مصر کی سب
ندیاں سُکھادُونگا۔

۲ سموئیل ۲۲ باب ۳۹۔ ہاں وہ میرے قدموں تلے پڑے ہیں۔

۱ سلاطین ۵ باب ۳۔ جبتک کہ خُدا نے اُن کو اُسکے قدموں تلے نہ کردیا۔

لوقا ۲۰ باب ۴۳ و مرقس ۱۲ باب ۳۶۔ جبتک تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی کروں۔

دیکھو ان سب محاورات میں لغوی معنوں میں قدم کا لفظ نہیں بولا گیا بلکہ مجازی معنوں
میں۔ پس حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ "یہانتک کہ خدا جہنم کو ذلیل و خوار کرڈالے۔ اور
اُسے چُپ کرادے"۔

ہاں یہ محاورہ اُس خطبے میں بھی آیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری

حج میں بمقام عرفات پڑھا۔ وَ دِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ تَحْتَ قَدَمِيْ۔

جواب۔ یہ جواب گو الزامی جواب ہے مگر ہم نے اس بارے میں مسیحؑ کے اقوال کی پیروی کی ہے کہ "الزام مت لگاؤ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جاوے۔ اور نیز الزامی جواب اس لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ معترض اپنی مسلّمہ و مالوفہ کتابوں سے اُس قسم کے اشتباہ کو رفع کرلے۔

اب جواب سُنیئے۔

مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ ملعون ہُوا (نعوذ باللہ) اور ملعون کا ٹھکانا جہنم ہے۔ دیکھو حل الاشکال اور پولوس نامۂ گلتیاں ۳ باب ۱۳۔ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ ملعون ہے۔

اور نیز مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ خدا ہیں اور رب العزۃ بھی ہیں (صاحب عزت) پس معنے یہ کہ جہنم کو تسکین نہ ہوگی جب تک عیسائیوں کے خدا اُس میں قدم نہ رکھیں۔ اب سارے جوابوں کی آپ ہی کوشش کریں۔

حاصل الامر چونکہ پادری صاحب نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا۔ اور بطور بنائے فاسد علے الفاسد اُس سے غلط استنباطات کیئے۔ پس انکے اعتراض کے باقی شقوق بھی بیکار و معطّل ہو گئے۔ اس لئے ہمیں اُن شقوں پر فضول خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فاسد مقدمے کا نتیجہ لابد فاسد ہی ہُوا کرتا ہے۔

اگر قدم کے معنی پاؤں لیں۔ جیسے عام مشہور ہے۔ تب بھی اعتراض نہیں رہتا اور عیسائی مذہب کے طور پر ہرگز محل اعتراض نہیں۔ دیکھو خروج ۱۳ باب ۲۱۔ خدا آگ کے ستونوں میں۔ اور خروج ۱۹ باب ۱۸۔ اور استثنا ۱۔ باب ۳۳۔ آگ کو خُدا کا قدم نہ جلانے میں بخلاف اور لوگوں کے بے ریب امتیاز ہے۔ دیکھو استثنا ۴ باب ۱۲۔ پہاڑ جلا پر خدا نہ جلا۔ اور استثنا ۴ باب ۳۶ میں۔ خدا آگ میں کلام سُناتا تھا۔ اور دیکھو دانیال ۳ باب ۲۵۔ خدا کے چند پیارے کُھلے آگ میں پھرتے تھے اور آگ اُنہیں نہیں جلاتی تھی۔ اور قانونِ قدرت میں دیکھو آگ ذرّاتِ عالم کو نہیں جلاسکتی۔ آگ کا کام تو چند اشیاء کو جلانے کا ہے وُہ اشیاء جو الٰہی

مخلوق ہیں۔ نہ خالق کے جلانے کا۔

اعتراض۔ سورۂ صٓ۔ ۳ رکوع۔ وَ سَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ یہ امر غلط ہے۔ اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ کسی معتبر یہودی مؤرخ کی گواہی سے ثابت کریں۔

جواب۔ افسوس ہم کہانتک ہر ایک مضمون کے آغاز میں پادری صاحب کی نادانی اور لغت عرب سے جہل کی شکایت کرتے جائیں۔ پادری صاحب نے اسے کونسا غیر ممکن الوقوع واقعہ اپنے زعم میں سمجھا ہے کہ بڑے جوش میں آکر مؤرخانِ یہود کی گواہی کے خواستگار ہیں۔ صاحب یہ تو معمولی قدرتی اور مشہودہ واقعے کا ذکر ہے کہ شب و روز ہمارے تمہارے مشاہدے اور برتاؤ میں آرہا ہے۔ آپ صرف جہل لسان کی وجہ سے اس ورطے میں پڑے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ میں تمہیں نصحًا اور اخلاصًا کہتا ہوں کہ کیوں ناحق اپنی عاقبت بگاڑتے ہو۔ قرآنِ کریم جو اپنی ذات اور اصلیت میں صادق و مصدق کلام ہے۔ ایسے واہی اور بادر ہوا اعتراضوں سے معرض نقص و قدح میں نہیں آسکتا۔ لیجئے اصلی کیفیت ہم سنائے دیتے ہیں۔ اور نہ یہودی مؤرخ کی بلکہ خود خدا کی شہادت یعنی اُسکے کلام کی شہادت سے اس کا ثبوت دیتے ہیں۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ[1] تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ[2] رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۔ سیپارۂ ۲۳۔ سورۂ صٓ۔ رکوع ۳۔ سَخَّرَهٗ تَسْخِيْرًا۔ ذَلَّلَهٗ وَكَلَّفَهٗ عَمَلًا بِلَا اُجْرَةٍ۔ یعنی سَخَّرَهٗ تَسْخِيْرًا کے معنی ہیں اُسکو مطیع کیا اور اُسے مفت بے مزدوری کام میں لگایا۔

قرآن میں بہت جگہ یہ محاورہ آیا ہے۔ دیکھو۔

---

[1] پس مفت کام میں لگادی سلیمان کے ہوا نرم چلتی اُسکے (اللہ کے) حکم سے جہاں پہنچا چاہتا ۱۲۔

[2] بامرہٖ کی ضمیر حسب آیات ذیل باری تعالیٰ کی طرف سے ہے ۱۲

سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ سیپارہ ۱۳۔ سورۂ ابراھیم۔ رکوع ۵۔[1]

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ۔ سیپارہ ۱۷۔ سورۂ حج۔ رکوع ۵۔[2]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ۔[3] سیپارہ ۱۷۔ سورۂ حج۔ رکوع ۹۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔[4] سیپارہ لقمان رکوع ۲۔

ان تمام محاورات سے لفظ تسخیر کا استعمال واضح ہوگیا کہ تسخیر مفت میں بلا مزدوری کام میں لگادینے کو کہتے ہیں۔

بیشک کشتیاں جہاز دریا سمندر سورج چاند ستارے رات دن چارپائے۔ مویشی باریتعالےٰ جلشانہ نے محض اپنے لطف و کرم سے مفت ہمارے کام میں لگا رکھے ہیں۔ بایں معنی کہ ان کی خلقت اور فطرت ایسی بنائی ہے کہ بلا اُجرت ہمارے منافع اور مصالح دنیوی کے اتمام و انصرام میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ حقیقتہً ہماری زندگی و معاش انہیں اشیاء او، قوی طبعی کے وجود پر موقوف ہے۔ چونکہ ان بڑے بڑے قوی طبعی مثلاً سمندر ہوا سورج چاند ستارگان رات دن وغیرہ پر من حیث الخلق ہم قدرت نہیں رکھتے۔ اور نہ جبراً و قہراً اُن سے کام لے سکتے ہیں۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و امتنان و احسان جتا کر ہم سے اس مہربانی کی شکر گذاری لینے کے لئے اُن اشیاء کا اور اُن سے ہمیں منافع پہنچنے کا ذکر فرماتا ہے کہ دیکھو ایسی ایسی بڑی

---

[1] اور کام میں لگادی تمہارے کشتی تو کہ چلے سمندر میں اسکے حکم سے اور تمہارے کام میں لگادیں ندیاں اور کام میں لگادیا تمہارے سُورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگادیا تمہارے رات اور دن کو ۱۲

[2] اور ایسے ہی کام میں لگادیا تمہارے اُونٹ کو ۱۲

[3] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کیا زمین والی چیز کو اور کشتیاں دریا میں اُسی کے حکم سے چلتی ہیں ۱۲

[4] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے اختیار میں کردیا جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے ۱۲

زبردست چیزیں جن پر تمہارے دستِ قدرت کو رسائی ممکن نہ تھی۔ مفت میں میں نے تمہارے کام میں لگادی ہیں۔ اُس کے یعنے خدا کے ہمارے کام میں اُن اشیاء کو لگادینے یا ہمارے اُنکو کام میں لانے کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے تمام منافع اور مصالح کا مدار ان ہی اشیاء کے وجود پر ہی۔ اور یہ سب تار و پود ہستی اور ہنگامۂ باآب و تاب انہیں اشیاء کی مدد اور ذریعے سے نبھتا اور چل رہا ہی۔

جو لوگ قانونِ قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کس طرح پر ہم بعض قویٰ قدرت سے قدرتی طور پر اور بعض اشیاء کے خود استعمال صحیح سے متمتع ہوسکتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اہلِ یورپ نے انہیں قوائے قدرت کی طرف توجہ کرنے اور اُنکے استعمال صحیح (تسخیر) سے مثلاً ایک سٹیم (بخار) ہی کی تسخیر اور کام میں لانے سے کیسے کیسے منافع اُٹھائے ہیں۔ کیسے بیش بہا انجن ایجاد کیئے ہیں کہ تجارت اور تموّل میں اہل عالم پر سبقت لے گئے۔

یہی عمل تسخیر ہے جسے قادر مطلق رحیم خدا نے فطرتاً بتفاوت ہر انسان میں ودیعت رکھا ہے۔ مالامال اور خوشحال وُہ لوگ ہوئے جنہوں نے اس قدرتی عطیے اور فیض وہبی سے کام لیا۔ یہ وہ عمل تسخیر نہیں ہے جسے عوام کالانعام ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور شب و روز فضول جہد و مجاہدے میں سرگردان اور منہمک رہتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کسی قسم کا کلمہ و کلام پڑھ کر سورج اور چاند کو مسخر کرسکتا ہے یا اُن کی معمولی قدرتی رفتار اور حرکات میں فرق ڈال سکتا ہی۔ نہیں نہیں یہ وُہی قدرتی تسخیر ہے جو پہلے بیان ہوچکی ہے۔ اور اُسی ہی کو باری تعالیٰ امتناناً اور احساناً یاد دلاتا ہے۔ سعدیؒ نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہی۔ اور کیا خوب اس تسخیر و تسخر کا مطلب حل کیا ہے۔ گویا سات سو برس قبل عقلمند پادری صاحب کے مجہول اعتراض کا جواب دیدیا ہے ؎

ابر و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

کیوں صاحب! اب بھی مسخر کے معنی حل ہوئے یا نہیں۔ع

گر اسپر بھی نہ تم سمجھو تو بس تم سے خدا سمجھے

اجی جناب پادری صاحب! یہ وہ تسخیر نہیں جس کی اُستاد صاحب آپ کو تعلیم کرتے ہیں۔کہ" اگر تم رائی کے دانے کے برابر ایمان رکھتے تو اگر پہاڑ کو کہتے کہ اپنی جگہ سے ٹل جا تو ٹل جاتا۔"

اب ہم مضمون آیت متنازعہ فیہا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اصل قصہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل میں پہلے پہل حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے ایک خاص کام جس کا ذکر انعام کے طور پر باری تعالیٰ اس آیت میں کرتا ہے وہ بات یہ ہی کہ حضرت سلیمانؑ نے جہازوں کے دو بیڑے بنائے تھے۔ایک خلیج فارس اور بحر ہند میں۔ دوسرا بحر روم میں چلتا تھا۔اس امر کا ثبوت معتبر یہودی تاریخ سے سُن لیجئے۔

سلاطین اوّل ۹ باب ۲۶- پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جبر میں جو ایلوت کے نزدیک ہے۔ دریائے قلزم کے کنارے پر جو ادوم کی سرزمین ہے۔جہازوں کے بحر بنائے اور حیرام نے اُس بحر میں اپنے چاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمان کے چاکروں کے ساتھ کرکے بھجوائے اور وے اوفیر کو گئے۔ (اور دیکھو اخبار الایام ۲ باب ۲-۱۶)

اخبار الایام دوم ۲ باب ۱۶- بادشاہ کے جہاز حیرام کے نوکروں کے ساتھ طرسیس کو جاتے اور وہاں سے اُن پر تین برس میں ایک بار سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور اُس کے لیئے بھیجتے تھے۔

چونکہ زمانہ سابق میں جہاز کا چلنا صرف ہوا کی موافقت اور سازگاری ہی پر موقوف تھا اور حضرت سلیمانؑ کے جہاز بتوفیق الٰہی ہوا کی سازگاری سے حسب المرام چلتے اور کام دیتے تھے۔ بنابراں باری تعالیٰ اس جگہ امتناناً ریح یعنے ہوا کا ذکر کرتا ہی کہ ہم نے ہوا اسکے کام میں لگادی۔اور اسلئے کہ ہوا ہی محرک اور منشائے جہازرانی کی متمم اعظم تھی۔

ہواہی کے ذکر پر اکتفا کیا اور کنایۃً جہاز رانی مُراد رکھی۔ اُس آیت کے آگے فرمایا ہی۔

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ سیپارۂ ۲۲۔ سُورۂ سبا۔ رکوع ۲۔

اِس میں اُن جہازوں کے سفر اور طے مسافت کا بیان ہی کہ صبح و شام میں اتنی مسافت طے کر جاتے تھے۔ جو اُس زمانے میں بلحاظ سفر برّی کے ایک مہینے کی راہ ہوتی تھی۔ بیشک اُس ابتدائی زمانے میں سفر برّی کی دشواریوں اور صعوبتوں اور راہوں کے محفوظ و مامون نہ ہونے پر اگر نظر کی جاوے تو جہاز رانی جس کے ذریعے سے خشکی کی کوسوں کی راہ چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی تھی۔ خدا کے فضل اور قدرت کی ایک عظیم الشان آیت (نشانی) تھی۔ اور بنی اسرائیل کے لئے خصوصاً جنہیں اوّل اوّل خدا نے یہ فن عطا کیا۔ خدا کے احسانات کے تذکر کی بڑی بھاری نشانی تھی۔

قرآن مجید کا یہ عجیب اور مخصوص طرز ہے کہ اس میں باری تعالیٰ انسان کو وہ منافع اور فوائد جو انسان قویٰ قدرت کے استعمال سے یا اللہ تعالیٰ کے محض فیض سے اُن اشیاء سے حاصل کرتا ہے یاد دلا کر اور اپنا علۃ العلل ہونا اُسکے ذہن نشین کرا کر اُسکو اپنی طرف بُلاتا ہی اور یہ عجیب طریقہ انسانی قویٰ پر تاثیر کرنیکا ہی۔ جو حقیقۃً قرآن کریم ہی سے مخصوص ہے اور اس بیان قوانین قدرت سے تمام قرآن لبریز ہی۔ ایسا ہی اِس آیت میں بھی اُس عادتِ جاریہ کے موافق حضرت سلیمانؑ پر انعام و فضل کا ذکر کیا ہی۔ اس سے آگے والی آیت یہ ہے۔

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا۔ سیپارۂ ۱۷۔ سُورۂ انبیاء۔ رکوع ۶۔

چلتے تھے وہ جہاز اُسکے (سلیمانؑ) حکم سے اُس زمین کیطرف جسمیں ہم نے برکت دی۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ وہ جہاز حضرت سلیمانؑ کے حکم سے بلادِ افریقہ یا ہند سے ہو کر ارضِ شام کو آتے تھے۔

اعتراض۔ قرآن نے مریم مسیح علیہ السلام کی ماں کو اخت ہارون۔ ہارون کی بہن کہا۔ یہ بات صحیح نہیں۔ جواب سُنئے۔

لے صبح اُس کی ایک مہینے کی اور شام اُس کی ایک مہینے کی ۱۲

(۱) معترض عیسائی لوگو! کوئی الہامی اور روح القدس کی لکھائی ہوئی تاریخ ایسی نہیں۔ جس میں مریم کے خاندان کا مفصل حال مرقوم ہو۔ اور ایسی بھی کوئی کتاب عیسائیوں کے گھر میں نہیں جس سے مریم کے بھائیوں اور ماں باپ وغیرہ رشتے داروں کے نام کا یقینی پتہ لگے۔ پھر قرآن کے کلمۂ اخت ہارون پر آپکا اعتراض کیا۔

(۲) پادری لوگو! تم نسب ناموں اور قصوں پر اعتراض نہ کیا کرو۔ کیونکہ پولوس طمطاؤس کے پہلے خط میں لکھتا ہے" کہانیوں اور بے حد نسب ناموں پر لحاظ نہ کریں۔ یہ سب تکرار کا باعث ہوتا ہے۔ نہ تربیت الٰہی کا جو ایمان سے ہے" ۱۔ طمطاؤس باب ۴۔

(۳) سنو۔ انجیل متی کی ابتدا میں مسیحؑ کو ابن داؤد اور داؤد کو ابن ابراہیم لکھا ہے۔ متی ۱ باب ۱۔ حالانکہ مسیحؑ اور داؤد کے درمیان اور داؤد و ابراہیمؑ کے مابین پشتہا پشت کا فرق ہے۔ بلکہ بقول تمہارے مسیحؑ ابن داؤد ہی نہیں۔

(۴) سنو! الیسبات کو ہارون کی بیٹی کہا گیا۔ لوقا ۱۔ باب ۵۔ حالانکہ الیسبات اور ذکریا کے زمانے سے جن کا ذکر لوقا نے کیا ہے بہت ہی مدت پہلے ہارون مر چکے تھے۔ اور الیسبات اور ہارون میں پشتہا پشت کا فرق ہے (ہنسی۔ اجی حضرت یہ الیسبات انگلستان کی ملکہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت پہلے گذر چکی ہے)

بات یہ ہے ناموں میں اشتراک بھی ہوتا ہے۔ دیکھو یوسفؑ اور یعقوبؑ مسیحؑ کے بھائی بھی ہیں اور ان سے سینکڑوں برس پہلے یوسفؑ اور یعقوبؑ اسحاقؑ نبی کے پوتے اور بیٹے بھی گذرے۔ پس کیا ممکن نہیں کہ ایک ہارون موسیٰؑ کے بھائی ہوں اور دوسرے مریم کے۔

(۵) سنو! عرب میں اخ اور اخت کا لفظ وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے حقیقی بھائی اور ایک ہی پشت کے بھائی پر محدود نہیں۔ دیکھو قرآن۔

اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا[1]۔ سیپارہ ۱۲۔ سورۂ ھود۔ رکوع ۶۔

---

[1] ثمود کی طرف اپنے بھائی صالح ۱۲۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ سیپارہ ۱۲۔ سورہ ہود۔ رکوع ۵۔
حالانکہ صالح اور ہود اپنی اپنی قوم کے حقیقی بھائی نہ تھے۔
اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں ازواج کی تاریخ میں صفیہ کے قصے میں لکھا ہے کہ صفیہ بی بی یہودخیبر کے یہود سے تھیں۔ رسول اللہ کی اور بیبیوں نے کچھ طعن کیا اور صفیہ نے اُنکے طعن و تشنیع کا تذکرہ اپنے خاوند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا۔ تُونے کیوں نہ کہا۔ اَبِیْ هَارُوْنُ وَعَمِّیْ مُوْسٰی وَزَوْجِیْ مُحَمَّدٌ۔
دیکھو یہاں ہارون موسیٰ نبی کے بھائی کو اب یعنی باپ کہا۔ حالانکہ بہت مدت پہلے گذر چکے۔ عرب کے لوگ عمدہ تلوار کو اخو ثقة اور بڑے بہادر کو اخو غمرات الموت کہتے ہیں۔ غرض تھوڑے بہت تعلق پر اخوت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مریم صدیقہ کاہنوں میں پلی اور ذکریا کاہن اُسکے قریب رشتے دار تھے۔ اور کاہن بے ریب و تردد ہارون کے بھائی تھے۔ الیسبات ہارون کی بیٹی مریم کی قریبی رشتے دار تھی۔ دیکھو لوقا۔ ا باب۔ پس کیا تعجب ہے۔ اگر قرآن نے کہدیا مریم ہارون کی بہن تھی۔
سوال۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ سیپارۂ ۲۶۔ سورۂ فتحنا۔ رکوع ۱۔
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ سیپارۂ ۲۶۔ سورۂ محمد۔ رکوع ۲۔
ان آیات اور انکے امثال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔
جواب۔ پھر کیا ہوا۔ سوچو تو سہی مسیح ملعون بنیں اور اُن کی الوہیت اور خدائی میں بٹا نہ لگے۔ باایں ہمہ گناہگاری کہ تمام عیسائیوں کے معاصی سے گنہگار ہوئے۔ اور بقول ایوب عورت کے شکم سے نکل کر صادق نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ دیکھو ایوب۔ وُہ جو عورت سے

---

[۱] اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو ۱۲۔ [۲] تاکہ بخشے اللہ تیرے پہلے اور پچھلے گناہوں کو ۱۲۔
[۳] اور مغفرت مانگ اپنے لئے اور مومنوں کے لئے ۱۲۔

پیدا ہوا۔ کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ ۱۵ باب ۱۴۔ ایوب ۔ پھر مریم جب بگناہ موروثی آدم گنہگار تھی۔ تو مسیح کو کوئی پاک نہیں ٹھہرا سکتا۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔ ایوب ۱۴ باب ۴۔ اور پھر علیسائیوں میں تمام آدمی آدم کے گناہ سے گنہگار ہیں اور آدم کا گناہ عورت سے شروع ہوا۔ تو مریم اور اُس کا بیٹا کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ پس گنہگار اگر الوہیت سے معزول نہیں تو گنہگار نبوّت اور رسالت سے کیسے معزول ہو سکتا ہے۔

اور سنو! کتب مقدسہ کا محاورہ ہے۔ مورث اعلیٰ کا نام لیکر قوم کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ دیکھو یشرون (یعقوب) موٹا ہوا۔ اور اُس نے لات ماری تو تو موٹا ہو گیا چربی میں چھپ گیا۔ خالق کو چھوڑ دیا۔ استثنا ۳۲ باب ۹۔۱۵۔ یعقوب کو جیسی اُسکی روشیں ہیں۔ سزا دیگا۔ ۱۲ باب ۲۔ ہوشیع۔ یعقوب کو اُس کا گناہ اور اسرائیل کو اُس کی خطا جتاؤں۔ میکہ ۳ باب ۸۔ یہ تو عہد عتیق کا محاورہ سنایا۔ اب عہدِ جدید کو سنیئے۔ اُس نے تو حد کر دی ہے۔ سنو سنو سنو۔

مسیح ؑ نے ہمیں مول لیکر شریعت سے چھوڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ نامۂ گلتیان ۳ باب ۱۳۔ ۲ قرنتی ۵ باب ۲۱۔

پس میں کہتا ہوں۔ جب صاحب قوم قوم کے گناہ سے گنہگار کہا جاتا ہے اور جب قوم کو صاحب قوم کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو آپ ان آیات میں جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس امر کو کیوں فروگذاشت کئے دیتے ہیں۔ باایں ہمہ جن آیات سے آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت الزام قائم کرتے ہیں۔ ان میں یقینی طور پر بلحاظ عربی بول چال کے اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً سوچو آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ میں ہم کہتے ہیں۔ وَلِلْمُؤْمِنِينَ والا واؤ عطف تفسیری کا واؤ ہے۔ اور واؤ تفسیری خود قرآن میں موجود ہے۔ دیکھو سورۂ رعد۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِيْ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ[1]۔ سیپارہ ۱۳۔ سورہ رعد رکوع ۱
تِلْكَ آيَاتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ[2]۔ سیپارہ ۱۳۔ سورۂ حجر۔ رکوع ۱۔
آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا میں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُمت مخاطب ہے اور ضالّ عاشق اور محب کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو محاورہ قرآنی۔
إِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ[3]۔ سیپارۂ ۱۳۔ سورۂ یوسف۔ رکوع ۱۱۔
یہ بات یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ کو کہتے ہیں۔ اور یہاں ضالّ کے معنی گمراہ کے ہرگز نہیں کیونکہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے ضلالت کی نفی بھی کرتا ہے جہاں فرماتا ہے۔
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى[4]۔ سیپارہ ۲۷۔ سورۂ نجم۔ رکوع ۱۔
مَا غَوٰى کے لفظ کے ساتھ مَا ضَلَّ کا خوب بیان ہوگیا۔

فائدہ۔ گناہوں کے وجود سے کبر اور عجب۔ ریا اور سمعہ کا کیسا علاج ہوتا ہے۔ اور گناہ کس طرح توبہ اور عجز۔ انکسار کا باعث ہوتا ہے۔ یہ موقع اِس امر کے بیان کا نہیں۔

اعتراض۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ[5]۔ سیپارہ ۲۶۔ سورہ فتحنا۔ رکوع ۱۔
اِس آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے بڑی دلیری کی اور اپنے آپ کو باہمہ گنہگاری بے ڈر یقین کیا۔

جواب حقیقی۔ ایسے بشارات حسب کتب مقدسہ ضرور ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو متی۔ پطرس نے جب کہا۔ ہم نے تیرے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ تو مسیحؑ نے فرمایا۔ تم بادشاہت

---

[1] یہ آیتیں قرآن کی ہیں اور جو اتارا گیا ہے تیرے پاس خدا سے وہ سچ ہے ۱۲
[2] یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھُلے قرآن کی ۱۲۔
[3] ہر آئینہ تو اپنی پُرانی غلطی میں ہے ۱۲۔ [4] نہیں بھٹکا تمہارا رفیق اور نہ بہکا۔ ۱۲
[5] ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر کرتا کہ بخشے اللہ تمہارے پچھلے اور پہلے گناہوں کو ۱۲۔

کے وقت بارہ تختوں پر بیٹھو گے۔ ۱۹ باب ۲۹ متی۔

اگر کہو مسیحی بشارات اور پطرس کی خوشخبری مشروط تھی۔ بدوں شرط نہیں۔ تو ہم کہتے ہیں مسیحی اور پطرسی شرط کا تو ذکر انجیل میں نہیں۔ قرآنی بشارات کا خود قرآن میں ذکر ہے دیکھو آیت لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ۔ مطلب یہ ہو کہ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا۔ تو تیرے گناہ معاف ہیں۔

اور سنو فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کے معنے آپ لوگوں کو معلوم نہیں۔ اِس آیت شریف کی تفسیر کیلئے قرآن ہی عمدہ تفسیر ہے اور وہ آیت مفسرہ آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ہو۔ فتح سے مُراد ہے دِل پر علوم باری اور آسمانی بادشاہت کے اسرار کا کھولنا اور جب وہ کھلتے ہیں تو توبہ اور خشیت اور خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے جسکے باعث گناہ نہیں رہتے۔ انسان نئی زندگی پاتا ہے۔ نیا جلال حاصل کرتا ہے۔

ایک اور جواب سُنیئے۔ مسیحؑ حواریوں کو فرماتے ہیں۔ جن کو تم بخشو اُنکے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جنہیں تم نہ بخشو گے نہ بخشے جائیں گے۔ یوحنا ۲۰ باب ۲۳۔ بھلا جہاں مچھوں اور ٹوریوں کو گناہ بخشنے کا اختیار ہے۔ وہاں باری تعالیٰ کو ایک خاتم الانبیاء کے گناہ بخشنے کا اختیار کچھ تعجب انگیز اور محلِ انکار ہے۔ ہرگز نہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ نے نبی عرب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات دیں۔ ظاہری فتوح فتح مکّہ وغیرہ۔ جسکے ظہور سے بُت پرستی کا استیصال اس شہر سے کیا عرب جیسے بُت پرست مُلک سے ابد کے لئے ہوگیا۔ اور تمام دُنیا میں توحیدِ ربوبیت کے علاوہ توحیدِ اُلوہیت کا شور مچ گیا۔ اور مختلف قبائلِ عرب لُوٹ مار کرتے۔ شراب خوری اور جُوئے بازی پر فخر بگھارتے سراسر اخلاق مجسّم پُورے موحّد ہو کر نیک چال پر آگئے۔ اِتنی ہدایت پھیلانے سے ہادی کے گناہ معاف نہ ہوئے ہوں۔ بالکل عقل کے خلاف ہے۔ اور فتوحات باطنی کا حال آگے لکھ چکا ہُوں۔

اعتراض۔ سورۂ طٰہٰ۔ ۷ رکوع۔ جو قرآن سے مُنہ پھیرے اُس کی معیشت تنگ ہوگی۔ یہ باطل ہے۔ کروڑوں قرآن کو نہیں مانتے۔ اور اُن کی معیشت تنگ نہیں۔ اور متبعانِ قرآن تنگ ہیں۔ اور لڑائیوں میں دُکھی ہوئے۔

جواب۔ بھلا کتب مقدسہ میں نہیں لکھا۔ ہاں شریر کا چراغ بُجھایا جائے گا۔ ۱۸ باب ۵۔ ایوب۔ تنگ حالی اُسکے پاس مستعد رہیگی ۱۸ باب ۱۲۔ ایوب۔ وہ ویران شہر میں بسے گا۔ ۱۵ باب ۲۸۔ پر جانتے ہو۔ بہت شریر خوش ہیں۔ نہیں بات یہ ہی۔ شریروں کی خوشی کرنی تھوڑے دِن کی ہی۔ اور ریاکاروں کی شادمانی لمحے کی۔ ۲۰ باب ۵۔ ایوب۔ پس جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ اُن پر معیشت بیشک تنگ ہے۔ اُن کا چراغ گُل ہوگا۔ معیشت۔ خنک تنگ حالی اُن کے پاس مستعد رہیگی۔ وہ ویران شہروں میں بسیں گے۔ اُن کی شادمانی لمحے کی ہے۔ قرآن بھی کہتا ہے۔ مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیلٌ۔ پُونجی دُنیا کی تھوڑی ہے۔

دُوسرے جملۂ اعتراض کا جواب۔ وہ دُکھ جو خدا کے لئے ہو ایک بخشش ہی۔ فلپی ا باب ۲۹۔ وہ دُکھ جو خدا کے لئے ہی خوشی کا باعث ہی۔ اعمال ۵ باب ۴۱۔ کیونکہ باپ کے ہاتھ سے ملتا ہی۔ یوحنا ۱۸ باب ۱۱۔ یہ پیالہ ہے نہ سمندر۔ زبور ۷۵۔ ۸۔ اِسمیں غوطہ لگاکر مرتے نہیں اور آرام سے نا اُمید نہیں۔ یسعیاہ ۴۳ باب ۲۔ ۲ قرنتی ۴ باب ۸۔

پادری صاحبو۔ یہ ایسی بات ہی۔ جیسی لوقا کہتے ہیں۔ تمہارے سر کے بال بھی نہ ہلیں۔ اور یہ بھی کہ وے قتل کرینگے۔ لوقا ۲۱ باب ۱۶۔ ۱۸۔ اور متی ۲۴ باب ۹۔

ایک اور حقیقی جواب بخاری میں لکھا ہی۔ ضنک کے معنی شقاوت اور بدبختی کے ہیں۔ اور یہی معنی ابن عباس رضؓ نے لیئے ہیں۔ پس سوال کا موقع ہی نہ رہا۔

اعتراض۔ سورۂ کہف میں سکندر کا قصّہ ایسا عجیب وغریب بیان ہوا ہی جسکی کچھ حد نہیں۔ یہ قصّہ مصنف قرآن کی کم علمی پر بڑی دلیل ہی۔ سکندر رومی کے روزنامچے موجود ہیں۔ اُن میں کہیں یہ موجود نہیں۔ سکندر سُورج ڈوبنے اور سُورج چڑھنے کی جگہ تک

گیا ہے۔ اور زمین چونکہ گول ہے ممکن ہی نہیں سورج کہیں دلدل میں ڈوبتا ہو۔ کسی مؤرخ کی شہادت سے ثابت کرو۔ اور یونانیوں کی تاریخ ٹٹولو۔ پھر دیوار اور یاجوج کا پتہ دو۔ اتنی بڑی مخلوق کہاں گم ہی۔

جواب۔ اسکندر کا نام تمام قرآن میں نہیں۔ سورۂ کہف میں جو ایک جزوِ قرآن ہے کہاں ہوگا۔ جب کُل میں نہیں تو جزو میں ہونا محال ہے۔ سورۂ کہف میں جس بادشاہ کا ذکر ہے اُس کی قرآن نے تعریف ہی کی ہے۔ اور رُومی سکندر ایک بُت پرست کافر تھا۔ جو شراب خوری میں ہلاک ہُوا۔ قرآن کہیں شہیدوں کی تعریف کرتا ہی۔

ہاں سُورۂ کہف میں ذوالقرنین کا تذکرہ ہے (ذو) کے معنے صاحب یا والا کے ہیں۔ اور قرنین تثنیہ ہے قرن کا۔ قرن کے معنی سینگ۔ قرنین کے معنے دو سینگ۔ ذوالقرنین کے معنے دو سینگ والا۔ ذوالقرنین کے معنی سکندر ہرگز نہیں۔ ادنیٰ عربی دان سے یہ معنے پُوچھ لو۔

محمد رسول اللہ صلعم نے اپنی نبوّت میں یہود اور نصاریٰ کو کہا تھا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے الہامی کتابوں کا مفسّر بنایا۔ اور جو کچھ اگلی اُمتوں نے الہامی کتابوں کے فہم میں غلطی کی۔ اور غلطی سے ضروری مسائل میں باہم اختلاف کیا۔ یا حق کے مخالف ہو گئے۔ اس اختلاف کے مٹانے کو اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول کیا ہی۔ ضرورت نبوّت کے اور وجوہ بھی ہیں۔ جو ہم نے اسی کتاب میں کچھ اُن میں سے لکھے۔ مگر یہ بھی ضرورت تھی۔ قرآن میں میرے اِس قول کی تصدیق یہ ہے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ سیپارۂ ۲۰۔ سُورۂ نمل۔ رکوع ۶۔

دیکھو صدوقی قیامت کے منکر تھے۔ اُنکو کیسے کیسے زبردست دلائل قانونِ قدرت

لہ یہ قرآن بیان کرتا ہے۔ بنی اسرائیل پر اکثر وہ کہ جس میں اختلاف کرتے تھے ۱۲

سے قیامت کا ہونا بتلایا۔ مسیحؑ نے قیامت کے وجود پر گواہی دی۔ مگر وہ گواہی بے دلیل قانونِ قدرت کے صرف ایک نقلی بات کے اشارے سے تھی۔ بخلاف دلائل قرآن۔

عیسائی خاکسار مسیح کی اُلوہیت کے قائل تھے۔ اُن کو رنگا رنگ یقینی دلائل سے قائل کیا دیکھو مبحث ابطال اُلوہیت مسیحؑ۔ مختصراً یہ کہ مسیحؑ کو جو تم ابن اللہ کہتے ہو۔ کس معنی کر کے۔ اگر ابن کے حقیقی معنی لیتے ہو تو ان معنوں میں بیٹے کا باپ کے نطفے اور آپکی جورو بیٹے کی ماں کے رحم سے ہونا ضرور ہے۔ اور مریم کا خدا کی جورو ہونا تمہارے مذہب میں اور کُل عقلاء کی عقل میں مسلّم نہیں۔ اسپر قرآن نے کہا۔

اَنّٰی[1] یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ۔

اور صَاحِبَه یعنی جورو کا خُدا کے لئے نہ ہونا تمہارے یہاں مسلّم ہے۔ پس بیٹا بمعنے حقیقی کیسے ہوگا اور اگر اور معنی ہیں۔ تو ان معانی میں اللہ مجسم کو ابن اللہ کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ الوہیت کو خلق اور علم کامل محیط کُل اشیا لازم ہے۔ اور مسیحؑ میں دونوں مفقود ہیں۔ دیکھو نفی صفت خلق میں۔ متی ۲۰ باب ۲۳۔ اور نفی صفت علم میں۔ مرقس ۱۳ باب ۳۲۔ متی ۲۴ باب ۳۶ - اعمال ۱- باب ۷۔ یہ دلیل قرآن میں یوں ہے۔

اَنّٰی[2] یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ سیپارۂ ۷۔ رکوع ۱۹۔ سُورۂ انعام۔

کفارے کے ابطال میں جس نے عیسائیوں کو ارتکاب معاصی میں بیباک کر رکھا تھا اور یقین دلایا تھا کہ مسیحؑ سب کے بدلے ملعون ہوئے۔ گلتی ۳ باب ۱۳۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کہہ کر مٹایا۔ غرض رسُول خدا صلعم کے دعویٰ مفسر ہونے پر اہلِ کتاب نے چند سوال کیئے۔ ایک رُوح کے متعلق کیونکہ قدم رُوح کا ایک جہان قائل تھا۔ اور اس اعتقاد نے رُوح کے

---

[1] کیونکر ہو اُسکے لئے لڑکا حالانکہ اُسکی عورت نہیں ہے ۱۲۔ [2] کہاں سے اُسے لڑکا ہوگا۔ حالانکہ اُسکی عورت نہیں ہے اور ہر چیز کو پیدا کیا اور وُہی ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱۲ -

غیر مخلوق ماننے میں پھنسا رکھا تھا۔ اسی واسطے یہود نے اور اُن کے ساتھ اور لوگوں نے پُوچھا رُوح کی نسبت فرمائیے۔ جیسے قرآن میں ہو۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ پھر اُن کے جواب میں حکم ہوا۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ تو کہہ کہ رُوح میرے رب کے حکم سے بنی ہو۔ یعنی مخلوق ہے قدیم نہیں۔ اور لوگوں کو جتایا کہ اگر رُوح پہلے سے موجود ہوتی۔ تو اُسے علم بھی ہوتا۔ لاکن دیکھتے ہو۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا۔

اِسی طرح چند لوگوں نے علمائے یہود سے دانیال نبی کی مشکل کتاب میں سے ۸ باب کی تفسیر پُوچھی۔ دیکھو قرآن سیپارہ ۱۶ سورۂ کہف۔ رکوع ۲۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ۔ تجھ سے پُوچھتے ہیں ذوالقرنین کو۔ یہ وُہی دو سینگ کا مینڈھا ہے جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔ دیکھو دانیال ۸ باب ۴۔ نبیٔ عرب نے بتایا۔ دو سینگ والا مینڈھا جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔ وہ ایک بڑا بادشاہ ہے۔ جس کا تسلط ایک خاص زمین کی مشرق اور مغرب میں ہوا۔ پادری صاحبان اس کا نام کیقباد بھی مشہور ہے جو مشرق اور مغرب میدیہ اور ایلام یعنے ایران و فارس کا مسیح سے پانچ سو پینتیس سال پہلے میں مادی قوم کا بادشاہ تھا۔ کسی خاص ملک کی مشرق اور مغرب پر سُورج کا نکلنا اور ڈوبنا بنا دینا مقدس کتب عہد عتیق و جدید کا خاص محاورہ ہے۔ جیسے دانیال کی کتاب ۴ باب ۲۲ میں۔ اور ذکریا ۸ باب ۷ میں لکھا ہے بنوکدنیری سلطنت زمین کی انتہا تک پہنچے۔ اور مَیں اپنے لوگوں کو سُورج کے نکلنے کے مُلک اور اس کے غروب ہونے کے مُلک سے چھوڑا لاؤنگا۔ منصف عیسائیو! دیکھو زکریا کی الہامی کتاب میں صاف لکھا ہے۔ سُورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے ملک سے۔ اور قرآن میں اعلیٰ درجے کی راستی سے کہا ہے۔ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ سُورج دَلدَل میں ڈوبتا ہے۔

لہ اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے۔ تم کچھ نہ جانتے تھے ۱۲۔

بہاں فرمایا ہے۔

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۲۔ سورہ کہف۔

انصاف توکرو۔ کونسا کلام قابلِ اعتراض ہے۔ اب رہی یاجوج ماجوج کی بات۔ سُنو۔ ماجوج حسب باب دہم پیدائش اور پہلی تاریخ کے باب ۵ کے یافث کا بیٹا ہے۔ اور حسب ۳۸ باب حزقیل نہر یورال کی مشرق میں بسا تھا۔ اور یاجوج حسب تاریخ ایام اول ۵ باب۔ اور سلاطین اول کے ۱۵ باب و ۱۶ یوئیل بن روبن کا بیٹا ہے۔ اور اُس کی اولاد حسب فصول مذکورہ ممالک ماجوج بن یافث میں بسائی گئی۔ یعنے وہی یورال ندی کے شرقی حصے میں۔ اور حسب حزقیل باب ۳۸ و ۵۵۔ یاجوج رشیہ اور سبیریہ پر مسلط ہوئے۔ اُن کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ فارس اور جرمن اُن کے ساتھ ہونگے۔ اور کوش کی اولاد پر جو جیحون کے متصل بستی ہے۔ اور باب ۳۸ حزقیل میں ہے۔ گومر کی اولاد یعنے مَرد اور ہرات والوں پر اُن کا تسلط ہوگا۔ اور اُسی فصل سے معلوم ہوتا ہے۔ کابل والے یعنے قبط اُس کے ساتھ ہونگے۔ اور مکاشفات باب ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا زور اطراف ممالک معتقدین خدا و ندچار یار نبیٔ عرب پر ہزار سال ہجری کے بعد ہوگا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یاجوج والی رشیہ ہرات کے قریب پہنچ گیا۔ اور ماجوج جن کے قبائل جرمن اور شمال فرانس نارمنڈے اور انگلینڈ وغیرہ میں ہیں ۱۶۹۱ء میں مطابق ہزار سال ہجری بلاد اسلام پر مسلط ہونے لگے۔ غرض حسب مکاشفات ۲۰ باب۔ ممتاز یاجوج ماجوج وہ ہیں جو بلاد اسلام پر مسلط ہوں۔ اور کیقباد اور ذو القرنین کی دیوار وہ ہے۔ جو مابین آرمینیا اور آذر بائجان بنام بارہ در بند اور یورال کی چوٹیوں پر قریب پانسو پینتیس سال قبل مسیح کے بنائی گئی۔ اور پلونا کے شمال میں جو قلعہ بنا ہے وہ بھی اسی میں ہے۔

ل پایا اُس کو ڈوبتا ہے دَلدَل کے چشمے میں ۱۲۔

اور چونکہ یہ یاجوج ماجوج عیسائی شاخ یازدہم ہرقل کے مذہب پر ہیں۔ جس کو حسب دانیال ۷ باب ۷ د ۱۰ ۔ حیوان فرمایا ہے۔ اور وہ مسیحؑ کو اپنا مولیٰ خیال کرتے ہیں۔ اور اکثر مریم کو معبود بناتے ہیں۔ اس واسطے قرآن کہتا ہے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورۂ کہف۔

اور ان لوگوں کے دنیوی کمالات پر اور اُن کی ظاہری صنعت پر جیسے ریل۔ تار۔ فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ بنائے گئے۔ فرماتا ہے۔

ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا۔ سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورۂ کہف۔

اور اسی واسطے ہماری قصص کی کتابوں میں ان کو دراز گوش لکھا ہے کیونکہ دراز گوش احمق کو کہتے ہیں۔ اور الٰہیات میں جو ضروری چیز ہے۔ اُن کی عقل اُس پر ہرگز رسا اور پوری نہیں۔ گویا الٰہیات سے اُن کی کھوپریوں کو مناسبت ہی نہیں۔ اور جو اسلامی کتب میں کثرتِ اولادِ یاجوج کی نسبت لکھا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ دیکھو باوجودیکہ لندن سے ہزاروں باہر نکل جاتے ہیں۔ تب بھی چھتیس ۳۶ لاکھ کے قریب ایک شہر میں ہیں۔

منصف عیسائیو! غور کرو اور سوچو مصنّف قرآن کتنا بڑا عالم ہے اور اُس کا علم کیسا

---

[۱] کیا کافروں نے سمجھا کہ سوا میرے بندوں کو میرے مددگار بنا دیں ہم نے کافروں کیلئے جہنم کو مہمان خانہ بنایا ہے ۱۲

[۲] ہم بتا دیں تم کو کن کے کیئے اکارت ہیں وہ لوگ جن کی دوڑ دنیا کی زندگانی ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ خوب بناتے ہیں کام وہ ہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اُسکے ملنے سے مٹ گئے۔ اُن کے کیئے پھر نہ کھڑی کرینگے ہم اُن کے واسطے قیامت کے دن تول ۱۲

ہر شئے پر محیط ہی - یہ حکیم محمد حسن صاحب اور وھی کی کتابوں میں مفصل ہے۔

اعتراض - طٰہٰ میں ہی ضمیری نے بنی اسرائیل کی پرستش کے لئے بچھڑ دنیا بنایا توریت سے صاف ظاہر ہے - ہارون نے بچھڑو بنایا - نہ ضمیری نے دیکھو خروج ۳۲-

جواب - ضمیری کا نام قرآن میں نہیں - ثبوت - خروج ۳۲ باب ۱ - کا اصل ترجمہ مع تفسیر اور اُسکی صحت کے سُنو۔

(۱) جب قوم نے دیکھا موسیٰ کی معاودت میں پہاڑ سے دیر ہوئی - تو ہارون کے پاس جمع ہو کے کہا ہمارے لئے قضات اور ائمہ بنا جو ہمارے آگے آگے چلیں - کیونکہ مُوسیٰ جو ملک مصر سے ہم کو چھڑا لایا معلوم نہیں کیا ہوُا - رشی ربی شلومو اسحٰق کی تفسیر -

جب موسیٰ پہاڑ پر گئے تھے تو چالیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے کہ اس عرصے میں لوٹونگا مقصود مُوسیٰ کا چالیس دن سوائے روز روانگی کے تھا - مگر قوم نے مع روز روانگی چالیس دن سمجھا - جب اس عرصے میں مُوسیٰ نے معاودت نہ فرمائی - تو قوم بے قرار ہوئی - کیونکہ اُن کا مقصود شام کے ملک میں جلد پہنچنا تھا - ہوائے شام ان کے سر میں پیچیدہ تھی -

اس عرصے میں شیطان نے ان سے کہا مُوسیٰ مر گئے اور اُنکو موسیٰ کی صورت دکھائی کہ فرشتے اُنہیں آسمان پر لئے جاتے ہیں - جب قوم کو مُوسیٰ کے مرنے کا یقین ہوُا تو ہارون سے درخواست خلیفہ کی گئی - لاکن ہارون کو موسیٰ کے وعدے کی کیفیت معلوم تھی کہ وہ ۲۴ ساعت میں پہنچ جائیں گے - اِس لئے قوم کو اُسکے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کہا -

(۲) ہارون نے اُن سے کہا سونے کے حلقے جو تمہاری عورتوں اور لڑکوں کے کانوں میں ہیں - اُسے نکال کے میرے پاس لاؤ -

تفسیر - ہارون کا مقصود یہ تھا - لڑکے اور عورتیں جلدی اپنا زیور نہ دینگی - اس میں اس قدر توقف ہوگا - کہ موسیٰ یہاں پہنچ جائیں گے -

(۳) قوم اُن سونے کے حلقوں کو جو اُن کی عورتوں اور لڑکوں کے کانوں میں تھے - اُتار

لائی زہارون پاس)

(۴) تو لے لیا ہارون نے اُسے اُن کے ہاتھ سے اور بند کیا اُسے بھٹی میں بنایا اُسے

اُن لوگوں نے گوسالہ سحر اور کہا یہی بنی اسرائیل تمہارا معبود ہی۔ جو تم کو ملک مصر سے چھُڑا لایا۔

تفسیر۔ یہ اوّل آیت ہے جسے لوگ کہتے ہیں۔ ہارون نے گوسالہ بنایا (دہریے اور عیسائی) لاکن [illegible] کے [illegible] جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی بنایا۔ لہذا فاعل اُس کا ہارون نہیں ہوسکتے۔ علیٰ ہذا القیاس [illegible] جمع کا لفظ ہے۔ معنے اس کے ہیں۔ کہا۔ ان دونوں لفظوں کا فاعل ایک ہی ہے۔ وہ بسبب جمع ہونے فعل کے حضرت ہارون نہیں ہوسکتے۔

تفسیر۔ رسی۔ جب موسیٰ مصر سے چلے تو اجنبی قوم ان میں بہت ساحر اور منافق بھی ساتھ ہو لیئے تھے۔ اِس واقعے میں جب ہارون نے زیورات کو آگ میں ڈالا تو سحرہ منافقوں نے وہاں جاکے اپنے سحر سے اُس کو گوسالہ بناکے بنی اسرائیل کو اُس کی پرستش کے لیئے بہکایا۔

(۵) جب ہارون نے دیکھا تو ایک مذبح اپنے سامنے بنایا۔ اور فرمادیا۔ کل خُدا کے لئے حج ہے۔

تفسیر۔ ہارون کے بھانجے حور نے گوسالہ پرستی سے منع کیا۔ تو لوگوں نے اُن کو شہید کیا۔ ہارون نے روک کے لئے تدبیر سوچی مذبح بنانے کا حکم دیا۔ مطلب یہ تھا۔ مذبح بنانے میں دیر لگے گی۔ اور کچھ حج میں اتنے میں موسیٰ پہنچ جائینگے۔

(۲۱) پھر مُوسیٰ نے ہارون سے کہا۔ اِس قوم نے تمہارا کیا کیا کہ اسکو ایسے سخت گناہ میں مبتلا کیا۔

(۲۲) ہارون نے کہا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں یہ قوم شریر ہے (۲۳) ان لوگوں نے مجھ سے کہا ہمارے لئے قضات مقرر کر جو ہمارے آگے چلیں۔ وہ مرد موسیٰ جو ہم کو مصر سے

چھڑا لایا ہم نہیں جانتے اُسے کیا ہؤا۔ (۲۴) مَیں نے اُن سے کہا سونے کے زیور جدا کرو۔ تو
اُن لوگوں نے مجھے دیا اور مَیں نے اُسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑو نکلا۔

تفسیر۔ یہ دُوسرا مقام ہے جس سے ہارون کا گوسالہ بنانا نکالتے ہیں۔ حالانکہ اس
سے یہ بات نہیں نکلتی۔

(۳۵) اور فنا کیا خدا نے اس جماعت کو اسلئے کہ بنایا اُنہوں نے گوسالہ اُس کو جسے ہارون
نے آمادہ کیا۔

تفسیر۔ اُنہوں نے اُس سونے کو جسے ہارون نے آمادہ کیا ضرب دینار کو گوسالہ
بنایا تو اُنپر غضب ہؤا۔

یہ ترجمہ مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی کا ہے اور مولوی صاحب کا کہنا بالکل
راست ہے خود کتب مقدسہ اسکی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو زبور ۱۰۶-۱۹- اُنہوں نے حورب
میں ایک بچھڑا بنایا۔ اور ڈھالی ہوئی مورت کے آگے سجدہ کیا۔ اور نحمیا ۹ باب ۱۸- ہاں
جب انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھالا ہؤا بچھڑا بنایا تھا۔ اور اعمال ۷ باب ۴۱- اور انہوں نے
ان دنوں ایک بچھڑا بنایا۔ ان تمام مقامات میں بچھڑو کا بنانا کسی جماعت کیطرف منسوب ہے
نہ ہارون کی طرف۔ بلکہ ہارون کو زبور ۱۰۶-۱۶ میں مقدس کہا۔ اور اُسکے حاسدوں کو زمین
میں غرق کیا۔ اور زبور ۱۰۵-۲۶- ہارون کو برگزیدہ کہا۔ گنتی ۲۰ باب ۲۴- ہارون کی نسبت
الزامات کا ذکر ہے وہاں اس بھاری الزام کا تذکرہ نہیں۔ علاوہ بریں۔ خروج ۳۲ باب ۲۴-
ہارون فرماتے ہیں۔ نکلا بچھڑو۔ یہ نہیں فرماتے مَیں نے بنایا۔ اور ۳۳- آیت میں خداوند
نے موسیٰ سے کہا۔ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ مَیں اُسی کو اپنے دفتر سے میٹ دُونگا۔ اور
خروج ۳۲ باب ۳۵- خُدا نے بچھڑو بنانے کے سبب لوگوں پر مری بھیجی۔ حالانکہ ہارون
بچ رہے بلکہ ان کی نسل کے لئے کہانت کا عہدہ وہاں پہاڑ پر تجویز ہؤا۔ اور آج تک
ہارون کی اولاد کاہن ہے۔ اس مضمون کا بہت حصہ مولوی مفتی فضل رسول صاحب

پھر یا کوٹی کا ہے۔

اعتراض۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔ سیپارہ ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے مجبوری جھوٹ بولنا جائز ہے۔

جواب۔ پھر کیا اعتراض ہوا۔ ابراہیم نے بخوف جان اپنی جورو کو بہن کہا۔ پیدائش ۱۲ باب ۱۳۔ ۱۹۔ ایسا ہی اسحٰق نے کیا۔ پیدائش ۲۶ باب ۷ و ۱۱۔ یعقوب نے جھوٹ سے نبوت لی۔ اور جھوٹ میں ایسے کامیاب ہوئے کہ عیسو کی اولاد ابدالآباد کیلئے غلام بنگئی۔ پیدائش ۲۷ باب ۱۹ و ۲۹۔ داؤد بخوف جان جھوٹ بولے۔ ۱۔ سموئیل ۲۰ باب ۶ اور یونتن سے کہا تم نے جھوٹ کہہ دیا۔ اور۔ ۱۔ سموئیل ۲۱ باب ۲ و ۸ و ۱۳ مجھے بادشاہ نے بھیجا ہے اور کہ ہتھیار میرے پاس نہیں اور اپنے آپ کو دیوانہ بنایا۔

بیباک عیسائی کہہ سکتے ہیں داؤد و ابراہیم و یعقوبؑ معاذ اللہ سب کے سب خطا کار تھے الّا سُن رکھیں داؤد وہ ہیں جنکے حق میں حسب مقدسہ کتب کے خدا کہتا ہے داؤد نے کوئی گناہ بجز اوریا والے معاملے کے نہیں کیا۔ اور خداوند کے کسی حکم سے منہ نہ موڑا اور جبتک جیتا رہا۔ نیکوکار رہا۔ دیکھو ۱۔ سلاطین ۱۵ باب ۵۔ یہ وُہی داؤد جنکے فعل کی سند پر مسیح نے کھیتوں سے سبت میں کھایا۔ دیکھو متی ۱۲ باب ۳۔ اور ہمیشہ رضامندی پہ چلا۔ ۱۔ سلاطین ۲ باب ۱۴۔ ابراہیم راستباز اور یعقوب وہ جس سے خدا راضی اور اسکے مقابلے میں عیسو پر ناراض ہوا۔ سمسون مبارک اور خدا کی رُوح سے بھرپور تھا۔ قضات ۱۳ باب ۲۴ پھر اسی رُوح القدس کے بھرپور نے عشق کیا۔ زنا کیا۔ اور کئی دفعہ جھوٹ بولا۔ قضات ۱۶ باب ۱ ۱۵۔ اگر خدا کی رُوح سے بھرپور ایسا کرسکتے ہیں تو انجیل نویسوں کی روح سے بھرپور ہونے پر خدا حافظ۔ سلیمان خدا کے بیٹے اور مسیح جیسے ہوئے اُن کا معاملہ عیسائیوں پر مخفی نہیں۔ ۱۔ سلاطین ۳ باب ۳ و ۱۱ باب ۵۔ پطرس حواری عیسیٰؑ کا عضو اور کلیسیا کا پہلا پتھر وُہی

لے جس نے اللہ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد کفر کیا مگر جس پر زبردستی کی گئی اور اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔

جسکے ہاتھ میں آسمان کی کنجیاں تھیں مسیح کو ملعون کہہ اُٹھا۔ بھلا لعن میں تو توجیہ ممکن جان پہچان سے انکار کر گیا۔ اور بارہ[۲] تختوں میں سے ایک تخت کا وارث بنا رہا۔ عضو ہونا۔ ۱۔ قرنتی ۶۔ باب ۱۵۔ اور پہلا پتھر ہونا۔ متی ۱۶ باب ۱۸۔ کنجیوں کا مالک۔ متی ۱۶ باب ۱۹ یہی پطرس پہلے تو یہ جھوٹ بولتا ہے کہ مَیں مسیح کو نہیں جانتا۔ متی ۲۶ باب ۷۰۔ پھر قسم کھاتا ہے مَیں مسیح کو نہیں جانتا۔ متی ۲۶ باب ۷۲۔ پھر مسیح کو ملعون کہتا ہے اور ملعون کہہ کر بولتا ہے۔ مَیں نہیں جانتا۔ متی ۲۶ باب ۷۴۔

حقیقی جواب۔ انسان کی کمزوری کبھی جبر و اکراہ کیوقت جھوٹ پر مجبور کرتی ہے آیت مذکورۂ سوال میں یہ لکھا ہے کہ ایسی حالت کے جھوٹ پر کفر کا فتویٰ نہیں والا شرک اور جھوٹ کی نسبت قرآن میں جو کچھ موجود ہے اُسے دیکھو۔ لکھا ہے۔

لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ اور قرآن میں ہے۔

[۱] اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور حدیث میں ہے۔

[۲] لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَاِنْ قُطِعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ ۔

اعتراض۔ وَالْجَآنَّ [۳] خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔ سیپارہ ۱۴۔ سورۂ حجر۔ رکوع ۱۲۔ ۲۷ آیت۔ ہم نے جان کو لو ؤنکی آگ سے بنایا۔ سبحان اللہ کیسی فلسفی ہے۔

جواب۔ یہ سچی فلسفی الٰہی کلام ہے۔ تمام وہ لوگ جنکے اچھے اعمال نہیں یا اُنکے اچھے اعمال کم ہیں۔ وہ دوزخ میں جائینگے۔ دوزخ کی گود میں رہینگے۔ وُہی اُنکی ماں ہے دیکھو قرآن

[۴] وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ ۔ سیپارہ ۳۰۔ سورۂ قارعہ۔ رکوع ۱۔

بھلا جن کی ماں دوزخ کی گرم آگ ہوئی۔ وہ لو ؤنکی آگ سے نہ بنے ہوں تو پھر کس سے بنیں۔

---

[۱] جھوٹ وہی لوگ بناتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ۱۲ [۲] اللہ کا شریک نہ بنانا اگرچہ کاٹا جائے یا جلایا جائے ۱۲ [۳] اور جسکی تول ہلکی ہوئی تو اُسکا ٹھکانا گڑھا ہے اور تجھے کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی ۱۲

سنو سارے شریر شیطان یا شیطان کے فرزند ہیں۔ یوحنا ۸ باب ۴۴۔ متی ۱۳ باب ۳۹ متی ۱۶ باب ۲۳۔ جس طرح شریر شیطان کا فرزند ہے اور عیسائی مسیح کے فرزند۔ اُسی طرح دوزخ کی آگ شریر کی ماں ہے۔ اور وہ لوگوں کی آگ سے بنا ہے۔ بھلا صاحب جب عام شریروں کی ماں ہاویہ دوزخ ٹھہری تو ان اشرار کا شرارتی آپ شیطان دشمن آدم لوگوں سے کیونکر نہ بنا ہوگا۔ ضرور وہ ہمارا دشمن نار السموم سے بنا وہ تو پہلے ہی سموم نار سے بنا تھا۔ اور یہی سچی فلسفی ہے۔ جس کے خلاف پر کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض۔ سورۂ بقرہ۔ ۳۳۔ رکوع ۹۔ طالوت یعنی ساول نے اپنے لشکر کو پانی پلاکر آزمایا۔ طالوت کا لشکر کو پانی پر آزمانا۔ عہد عتیق میں مذکور نہیں۔ ہاں طالوت سے ایک سو چون[۱۵۴] برس پیشتر جدعون قاضی نے اس طرح لشکر کو آزمایا۔ پس وحی نبیؐ عرب نے غلطی کی کتاب قاضی ۷ باب ۴۔ ۷ سموئیل۔

جواب۔ عہد عتیق میں کسی بات کے مذکور نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وُہ بات نفس الامر میں ہُوئی ہی نہیں۔ دیکھو متی ۱۔ باب ۱۳۔ ۱۶۔ میں چند نام مذکور ہیں اور سوا زُرو بابل کے کوئی نام عہد عتیق میں موجود نہیں۔ کیا اب انجیل متی یا اُس کا پہلا باب غلط کہدیں۔

متی ۲۳ باب ۳۵ میں۔ باراخیا کے بیٹے ذکریا کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ۲ تاریخ ۲۴ باب ۲۲ یہویدع نام لکھا ہے۔ عہد عتیق میں یہویدع کے دوسرے نام کے سکوت سے کیا ہم انجیل کو غلط کہدیں۔

یہودا کے خط ۹۔ آیت میں ہے۔ میکائیل نے شیطان سے تکرار کرکے موسیٰ کی لاش کی بابت بحث کی۔ عبرانی ۱۔ ۱۔ باب ۶۔ پلوٹھے کے لئے فرشتوں کو سجدے کا حکم۔

اوّل تمطاؤس ۳ باب ۶۔ غرور کرکے شیطان کا عذاب میں مبتلا ہونا۔ یہ باتیں توریت و عہد عتیق میں نہیں۔ تو کیا ان کے مذکور نہ ہونے سے عہد جدید کے رُوح القدس کی لکھائی کتابیں غلط ہیں۔ میں کہتا ہوں ایسا نہ ہو یعنے اگر کتاب سموئیل میں ساؤل کے آزمانے کا ذکر نہیں کیا تو کیا حرج۔ سموئیل کی کتاب انکار بھی نہیں کرتی۔ جدعون قاضی نے اگر اپنے لشکر کو پانی پر آزمایا جیسا کہ باب قاضی میں ہے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ ساؤل نے اپنے لشکر کو پانی پر نہیں آزمایا۔

سو جو مُردے کو ایلیا نے زندہ کیا۔ ۱۔سلاطین ۱۷ باب ۲۰۔ الیسع نے زندہ کیا ۲۔سلاطین ۴ باب ۳۲
تو اب کیا ہم کو جائز ہے ہم کہہ دیں انجیل میں مسیحؑ کا مُردہ زندہ کرنے کا قصہ غلط ہی۔ کیونکہ مسیحؑ سے پہلے ایلیا اور الیسع نے مُردے کو زندہ کیا ہی۔ انجیل نویسوں نے غلطی سے ایلیا اور الیسع کا قصہ مسیحؑ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اگر کہو جنکو ایلیا اور الیسع نے زندہ کیا وہ اور تھے اور مسیحؑ نے جن کو زندہ کیا وہ اور۔ تو یہاں بھی ہم کہتے ہیں۔ جن کو جدعون نے آزمایا وہ اور تھے اور جس لشکر کو ساول نے آزمایا وہ اور تھا۔ جس نہر پہ جدعون نے لشکریوں کو آزمایا وہ اور تھی اور جس نہر پر ساول نے آزمایا وہ اور تھی۔

ہاں اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہاں ساول اور جالوت فلسطی کی لڑائی ہوئی وہاں نہر نہ تھی تو البتہ قرآن پر شبہ ہو سکتا ہی۔ مگر وہاں ندی موجود تھی۔ کیونکہ فلسطینی۔ سوکوہ۔ عزیقاہ۔ افس۔ دمیم۔ میں جمع تھے اور بنی اسرائیل وادی ایلاہ میں اور دونوں کے درمیان دریائے شورق واقع تھا۔ فلسطینی دریا کے جنوبی اور بنی اسرائیل دریا کے شمالی کنارے پر تھے۔ بنی اسرائیل نے دریا سے عبور کر کے حملہ کیا اور ہمیشہ سپہ سالار ایسے طریقوں سے انتخاب کیا کرتے ہیں۔

اظہار عیسوی میں لکھا ہی قاضیون کی کتاب دوسرے سموئیل سے پہلے تصنیف ہوئی نہ پہلے سموئیل سے پہلے۔ دیکھو اظہار عیسوی صفحہ ۱۷ و ۱۸۔ پس کیا تعجب ہے طالوت کا قصہ جدعون کے قصے سے کتاب قاضی میں گڑ بڑ ہو گیا

کتاب سموئیل کے واقعات نہ تو ترتیب سے ہیں اور نہ یہ بات ہی کہ طالوت کا کوئی واقعہ سموئیل سے فروگذاشت نہیں ہوا۔ کیونکہ سموئیل ۱۶ باب ۲۱ و ۲۲ میں ہی طالوت نے داؤد کو اُنکے باپ سے بُلا کر سلحہ برداروں میں رکھا اور داؤد سے واقف تھا اور ۱۷ باب ۳۱-۳۹ میں ہی۔ داؤد نے جالوت سے لڑنے کا ارادہ کیا تو طالوت نے اپنا ذرہ بکتر دیا مگر ۱ سموئیل ۱۷ باب ۵۵ میں ہی جب داؤد لڑنے کو بڑھا۔ تو ساول نے لشکر کے سردار سے پُوچھا۔ یہ جوان کس کا بیٹا ہی۔ جب داؤد سر کاٹ کر لایا۔ تو ساول نے پُوچھا یہ لڑکا کس کا بیٹا ہی۔

اس تعارف اور عدم تعارف سے حیران ہوکر عیسائی مؤرخ کہتے ہیں۔ ا۔سموئیل میں قصہ اُلٹ پُلٹ گیا ہے۔ مگر اس عذر پر بھی کچھ نہیں بنتا۔ کیونکہ ۱۶ باب میں بر ربط نوازوں میں ساول سے ملاقات کرنا پایا جاتا ہے۔

متقدمین عیسائی کہتے ہیں۔ ا۔سموئیل ۷ باب آیت ۱۲۔ ۳۱۔ اور ۵۵۔ ۵۸ تک صحیح نہیں۔ اسلئے سپٹواجینٹ کے قلمی نسخے اور کیٹن میں یہ آیتیں نہیں۔ ۱۶ باب ۱۸۔ ۲۱۔ اور ۱۷ باب ۳۲۔ ۵۴ کے مطابق نہ ہونے سے بعض ۱۷ باب کو الحاقی کہتے ہیں۔ صاحب اظہار عیسوی چھتیسویں فساد کے جواب میں کہتے ہیں۔ بعض جا واقعات کا بیان تاریخ وار نہیں اور آگے پیچھے لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۴۶۔

ایک اور نیا جواب۔ نہر بحرکت ہا غالباً آرام اور وسعت کو کہتے ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے ساول نے کہا خدا تم کو آرام دیگا اور کھانے پینے کو بخشیگا۔ تم زیادتی نہ کرنا بقدر ضرورت لے لینا۔ شرب اور طعم کا لفظ وسیع ہے۔ مگر لوگ لُوٹ پر ٹوٹ پڑے اور گناہ کیا۔ اور اُسکے بیٹے نے بھی کچھ کھایا۔ اور قوم نے اُسے سزایاب نہ ہونے دیا۔ دیکھو ا۔سموئیل ۱۴ باب ۲۴۔ ۳۶

پھر نہر کے معنے ندی کے ہی لیتے ہیں

مگر قرآن میں یہ قول ساول کا مندرج ہے اور وہ عبری بولنے والا آدمی ہے اور عبری محاورے میں نہر کا لفظ قابلِ غور ہے۔ خروج ۳ باب ۸۔ دُودھ اور شہد موج مارتا ہے۔ گنتی ۱۶ باب ۱۳۔ تو ہمیں اُس زمین سے جسمیں دُودھ اور شہد بہتا ہے۔ نکال لایا۔ گنتی ۱۳ باب ۲۷۔ جہاں تو نے بھیجا۔ وہاں سچ مچ دُودھ اور شہد بہتا ہے۔

اب دیکھو۔ ا۔سموئیل ۱۴ باب ۲۴۔ ساول نے لوگوں کو کھانے پر قسم اور لعنت دی۔ سب لوگ بن میں پہنچے اور وہاں شہد تھا۔ (وہی جو موج مارتا بتایا گیا) یونتن ساول کے بیٹے نے عصا کی نوک سے شہد کے چھتے کو چھیدا اور ہاتھ میں لے کے مُنہ میں ڈالا۔ اور بنی اسرائیل یونتن کے جانبدار ہوئے (گویا سب نے پیا)

ایک اور نیا جواب۔ جالوت ہر ایسے آدمی کو کہتے ہیں۔ جو میدان میں اکیلا نکل کر لڑے۔ قرآن میں دو جالوتوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جسکی لڑائی طالوت سے ہوئی۔ اور ایک جالوت وہ جسے داؤد نے مارا۔ قرآن پر غور کرو۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ۔ سیپارہ ۲ سورہ بقرہ۔ رکوع ۳۳

یہاں وقف لکھا ہے اور اس بات کا اشارہ ہے کہ قصہ تمام ہوا۔ اور آگے اور قصہ شروع کیا۔ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ۔ عربی میں غالباً جب نکرے کا اعادہ ہوتا ہے۔ تو وہ پہلا مراد نہیں ہوتا۔

اسلامی تعلیم پر جو اعتراض ہوئے ہیں اُنکے جوابات غالباً اس کتاب میں دیئے ہیں صرف بہشتی نعمتوں کی نسبت کچھ ذکر نہیں کیا۔ اب اس وقت ان پر سرسری نظر کرتا ہوں۔ ناظرین غور سے دیکھیں۔

عیسائی صاحبان! تمہارا اعتقاد ہے حضرت مسیح اصل میں خدا تھے۔ اسی واسطے اُنکو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ قدوس خدا نے جسکو کھانے پینے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی جب جسم سے تعلق پیدا کیا اور مجسم ہوا اور ابن اللہ کہلایا تو دُنیا میں بلحاظ جسم وہ کھاؤ پیو شرابی تھا۔

بھلا جب ہم عام انسان قیامت کے روز مجسم ہونگے۔ جیسے تمہارا بھی اعتقاد ہے۔ تو ہم کو جسمانی نعمتوں سے کیوں محرومی ہوگی۔ کیا ہم خدا سے زیادہ ہونگے۔

تم کہتے ہو قرآن نے جسمانی ترغیبیں دیں۔ مَیں کہتا ہوں۔ کتب مقدسہ توریت و انجیل اس امر میں قرآن کی تصدیق کرتی ہیں۔ دیکھو مقابلہ :۔

ط۱ اور جب وہ لوگ لڑائی کو نکلے واسطے جالوت اور اُسکے لشکر کے وہ کہنے لگے اے میرے مالک ڈال ہم لوگوں پر صبر اور ٹھہرا ہمارے قدموں کو اور فتح دے ہم کو کافروں کی قوم پر پس بھگا دیا ان لوگوں نے جالوت کو اور اُس کے لشکر کو حکم خدا سے ۱۲ ۔

قرآن	توریت و انجیل
جَنَّةٍ[1] عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - سیپارہ ۲۵ رکوع ۲۹ سورۂ حدید۔	خدا نازل ہوا مصریوں کے ہاتھ سے چھڑا کر اچھی وسیع زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے۔ خروج ۳ باب ۸۔ اور بہت سے جسمانی منافع کا ذکر استثناء، باب ۱۳/۱۱ اور ۶ باب ۳ میں ہے۔
مَثَلُ[2] الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ - سورہ محمد سیپارہ ۲۶ - رکوع ۲ -	خدا کے احکام پر حفاظت کر تو کہ تجھے ایسی زمین دے جہاں پانی کی نہریں اور چشمے اور جھیلیں پہاڑوں سے نکلتی ہیں جہاں گیہوں۔ جو۔ انگور۔ انجیر۔ انار۔ تیل۔ شہد ہوتا ہے۔ اور تو نہ کسی چیز کا محتاج ہوگا۔ استثنا ۸ باب ۷۔ مے سے انسان اور خدا خوش۔ قاضی ۹ باب ۱۲۔ انگور سے خالص سرخ شیرا پیا۔ استثنا ۳۲ باب ۱۴۔ تو اسکی جو سراسر حق ہے پیروی کیجیو۔ تاکہ تو جیئے اور اس زمین کا جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے وارث ہووے۔ استثنا ۱۶ باب ۲۰ و ۶ باب ۱۸۔
وَلَكُمْ[3] فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ. سیپارہ ۲۴ رکوع ۱۳ - سورۂ زخرف۔	تیری اولاد کے عمر کے دن جس طرح سے آسمان کے دن جو زمین کے اوپر ہے۔ اس سرزمین میں بہت ہوں۔ اگر تم حکموں پر عمل کروگے تو بہت آسائش تم کو ملیگی اور تمہاری زمین پر ہرگز تلوار نہ چلے گی۔ احبار ۲۶ باب ۳۔

[1] بہشت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے ۱۲

[2] حالت اُس بہشت کی جو تقویٰ والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اُسمیں نہریں ہیں اُس پانی کی جو نہیں اوبستی ہیں۔ اور نہریں ہیں اُس دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلتا اور نہریں ہیں شراب کی جسمیں مزا ہے پینے والوں کو۔ اور نہریں ہیں صاف کیئے ہوئے شہد کی اور اُس میں ہر قسم کا پھل ہے اور معافی ہے اُن کے خدا کی ۱۲۔

[3] اور تمہارے لیئے اسمیں وہ چیزیں ہیں جو نفس چاہتا ہے اور آنکھیں مزہ لیتی ہیں ۱۲۔

قرآن	بائبل
۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ سیپارہ ۲۴ - رکوع ۵ - سورۂ زمر	میرے حکموں کی محافظت کرنا اور اُنپر عمل کرنا کہ تم زمین پر صحیح وسالم رہوگے۔ زمین تم کو اپنے پھل دیگی اور تم پیٹ بھر کے کھاؤگے۔ اور اُس پر سلامت رہا کروگے ۔ احبار ۲۵ باب ۱۸ -
۲ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - سیپارہ ۱۲ رکوع ۹ - سورۂ ھود -	مسیح شاگردوں کو فرماتے ہیں۔ نئی بادشاہت میں تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھوگے اور بنی اسرائیل کی عدالت کروگے۔
۳ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ - سیپارہ ۱۴ رکوع ۴ سورۂ حجر -	ہر ایک جسنے گھروں یا بھائیوں یا ماں باپ یا جورو یا لڑکوں یا کھیتوں کو میرے نام کیلئے چھوڑ دیا ہی۔ سوگنا پاویگا۔ اور حیات ابدی کا وارث ہوگا۔ پر بہت سے جو پچھلے ہوں گے، پہلے ہونگے ۔ اور پہلے پچھلے۔ متی ۱۹ باب ۲۸ و ۲۹ -
۴ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ - سیپارہ ۱۴ - سورۂ حجر - رکوع ۴ -	یاد رہے - یہ بات اُس وقت فرمائی جب شاگردوں نے طمع ظاہر کی۔
۵ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ سورۂ حاقہ - سیپارہ ۲۹	شیرۂ انگور پینے کا وعدہ مسیح نے بہشت میں فرمایا متی ۲۶ باب ۲۹ - ایک دولتمند نے دوزخ میں سے ابراہیم کو کہا لعزر کو بھیج کہ اُنگلی کو پانی سے تر کرکے میری زبان کو ٹھنڈا کرے ۔

۱ سب تعریف اُس خدا کو ہی جسنے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کیا اور وارث کیا ہم کو زمین کا۔ ہم رہیں اُسمیں جہاں چاہیں اور خوب ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا ۱۲ ۲ ہمیشہ رہنے والے اُسمیں جب تک آسمان و زمین رہیں ۱۲

۳ اور نکالا ہم نے جو کچھ اُن کے سینے میں تھا کینہ ۱۲ -

۴ جاؤ اُس کے اندر امن و امان سے ۱۲ -

۵ کھاؤ پیو اچھی طرح بسبب اُس کے کہ تم کرچکے گئے دنوں میں ۱۲ -

مُتَّكِئِيْنَ[1] عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ سُوْرۂ طور۔ سیپارۂ ۲۷۔ رکوع ۳۔

لوقا ۱۶ باب ۲۴۔ متی ۶ باب ۳۰۔ دیکھو سوسن کیسے کیسے لباس پہنتا ہے جو سلیمان کو بھی نصیب نہ ہوئے تھے۔ پس اگر خدا کھیت کی گھانس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکا جاتا ہے یوں پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو کیا تم کو زیادہ نہ پہنائیگا۔

وَإِذَا[2] رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا۔ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَّسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ سُورۂ انسان سیپارہ ۲۹۔ رکوع ۱۹۔

مکاشفات ۲۲ باب۔ آبحیات کی ندی اور زندگی کے درخت اور اُس کے پھلوں کا ذکر ہے۔ اور آخر میں کہا ہے۔ اُس کے بندے اُس کا مُنہ دیکھیں گے۔ اور اُس کا نام اُن کے ماتھوں پر ہوگا۔ اور رات نہ ہوگی۔ اور وے چراغ اور سُورج کی روشنی کے محتاج نہیں۔

عیسائیوں میں مُسلّم امر ہے کہ موسٰی نے جس کنعان کا وعدہ کیا تھا۔ وہ اصلی کنعان کا نمونہ تھا۔

اور عیسائی یہ بھی کہتے ہیں۔ مسیحؑ شیطانی مصر سے نکالتا ہے۔ اور حقیقی کنعان کی راہ پر لاتا ہے۔ پس موسےٰ جس فانی دُودھ اور شہد اور پانی۔ شراب اور زمین کا ذکر کرتا ہے۔ اُس کے مقابلے میں باقی اور غیر فانی دُودھ اور شہد اور پانی اور شراب اور نفیس زمین ضرور ملے گی۔

عیسائی صاحبان! قُرآن کریم میں جن نہروں کا ذکر ہے۔ وہ وُہی غیر فانی اور دائمی اور حقیقی کنعان کی نعمتیں ہیں۔ جسے بہشت کہتے ہیں۔ اگر کتب مقدسہ

---

[1] تکیہ لگائے ہوئے قطار تختوں پر اور بیاہ دیا ہم نے اُن کو بڑی آنکھ والی گوری عورتوں سے ۱۲

[2] اور جب دیکھے تو وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی اُوپر اُن کے کپڑا باریک ریشمی سبز اور گاڑھے اور پہنائے گئے کنگنیں چاندی کے اور پلادے اُن کو خدا اُن کا شراب پاک ۱۲ ۔

ہیں اور مسیح کے کلام اُن کی تاویل (تاویل کے معنے کچھ ہی لو) ہے۔ وہی تاویل قرآن میں کیوں نہیں کی جاتی۔

انصاف کرو۔ اسلام پر اعتراض کرتے ہو۔ اسلام جسمانی لذائذ کی طمع دیتا ہے۔ سوچو تو سہی کتب مقدسہ میں کس قدر طمع دی گئی ہے۔ اور صاف واضح ہوتا ہے کہ کتب مقدسہ کا طمع دینا صرف جسمانی ہی تھا۔ کیونکہ یہود جو توریت کے اصل مخاطب ہیں اُن کے یہاں تو قیامت کے وجود ہی میں اختلاف تھا۔

انصاف کرو۔ جب قیامت میں جسم بھی لوگوں کو عطا ہوگا تو پھر گول مول شہوانی آلہ کیا اُس وقت بے وجہ ہوگا۔ یا اس کا کوئی فائدہ بھی ہوگا۔

انسان دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک رُوح۔ دُوسرا جسم۔ رُوح کی غذا رُوحانی چاہیئے۔ اور جسم کی غذا جسمانی۔

اور سُنو۔ ایوب ۲۰ باب ۱۵۔ شریر بالشتیا سانپ کا زہر چُوسے گا۔ اور افعی کی جیبھ اُسے مار ڈالے گی۔ وہ نالوں اور دریاؤں اور مکھن اور شہد کی نہروں کو دیکھنے بھی نہ پائے گا۔ انتہیٰ۔

ایوب کی کتاب پر غور کرو مسیحؑ کی اُس دلیل سے جو اُنہوں نے اثباتِ قیامت میں بیان فرمائی ہے۔ اس سے بھی کسقدر قوی دلیل اثبات انہار و انعامات جنت پر ہم نے بیان کی ہے۔

میری تحریر کے ناظرین میں اگر کوئی خیال کرے۔ تو قرآن کریم میں جن حُوروں اور حوروؤں کا ذکر ہے۔ اُن کی صفات میں كَوَاعِبَ أَتْرَابًا اور لَمْ يَطْمِثْهُنَّ قَبْلَهُمْ ترجمہ (نوجوان عورتیں ایک عمر کی۔ اور نہ چھُوا اُن کو پہلے اُن سے) وارد ہے۔ پس رُوحانی حُوریں کیسے مُراد ہونگی۔

اوّل ہم کہتے ہیں۔ پھر کیا حرج ہے۔ ہم تو کہتے ہیں یہ حوریں جسمانی حوریں ہیں۔

اور متی ۱۹ باب ۲۸ میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ملیں گی۔ کیونکہ پچھلے پہلے ہونگے۔ اور پہلے پچھلے۔ دوم اتنے ہی اشارے سے صرف جسمیت حورانِ بہشتی کی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

غور کرو اور حزقیل ۱۶ باب تمام و کمال پڑھو۔ تمام نہیں تو صرف پچاس آیت تک ہی سہی۔ خدا یروشلم کو کہتا ہے۔ تیرے باپ اموری اور تیری ماں حتے تھی۔ تیری ناف نہ کٹی۔ تو نہ نہلائی گئی۔ تجھ پر نمک نہ ملا گیا۔ مَیں نے تجھے پالا۔ تیری دونوں چھاتیاں طرح دار ہوئیں۔ تیرا وقت تھا کہ جس میں عشق پیدا ہو۔ تجھے غسل دیا روغن ملا۔ بُوٹے دار کپڑے پہنائے۔ تیری ناک میں نتھ۔ کانوں میں بالیاں پہنائیں۔ مہین میدہ چکنائی شہد تجھے کھلایا۔ پھر تو زناکار ہوئی۔ تُو نے کسبی خانہ بنایا۔ تُو نے بڑے جسم والے مصریوں سے زنا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پر تُو سیر نہ ہوئی۔ تُو نے سڑک کے سِرے پر کسبی خانہ بنایا۔ سارے کسبیوں کو خرچی دیتے ہیں پر تُو اپنے دھگڑوں کو ہدیہ دیتی ہے۔ او زانیہ سُن تیرے یاروں کو تیرا مخالف بناؤنگا۔ وہ تجھے ننگی کرکے چھوڑیں گے۔ تجھے سنگسار اور ٹکڑے ٹکڑے کرینگے۔ لوگ کہینگے۔ جیسے ماں ویسے بیٹی۔

نہایت مختصر طور پر مَیں نے چند فقرے نقل کئے ہیں ذرا ان میں غور کرو یروشلم کی نسبت کواعب اتراب وغیرہ الفاظ کس طرح موجود ہیں۔ مکاشفات میں نئے یروشلم کو یوحنّا نے دُلہن کے مانند دیکھا ہے۔ مکاشفات یوحنا ۲۱ باب ۲

سوال - اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ کہ اہلِ بدر کو بڑی دلیری دی ہے۔

جواب - ایسا دلیری دینا تو کتب مقدسہ کا علی العموم معمول ہے۔ پھر سچی مقدس انجیل نبیؐ عرب کا کلام ایسی انجیل نہ بنے۔ اپنے الہامی اور رُوح القدس

کے لکھائے کلام کو دیکھو۔

خدا نے بھی مسیح کے لئے تمہیں بخشا ہی۔ نامہ افسی ۴ باب ۳۲۔ اُس نے تمہارے سب گناہ بخشدیئے۔ قلسی ۲ ۔ باب ۱۳۔ ۱۴۔ ہم کو جو گناہوں کے سبب مُردہ تھے۔ مسیح کے ساتھ جلایا۔ تم فضل سے بچ گئے۔ افسی ۲ باب ۵ و ۱۔ باب ۶ و ۲ باب ۱۔ قلسی ۱۔ باب ۲۱۔ ہمیں فضل سے ہمیشہ کی تسلّی اور امید آئی۔ ۲ تسلینقی ۲ باب ۱۶۔ میرے لئے راستبازی کا تاج دھرا ہے۔ ۲ تمطاؤس ۴ باب ۷۔ پاکوں کے لیئے سب کچھ پاک ہے۔ طیطس ۱۔ باب ۱۵۔

اب سب عیسائی جو حرام و حلال میں امتیاز نہیں کرتے اور توریت کے احکام حلت و حرمت کو پس پُشت ڈال دیا ہے۔ اسی طیطس کے ۱۔ باب ۱۵ کے حامل ہیں۔ اور کیوں اُن سب کے بدلے ایک ہی ملعون ہوگیا۔ اور سارے پاک اور بے ڈر ہو گئے۔ ۱۰ باب ۱۱ و ۱۶ نامہ عبرانی۔ پس اے بھائیو یہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ اسی کے وسیلے تم کو گناہوں سے معافی کی خبر دی جاتی ہی۔ بلکہ اسی سے ہر ایک جو ایمان لاتا ہی ۱۳ باب ۱۔ اعمال ۳۸۔ جنکے گناہوں کو تم بخشو اُن کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جنہیں تم نہ بخشو گے۔ نہ بخشے جائیں گے۔ یوحنا ۲۰ باب ۲۳۔ جہاں حواریوں کو گناہ بخشنے کی اجازت ہے۔ وہاں خدا کو سچے عیسائیوں اہلِ اسلام اور اُن میں اہلِ بدر کے گناہ بخشتے کیا مشکل ہے۔ بعینہ یہی مضمون یوحنا ۱۳ باب ۱۰ میں ہے۔ تمام حواریوں کو سوا یہودا کے کہا تم پاک ہو۔ اور یوحنا کا پہلا خط ۴ باب ۷ میں ہی۔ اُسے محبت ہم میں کامل ہوتی ہی۔ کہ ہم عدالت کے دن نڈر رہیں۔ جو ڈرتا ہی۔ محبت میں کامل نہیں ؃

تمام ہوا فصل الخطاب کا حصۂ اوّل